بے جا لمبی داڑھی کے خلاف جمہور علماءِ اہلسنّت کا موقف

اَللِّحيَةُ الشَّرعِيَّة

داڑھی کی شرعی مقدار

تصنیف

ابوالاحمد محمد علی رضا القادری الاشرفی

بے جا لمبی داڑھی کے خلاف جمہور علماءِ اہلسنت کا موقف

اَللِّحْيَةُ الشَّرْعِيَّةُ

داڑھی کی شرعی مقدار

(جوابِ فتویٰ)

تصنیف

ابوالاحمد محمد علی رضا القادری الاشرفی

(سانگلہ ہل)

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سینٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph:042-37352022

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں)

نام کتاب	....	اللحية الشرعية (داڑھی کی شرعی مقدار)
مصنف	....	ابوالاحمد محمد علی رضاء القادری الاشرفی
تعداد	....	600
صفحات	....	272
ناشر	....	محمد اکبر قادری
تاریخ اشاعت	....	اکتوبر 2017ء
قیمت	....	-/300 روپے

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللّٰہ

وعلٰی والدیک وألک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللّٰہ

الصلوٰۃ والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام

مالکی وشافعی احمد المکرم

یا رسول اللّٰہ انظر حالنا

یا حبیب اللّٰہ اسمع قالنا

اننا فی بحر ہم مغرقون

خذ ایدینا سہل لنا اثقالنا

اشفع لنا عند ربک یا رحمۃ للعالمین

Marfat.com

تقریظ

استاذ العلماء مولانا محمد شہباز تبسم مجددی نقشبندی

فاضل درسِ نظامی وایم فل علومِ اسلامیہ

مدرس جامعہ سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ وخطیب جامع مسجد غوثیہ سانگلہ ہل

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین۔ امابعد!

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں

ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

انسانی فلاح وبہبود، اعلیٰ تہذیب وتمدن اور معاشرتی ترقی کی خشتِ اول "علم" ہے، کیونکہ انسانی معاشرہ کی تعمیر وتنظیم اور ترقی کا دارومدار صرف معیاری تعلیم کی بنیاد پر ہی ممکن ہے اور انسان کی دوسری مخلوقات پر فضیلت علم کیوجہ سے ہے، اور علم کی دو قسمیں ہیں (1) علم محمود، (2) علم مذموم۔

جو علم زندگی، فلاح معاشرہ اور رضاء الٰہی کے لئے حاصل کیا جائے وہ علمِ محمود ہے اور جو انسانیت کی تذلیل اور خدا سے دوری کا سبب بنتا ہو وہ علم مذموم کہلائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے علم کا ایک باب سیکھا تا کہ وہ لوگوں کو سکھائے تو اللہ اسکو

Marfat.com

60صدیقوں کا ثواب عطاء کرتا ہے۔

الحمدللہ! استاذ محترم استاذ العلماء مولانا محمد علی رضاء القادری الاشرفی زید شرفہ علم محمود کے وارث ہیں اور اللہ نے آپ کو الفاظ کے بولنے اور قلم کے استعمال کا خاص ملکہ عطاء فرمایا ہے، جس کا بین ثبوت ''**صلوٰۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم**'' ، ''**جمالِ بلال** رضی اللہ عنہ'' اور یہ کتاب ''**اللحیۃ الشرعیۃ**'' ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''اللحیۃ الشرعیۃ'' میں آپ نے غیر مقلدین کے اعتراضات کو آڑھے ہاتھوں لیا ہے اور انکے اعتراضات کا احادیثِ طیبہ، آثارِ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدّثین اور خود غیر مقلدین کی کتابوں سے اس خوبصورت انداز میں رد کیا ہے کہ پڑھکر دل عش عش کر اٹھا ہے۔

ان کی اس عظیم کاوش کو یقیناً اہلِ علم وفضل میں پذیرائی ملے گی، آپ کے اس علمی شاہکار کو پڑھکر دل سے دعاء نکلتی ہے کہ اللہ ان کے زورِ قلم میں مزید برکتیں فرمائے! آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بالتسلیم۔

محمد شہباز تبسم مجددی (ایم فل)

مدرس جامعہ سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ

(سانگلہ ہل)

Marfat.com

تقریظ

استاذ العلماء مولانا قاری محمد نثار احمد قادری ساقی

مدرس (شعبہ درسِ نظامی) جامعہ سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ (سانگلہ ہل)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم صلی الله علیه وسلم اما بعد!

راقم الحروف نے استاذی مکرم فاضلِ جلیل عالمِ بے بدل حضرۃ العلام مولانا محمد علی رضاء القادری الاشرفی زید مجدہ ودام اقبالہ کی تالیف "**اللحية الشرعية**" کو متعدد مقامات سے بغور پڑھا، یہ کتاب علمِ روایت ودرایت کا حسین مرقع ہے۔

داڑھی کی شرعی حیثیت پر متعدد علماء کرام کی تحقیقات کو پڑھا ہے مگر یہ کتاب اپنے منفرد موضوع کے اعتبار سے بے مثال، ضخیم اور جامع ومانع شاہکار ہے، مفاہیم ومطالب، جرح وتعدیل کے اعتبار سے بھی ایک عظیم وبہترین تحفہ ہے۔

استاذِ گرامی نے رواۃ کی سطحی تحقیق پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ خوب امعانِ نظر سے کام لیتے ہوئے اصولِ حدیث کی روشنی میں کتب جرح وتعدیل کی مدد سے نفسِ مسئلہ کو خوب اجاگر کرنے میں سعی بلیغ سے کام لیا ہے۔

پُر لطف بات یہ ہے کہ: اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے

Marfat.com

راشدین، اجل صحابہ کرام، فقہاء تابعین اور ائمہ دین کے فتاوی کو باحسن ترتیب تحریر کیا ہے جس کے پڑھنے سے قاری کے دل کو الحمدللہ خوب تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ کتاب فی زمانہ علماء، طلباء اور راہِ حق کے دیگر متلاشیان کی بہتر راہنمائی کرے گی وہ اس لئے کہ: آج تک داڑھی سے متعلق اس منفرد موضوع پر ایسا کام نہیں کیا گیا، استاذی گرامی نے بڑی بڑی کتب سے ان تمام روایات و آثار اور فتاوی جات کو جمع کر کے اس موضوع کا دلائلِ باہرہ سے خوب احاطہ کیا ہے۔

تنگ نظری اور حسد کا کوئی علاج نہیں لیکن اس تمام مباحث کو انصاف سے ملاحظہ کرنے کے بعد اس موضوع کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ استاذی گرامی کی فکری استعداد اور زورِ قلم میں مزید فروغ بخشے اور ساتھ ہی ساتھ "**جمال بلال** رضی اللہ عنہ" کی طرح انکی اس کتاب کو بھی مقبولیتِ عامہ عطاء فرمائے۔ (امین)

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم

الرب الصمد کا بندہ نیاز مند

محمد نثار احمد قادری ساقی

۹ ذوالقعد بروز بدھ ۱۴۳۸ھ

بمطابق 2 اگست 2017ء

Marfat.com

الانتساب

اس تحقیقی مقالے کو میں اپنے نہایت ہی ہمدرد و مونس اور مشفق و محسن بزرگ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب الحاج **ملک محمد مشتاق قادری نوشاہی** مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر و خادمِ اعلیٰ جامع مسجد تاجدارِ مدینہ محلہ گارڈن ٹاؤن سانگلہ ہل) کی مبارک روح سے منسوب کرتا ہوں، جن کی جہدِ مسلسل، جذبات اور محبتوں نے مجھے تحریری و مطالعاتی دینی امور پر ہمت دلائی، اور حوصلہ افزاء حد تک راقم الحروف کی قدم بقدم راہنمائی فرمائی، جنہوں نے راقم الحروف کو اپنے بیٹوں ہی کی طرح عزیز رکھا، جن کی شفقتوں اور احسانات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، جو ایک سچے، کھرے اور ایماندار فرد کی حیثیت سے حلقہ احباب میں جانے جاتے تھے، مسلک کا درد رکھنے والے اپنے آپ میں ایک انجمن تھے، خدمتِ دین کے جذبے سے سرشار تھے، جامع مسجد تاجدارِ مدینہ (سانگلہ ہل) میں تمام علمی تقریری و تحریری دینی معاملات و دروس کا نظام شروع کروانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے، اس پھول کی کمی چمنِ احباب میں ہمیشہ ستاتی رہے گی جو شاید کبھی بھی پوری نہ ہو پائے۔

دعاء ہے کہ: اللہ وحدہ لاشریک انکی قبر کو قیامت تک کے لئے جنت کا حسین باغ بنائے اور اپنے انوارِ رحمت و تجلیاتِ کرم کی برسات رہتی دنیا تک ان کی قبر پر نازل فرمائے اور انکے صاحبزادگان کی ہر دینی و دنیاوی معاملے میں خیر فرمائے!۔ (بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم: آمین)

"محمد علی رضاء القادری"

Marfat.com

الاهداء

سید کائنات، عظمتوں اور رفعتوں کے شاہ، جلوہء انوارِ خدا، محورِ کائنات
قاطعِ اخیاطِ سحر وطلسمات، دافع الشکوک والتوہمات، آقاءِ کُل، فلسفہءِ قُل
حقیقتِ کُن، جانِ خلائق، مخصوص باللو.. والشفاعۃ، زینۃ الخضر والحلاوۃ
راز دارِ الوہیت، سرور وسردارِ نبوت، حاملِ کلائدِ کنوزِ جہاں، پروردہءِ رحماں

جنابِ رسالت مآب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہِ عظمت وکرامت میں یہ سعی پیش کرتا ہوں
التجاء ہے! قبول فرما کر فیضِ نظر سے مالا مال فرما دیجیے!

طلبگارِ شفاعت

"محمد علی رضاء"

Marfat.com

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسوله النبی الکریم صلی اللّٰہ علیه وسلم ووالدیه وآله واصحابه اجمعین والعاقبة للمتقین، اما بعد!

امام ابن حجر مکی شافعی ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں فرماتے ہیں کہ: ''اس حدیث پڑھنے پڑھانے والے سے بڑھ کر جاہل کوئی نہیں جسے حدیث کی سمجھ ہی نہیں''۔

نیز فرمایا کہ: ابن وہب فرماتے ہیں: ''ہر وہ حدیث پڑھنے، پڑھانے والا جس کو فقہ میں کوئی دخل نہیں وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا''۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ: ''**الحدیث مضلة الا للفقهاء**'' فقہاء کے بغیر حدیث بھی گمراہ کردیتی ہے۔

دورِ حاضر میں حدیث جاننے کا دعویٰ کرنے والے ''میاں مٹھو'' تو بہت ہیں لیکن حدیث کا فہم وشعور رکھنے والے اہلِ علم ''غرابت وندرت'' کا شکار ہیں، خدا کی کرم نوازی ہے اہلِ سنت پر جنہیں خدا نے حق وباطل میں تمیز کرنے کی سعادت نصیب فرمائی، الحمد للہ العزیز الوہاب ہماری دیگر مطبوعہ ''**صلوٰۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم**'' اور ''**جمالِ بلال** رضی اللہ عنہ'' نے خاص وعام میں حوصلہ افزاء حد تک خوب پذیرائی سمیٹی اور اہلِ نظر سے خوب دادِ تحسین وتشریف پائی جس سے مزید

Marfat.com

لکھنے کا جذبہ تازہ ہوا اور ان موضوعات پر تحریر کرنے کا قصد ہوا جن پر سیر حاصل مواد کتابی صورت میں نہیں آیا تا کہ "قیدوا العلم بالکتاب" کی راہِ مستقیم پر چلتا ہوا "بلغوا عني ولو آية" کی منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤں اور "کتمانِ علمِ حق" جیسی گمراہی سے بچا رہوں، یہ تحقیقِ عتیق جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے علم جو حضرات کے لئے ایک انمول تحفہ ہے، اہلِ علم کے درمیان داڑھی سے متعلق عموماً دو موضوع زیرِ بحث رہے ہیں!

(۱): داڑھی بڑھاؤ (یہ موضوع ان لوگوں کے خلاف ہے جو اپنی داڑھیوں کو ایک مشت سے بھی کم کر کے اعلانیہ فسق کے مرتکب بن بیٹھتے ہیں)

(۲): ایک مشت سے زائد تراش دیا کرو (یہ موضوع ان لوگوں کے خلاف ہے کہ جو داڑھیوں کو اتنا بڑھا لیتے ہیں کہ وہ چہرے پر جمال کی بجائے اللہ کے عذاب اور جلال کی علامت بن کر رہ جاتی ہے اور صورت میں بھیانک پن کا خوفناک حد تک اضافہ ہو جاتا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بے جا لمبائی کئی سادہ لوح مسلمانوں کو داڑھی جیسی سنتِ عظیمہ سے متنفر کرنے کا باعث بھی بنتی رہتی ہے)

جاننا چاہیے کہ پہلے موضوع پر چند ایک رسائل و کتب سامنے آ چکے ہیں جن میں سے شیخ المحققین، قاطع فتنہ رافضیت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "وجوب اللحیۃ" ایک لاجواب تصنیف ہے، اور دوسرے موضوع پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکرم سے بلا مبالغہ "**اللحية الشرعيه**" اپنی مثال آپ ہے کیونکہ خاص اسی موضوع سے متعلق اتنا کثیر مواد شاید پہلے کبھی جمع نہیں ہوا، وحدہ لاشریک لہ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے کہ: "جمالِ بلال" کے بعد یہ سعادت بھی راقم ہی کے

Marfat.com

حصے میں آئی ہے۔

یہ کتاب اگرچہ "**جمالِ بلال**" سے پہلے ہی تحریری منازل طے کر چکی تھی لیکن تھوڑی بہت تبدیلی اور نظرِ ثانی کے لئے اس کی طبع کو ہم نے مؤخر کر دیا تاکہ حتی الوسع اس کو جامع مانع بنا دیا جائے تاہم اللہ کا نام لے کر دوستوں کے بڑھتے ہوئے مطالبے کے پیشِ نظر اس کو طبع کیا جا رہا ہے چنانچہ ہم اس کتاب میں مسئلہ مجثہ پر حتی المقدور رطب و یابس سب کچھ لے آئے ہیں، اس کے باوجود نہ ماننے والوں سے گلہ نہیں، خشک تنقید کرنے والوں کی پرواہ نہیں اور نقد برائے اصلاح سے ہمیں کوئی اعراض نہیں۔

میں بھائی محمد اکبر قادری اکبر بک سیلرز لاہور والے کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت کے خواب کو عملی جامہ پہنایا اور ساتھ ہی ساتھ ان تمام دوستوں کو بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بھی تعاونِ افراح وتسریر سے میری مدد فرمائی۔

میری دعاء ہے اللہ تعالیٰ بندہ کے تمام متعلقین و معاونین کو اجرِ جزیل نصیب فرمائے اور اس کتاب کو عوام و خواص کے لئے فائدہ مند بنا کر میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

(بجاه النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم)

------راجیِ برکات------

ابو الاحمد محمد علی رضاء القادری الاشرفی

امام وخطیب جامع مسجد تاجدارِ مدینہ (سانگلہ ہل)

0305-7388073

Marfat.com

لمبی داڑھی سے متعلق
ایک سوال کا جواب

سوال:

داڑھی کے ایک مشت سے بڑھے ہوئے بالوں کو تراشنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ایک مشت تک داڑھی بڑھانا پھر اس سے زائد کاٹ دینا سنت ہے﴾

دلائل ملاحظہ ہوں!

(1). کان ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد بالوں کو کاٹ لیتے۔

(صحیح بخاری صفحہ نمبر 1036)

(2). عن انس :ان ابا قحافۃ اتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولحیتہ قد انتشرت قال فقال لو اخذتم واشار بیدہ

Marfat.com

الی نواحی لحیتہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے تو انکی داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے (راوی) فرماتے ہیں کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: کاش کہ تم انہیں کاٹ لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کے اردگرد کے بالوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

(جامع المسانید للخوارزمی جلد 2 صفحہ نمبر 446)

(3).عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأخذ لحیتہ من طولھا وعرضھا۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ انکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو لمبائی اور چوڑائی سے کاٹا کرتے تھے

(سنن الترمذی صفحہ نمبر 820 رقم 2762)

(فتح الباری جلد 10 صفحہ نمبر 350)

(الوفاء باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ نمبر 609)

(مشکوۃ المصابیح صفحہ نمبر 381)

(4).عن ابن عمر رضی اللہ عنھما انہ کان یأخذ من لحیتہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: بلاشبہ آپ اپنی داڑھی کو کاٹا کرتے تھے۔

(جامع المسانید للخوارزمی جلد 2 صفحہ نمبر 441)

(5).عن سماك بن یزید قال : کان علی رضی اللہ عنہ یأخذ من لحیتہ۔

Marfat.com

حضرت سماک بن یزید سے روایت ہے فرمایا کہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو کاٹا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر108)

(6).عن ابی زرعة قال: کان ابو هريرة رضی الله عنه يقبض علی لحيته ثم يأخذ ما فضل عن القبضة.

ابوزرعہ سے روایت ہے کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ لیا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر108)

(7).عن الحسن قال: کان يرخصون فيما زاد علی القبضة من اللحية ان يؤخذ منها.

حضرت حسن بصری سے روایت ہے فرمایا کہ: انہیں رخصت دی گئی تھی کہ داڑھی کے مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ لیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر109)

(8).عن ابن عمر رضی الله عنهما: انه کان يأخذ ما فوق القبضة وقال وکيع: ما جاوز القبضة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: بلاشبہ آپ مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ لیا کرتے تھے، اور وکیع کہتے ہیں کہ: داڑھی کے وہ بال جو مٹھی سے تجاوز کر جائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر109)

(9).عن ابی هريرة رضی الله عنه انه کان يأخذ من

Marfat.com

لحيته ما جاوز القبضة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بلاشبہ آپ بھی داڑھی کے مٹھی سے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ لیا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر109)

(10).عن ابی هلال قال: سألت الحسن وابن سيرين فقالا: لا بأس به ان تأخذ من طول لحيتك.

ابو ہلال فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت حسن اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے اس بارے میں پوچھا تو دونوں نے فرمایا کہ: اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنی لمبی داڑھی کو کاٹ لیا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر109)

(11).عن ابراهيم قال: كانوا يطيبون لحاهم ويأخذون من عرضها.

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرمایا کہ: (صحابہ کرام) اپنی داڑھیوں کو سنوار کر رکھتے تھے اور اس کے بڑھے ہوئے بال کاٹ لیا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر109)

(12).عن ابن طاؤس عن ابيه انه كان يأخذ من لحيته ولايوجبه.

ابن طاوس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: بلاشبہ وہ اپنی داڑھی کو کاٹ لیا کرتے تھے اسے یونہی نہیں چھوڑ دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر109)

Marfat.com

(13).عن افلح قال: كان القاسم اذا حلق رأسه اخذ من لحيته وشاربه.

حضرت افلح سے روایت ہے فرمایا کہ: حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جب بھی اپنا سر منڈاتے تو اپنی داڑھی اور مونچھوں کو بھی کاٹا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر109)

(14).عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من سعادۃ المؤمن خفۃ لحیتہ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مؤمن کی خوش نصیبی اس کی داڑھی کے ہلکا ہونے میں ہی ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم12920)

(مجمع الزوائد جلد5صفحہ نمبر215)

چنانچہ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ: داڑھی کو ایک مشت تک بڑھانا واجب اور اس سے زائد بالوں کو تراش دینا سنت ہے، اور حضرات صحابہ وتابعین کا بھی اسی پر عمل تھا۔

نوٹ: یہ سوال غیر مقلد اہلحدیث کے بھرپور اصرار پر ہمارے ایک دیرینہ دوست کی جانب سے کیا گیا تھا، ہمارا جواب علماء اہلحدیث کے پاس پہنچا تو کم وبیش 4ماہ کے سکوت کے بعد انہوں نے اس پر 2 عدد فتوے ارسال کئے اور مذکورہ بالا تقریباً تمام روایات کو ضعیف، موضوع اور مرجوح ٹھہرا لیا، ان دونوں فتووں کی من وعن عبارات اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں!---------

Marfat.com

غیر مقلدین کے دو عدد فتوے

(غیر مقلدین کا پہلا فتویٰ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

اما بعد!

"لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" (التین)

''واقعی یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے''

حکم داڑھی رکھنا اور اسے معاف کر دینا ہے، جبکہ اوپر نیچے سے دائیں بائیں سے کترنا کاٹنا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور ثابت نہیں، جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور عمل بالکل واضح ہے کہ!

(۱)۔ خالفو المشرکین احفوا الشوارب وفروا اللحی۔

(بخاری (5553)، مسلم (259))

ترجمہ: مشرکوں کی مخالفت کرو مونچھیں کاٹو اور داڑھی کو وافر کرو۔

(۲)۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔

(بخاری (5554)، مسلم)

Marfat.com

ترجمہ: مونچھوں کو اچھی طرح کاٹو اور داڑھی کو معاف کر دو۔

(۳)۔ صحیح مسلم میں ہے "وافوا اللحی" اور داڑھی کو پورا مکمل کرو۔ حدیث نمبر (259)

اب داڑھی کا مسئلہ بالکل واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو وافر کرنے، مکمل رکھنے اور معاف کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور صحیح مسلم (260) ہے کہ "وارخوا اللحی" اور لٹکاؤ داڑھیوں کو۔

مختصر یہ کہ "اعفوا" چھوڑ دو، معاف کر دو، "اوفوا" پورا رکھو یعنی مکمل رکھو، "ارخوا" "لٹکاؤ، "وفروا" وافر کرو یعنی زیادہ کرو، بڑھاؤ۔

اب جب صاف اور واضح حکم ہے کہ "مکمل کرو"، "پورا رکھو"، "معاف کر دو"، "لٹکاؤ" تو خط بنانا، کترنا خلاف سنت نہیں تو اور کیا ہے؟ جبکہ صحیح مسلم میں "امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیہ" حدیث نمبر (259) کہ دونوں جہانوں کے سردار، سارے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کے امام جناب محترم ومکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کاٹنے اور داڑھی معاف کرنے، چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔

کیا اب کوئی "کسر" باقی ہے اب اتنے واضح ارشادات نبوی کو چھوڑ کر کوئی اِدھر اُدھر جائے اور مقابلے میں امتیوں کے عمل پیش کرے تو پہلے وہ یہ بتائے کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑا ہے یا کسی امتی کا قول یا عمل، چاہے وہ کوئی بھی ہو اور اتباع اور اطاعت فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنی ہے یا امتیوں کے عمل کی؟ اور ضعیف اور موضوع احادیث وروایات کو سہارا بنانا کیا درست ہے؟ یا لاعلمی ہے؟

Marfat.com

آیئے تفصیل ملاحظہ کریں:

(1) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔۔الخ نمبر(۳)

پوری اور مکمل سند: هناد حدثنا عمر بن هارون عن اسامة ابن زيد عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده۔۔۔الخ۔

اس میں ''عمر بن هارون'' سخت ضعیف نا قابلِ اعتبار مکمل ضعیف بلکہ بعض نے تو اسے ''کذاب خبیث'' تک کہہ دیا ہے دیکھیے: تہذیب الکمال ترجمہ عمر بن هارون ،اور ''تقریب'' امام ابن حجر کی اس میں ہے: متروك و كان حافظا

یعنی اسے چھوڑ دیا گیا تھا حافظ امام ذہبی نے کہا:

''واه ،اتهمه بعضهم'' (الکاشف ترجمہ هارون)

یعنی سخت ضعیف فضول ہے بعض نے تو اسے جھوٹ سے مُتَّہم بھی کیا ہے، مختصر یہ کہ یہ راوی سخت ضعیف ہے، امام البانی نے اس روایت کو ''موضوع'' یعنی من گھڑت کہا، ضعیف الترمذی (2762)، امام بخاری نے اس روایت کی سند کے بارے فرمایا: ''ليس اسناده اصلا'' اس کی سند کی کوئی اصل (بنیاد) نہیں، الترمذی (2762) اس راوی کے بارے مزید تفصیل تہذیب الکمال، التہذیب لابن حجر، الکاشف امام ذہبی کی دیکھیے، جہاں اس کے بارے کذاب، خبیث جیسے القاب دیکھنے کو ملیں گے۔

(2) عن انس رضی الله عنه ان ابا قحافة۔۔الخ نمبر(۲)

جامع المسانيد للخوارزمی (2/446)

عرض ہے کہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مرویات پر یہ کتاب ہے اس کی سند اس

Marfat.com

طرح ہے:''عن الهيثم عن رجل ان ابا قحافة۔۔۔الخ''

(مسند ابی حنیفة روایت الحصکفی (7))

(۱)۔اسمیں''رجل''مجہول ہےاور مجہول کی رویات نا قابلِ قبول ہوتی ہے۔

(۲)۔امام ابوحنیفہ پر جتنی مسانید ہیں ان میں اس روایت کی صحیح یا حسن سند پیش کی جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کا خوف کریں اور''من کذب علی متعمدا فلیتبوأ من النار''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا پس وہ اپنا ٹھکانہ ضرور جہنم میں بنالے۔بخاری (110)

(۳)۔اس کے تمام راویوں کے حالات کہ: وہ قابلِ اعتبار ہیں یا نہیں بتائے جائیں۔

(4)''من سعادة المرء خفة لحيته''

یہ روایت''موضوع''یعنی من گھڑت ہے،اس میں''مسکین بن سراج''منکر الحدیث ہےاور المغیرۃ بن سوید مجہول ہے تفصیل دیکھئے الضعیفة (346/1)

امام ابن الجوزی نے موضوعات (166/1) میں نقل کیا۔

مجمع الزوائد کا حوالہ دیا گیا لیکن آگے ہے: وفيه يوسف بن الغرق قال الازدي كذاب، اس میں یوسف ہے جو کذاب ہے۔

(5)(۱)۔جتنے بھی آثار پیش کیے گئے ہیں ان کی صحیح احادیث کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں کیونکہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی ان اقوال واعمال سے بڑے، اعلیٰ وافضل ہیں، (۲)۔عام حالات میں کیا یہ سب صحابہ، تابعین جن کے آثار پیش کیے داڑھی کے ساتھ ایسا کرتے تھے؟

Marfat.com

اس کا جواب چاہیے اور وضاحت سے چاہیے۔

(۳)۔ابن ابی شیبہ (25993) میں ہے:

عن عطاء بن ابی رباح قال: کانوا یحبون ان یعفوا اللحیة الا فی حج او عمرة۔ (374/8) تابعی عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ (صحابہ تابعین) پسند کرتے تھے کہ: داڑھی کو پورا مکمل رکھا جائے سوائے حج یا عمرہ میں۔اس کی سند صحیح ہے۔[الضعیفۃ تحت (6203)]

یہ جواب سارے آثار کا ہے جن میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ علیہم اجمعین کا داڑھی کو کترنے کا ذکر ہے، جبکہ یہاں تو عام حالات میں داڑھی کاٹی اور کتری جاتی ہے۔

کیا عام حالات اور حج یا عمرہ کے حالات میں کوئی فرق ہے یا نہیں ذرا ہم عقل سے کام لیں۔

امام محمد بن جریر الطبری نے سورہ الحج کی آیت۔۔**ثم لیقضوا تفثهم۔الخ** کی تفسیر میں ایسے آثار نقل کئے ہیں جن کا مطلب ہے کہ ان کا تعلق حج کے ساتھ ہے، عام حالات کیساتھ نہیں۔**وما علینا الا البلاغ المبین**۔

عابد الٰہی

(مریدکے)

Marfat.com

(غیرمقلدین کے کسی گمنام عالم کا دوسرا فتویٰ)

مٹھی سے زائد بال داڑھی کے کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔

(۱)عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خالفوا المشرکین اوفرا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایة انهکوا الشوارب واعفوا اللحی (متفق علیه)

ترجمہ۔ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو دوسری روایت مونچھوں کو اچھی طرح کاٹو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو

(۲)عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خالفوا المشرکین احفوا الشوارب اوفروا اللحی

(مسلم جلد1 / 129مع النووی)

مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھا کر پورا کرو۔

(۳)عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم جزوا الشوارب وارخو اللحی (مسلم)

مونچھیں کاٹو اور داڑھیوں کو ڈھیل دے دو

Marfat.com

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں :معناہ اترکوا ولا تتعرضوا لها بتغیر داڑھیاں ایسے چھوڑو کہ کسی قسم کی تبدیلی نہ لاؤ۔

(٤)عن ابن عمرعن النبی انه امرباحفاء الشوارب واعفاء اللحية (مسلم)

آپ نے مونچھیں کاٹنے اورداڑھیاں چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

(٥)عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله احفوا لشوارب واعفوا اللحی۔

(البیهقی فی شعب الایمان)الجامع الصغیر جلد نمبر ا۔

مونچھیں کاٹو اورداڑھیاں چھوڑ دو۔

(٦) عن انس قال قال رسول الله احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبهوا بالیهود۔(الطحاوی فی شرح معانی الاثار۔۲/۳۳۳)

مونچھیں کاٹو اورداڑھیاں چھوڑ دواور یہود کی مشابہت نہ کرو۔

(٧) عن ابی هریرة قال قال رسول الله ان اهل الشرك یعفون شواربهم ویحفون لحاهم فخالفوهم فاعفوا اللحی واحفو الشوارب (رواه البزار)

مشرک لوگ مونچھیں چھوڑتے اورداڑھیاں کاٹتے رہتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو داڑھیاں چھوڑ واور مونچھیں کاٹو۔

(٨) عن ابی امامة قال قلنا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اهل الکتاب یقصون عثانینهم ویوفرون سبالهم

Marfat.com

قال فقال النبی قصوا سبالكم ووفروا عثانینکم وخالفوا اهل الکتاب

(مسند احمد جلد نمبر 5)

عرض کیا اے اللہ کے رسول اہل کتاب مونچھیں چھوڑتے ہیں اور داڑھیاں کاٹتے ہیں فرمایا تم مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

حافظ ابن حجر نے (المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیة)

باب احفاء الشوارب وتوفير اللحية من كتاب اللباس۔ میں ذکر کرتے ہیں داڑھی رکھنا دین دار لوگوں کا کام ہے اور کاٹنا مونڈھنا بے دین لوگوں کا کام ہے۔

(۹)(۱) مسلم مع النووی کتاب الفضائل میں، جابر بن سمرہ سے بیان ہے رسول کریم کی داڑھی مبارک متعلق وکان كثير اللحية۔(۲) شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ۔ میں ہند بن ابی ہالہ سے بیان ہے (کان كث اللحية)(۳)(مسند احمد) میں حضرت علی سے بیان ہے (ضخيم اللحية) (۴) زیادات مسند عبداللہ میں ہے: (عظيم اللحية) دلائل النبوۃ للبیہقی میں بھی عظيم اللحية کے الفاظ ہیں، حضور کی داڑھی گنی تھی، زیادہ بالوں والی تھی، دونوں طرف سے سینہ بھرتی تھی۔

(۱۰) یزید الفارسی بیان کرتے ہیں: رأيت رسول الله في المنام في زمن ابن عباس فقلت لابن عباس انی رأيت رسول الله فقازل ان رسول الله ۔۔۔۔(الخ)

Marfat.com

قد ملأت لحيته ما بين هذه الى هذه وقد ملأت بنحره ۔۔۔(الخ)

لمبی روایت ہے۔۔۔؟ترمذی باب ماجاء فی رؤیۃ النبی فی المنام۔

مختصر ترجمہ: حضور کی داڑھی سے سینہ مبارک بھرا ہوا تھا ابن عباس نے کہا اگر بیداری میں دیکھتا تو یہی بیان کرتا۔

(۱) فائدہ: لفظ ''اوفروا'' اور ''اعفوا'' کا معنیٰ لغت القاموس اور کتاب النہایہ فی غریب الحدیث، لابن اثیر صفحہ 366 جلد 3 میں ہے: (ان یوفر شعرھا ولا یقص کا الشوارب من عفا الشعر اذا کثر وزاد)

ترجمہ: داڑھی کو بڑھایا جائے مونچھوں کی طرح نہ کاٹا جائے۔

(۲) (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر عبدالرؤف المناوی) جلد 4 صفحہ 316 فرماتے ہیں داڑھی زیادہ کرو بغیر کاٹنے کے۔

(۳) اعفاء اللحی کا معنیٰ شیخ محمد حیات سندھی لکھتے ہیں، داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑنا کوئی چیز نہ کاٹنا جیسا کہ قلندریہ لوگ اور بے دین لوگوں کا کام ہے۔۔۔(الخ)

(۴) یہی بات (الفائق للزمخشری، الصحاح للجوہری، لسان العرب، تاج العروس ایسے ہی فتح الباری، عمدۃ القاری عینی حنفی، ارشاد الساری میں ہے داڑھی کاٹنا اور مونڈنا حکمِ نبوی کے صریحاً خلاف ہے۔

ہماری معلومات میں داڑھی کاٹنا حکمِ رسول کے خلاف ہے۔

آپ کی بیان کردہ 14 روایات میں سے 3 روایات کو رسول کریم کی طرف منسوب کیا گیا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہے آپ کا عمل اور حکم بھی اس کے برعکس ہے اور 3 روایتیں عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب

Marfat.com

کیا باقی سب اماموں کے ناموں سے بیان کی گئی ہیں۔

فقہ حنفی کا اصول ہے (ان اصول الشرع اربعۃ) شرعی اصول چار ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول (۳) قیاس (۴) اجماع امت۔

مولانا صاحب! اپنے حنفی اصول پر غور کرو کیا اس اصول کے مطابق منفرد صحابی کا عمل یا قول حجت ہے اگر صحابی کا عمل حجت ہے تو فقہ کے اصول میں بیان کیوں نہیں کیا گیا۔

اپنے دلائل کو اصول فقہ کی بنیاد پر بیان کریں حدیث رسول آپ کا مذہب نہیں ہے؟

اہل الحدیث مذہب ہے (اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء) اور حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ میں ہمارا عقیدہ ہے (ولقد عفا عنکم)، (ویکفر عنھم من سیأتھم)

دینِ اسلام میں اگر صحابی رسول اللہ کا قول، فعل، یا تقریر بیان کرے وہ دلیل ہے موقوف روایت یعنی منفرد صحابی کا عمل امت کے لئے حجت نہیں ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

(من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ)، (وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا) (ان اتبع الا ما یوحیٰ الی) فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللّٰہ والرسول۔ داڑھی کا ثار رسول اللہ سے ثابت نہیں۔

حضرت علی کے متعلق ذکر کیا گیا ہے یہ بہت بڑا جھوٹ ہے حضرت علی کی داڑھی سینہ تک تھی۔ (بحمد اللّٰہ)

Marfat.com

کیا آپ کے پاس کوئی مرفوع متصل سند کی کوئی روایت نہیں ہے

اپنے بڑوں کی عادت کی طرح آپ نے بھی مرضی کی روایات کو صحیح روایات کے خلاف بیان کیا ہے۔

عبداللہ بن عمر صرف حج یا عمرہ کے موقع پر کاٹنے کا ذکر ہے اس عمل میں آپ منفرد ہیں یہ عملِ صحابی ہے۔۔۔۔۔۔۔(الخ)

ترمذی کی روایت، عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده...... کے متعلق امام ترمذی خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے، یہ روایت بے اصل ہے (فتح الباری) جلد نمبر 10 صفحہ نمبر 350)

راوی عمر بن بلخی متروک الحدیث ہے، امام یحیی بن معین نے اسے کذاب کہا ہے ،احمد بن حنبل، امام نسائی، ابوعلی نیشاپوری اس کو ترک کہتے ہیں، امام دارقطنی نے اسے ضعیف جدا کہا ہے، ابن سور کہتے ہیں کہ محدثین نے اس کی روایت کو چھوڑ دیا ہے۔

میزان الاعتدال حافظ ذہبی نے منکر الحدیث کہا ہے۔

شرح نخبہ میں اس کو ثقہ کا مخالف کہا ہے۔

امام جوزی العلل المتناہیہ میں فرماتے ہیں: هذا الحديث لا يثبت عن رسول الله

نیز میں نے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے حوالہ سے 5 نمبر حدیث نقل کی ہے پڑھ لیں۔(ختم شد)

عرضِ حال:

مذکورہ بالا عبارات غیر مقلدین کے علماء کے دو عدد فتووں کی تھیں جنہیں ہم نے

Marfat.com

جوں کا توں نقل کر دیا یہ دونوں فتوے اکٹھے ہمارے پاس پہنچے اور ہم نے الحمد للہ العزیز صرف چند دنوں میں ان دونوں فتوؤں کا مدلل اور مفصل جواب لکھ کر روانہ کر دیا جس کا جواب تادمِ تحریر نہیں آیا ہم نے اپنے اس جوابی مقالے کا نام ''**اللحية الشرعيه**'' رکھا اور اب نہایت محترم صاحبانِ ذوق دوستوں کی فرمائش پر اس میں مزید دلائل وعبارات کا اضافہ کر کے کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ یہ تحقیق انیق ''قیدوا العلم بالکتاب'' کے پیشِ نظر دفترِ مکتوبات میں محفوظ ہو کر عاطشانِ تحقیق کے لئے مفید ثابت ہو۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں!۔۔۔۔۔

Marfat.com

لا اله الا الله
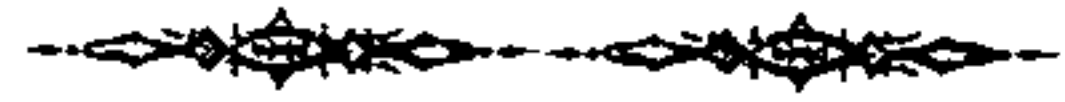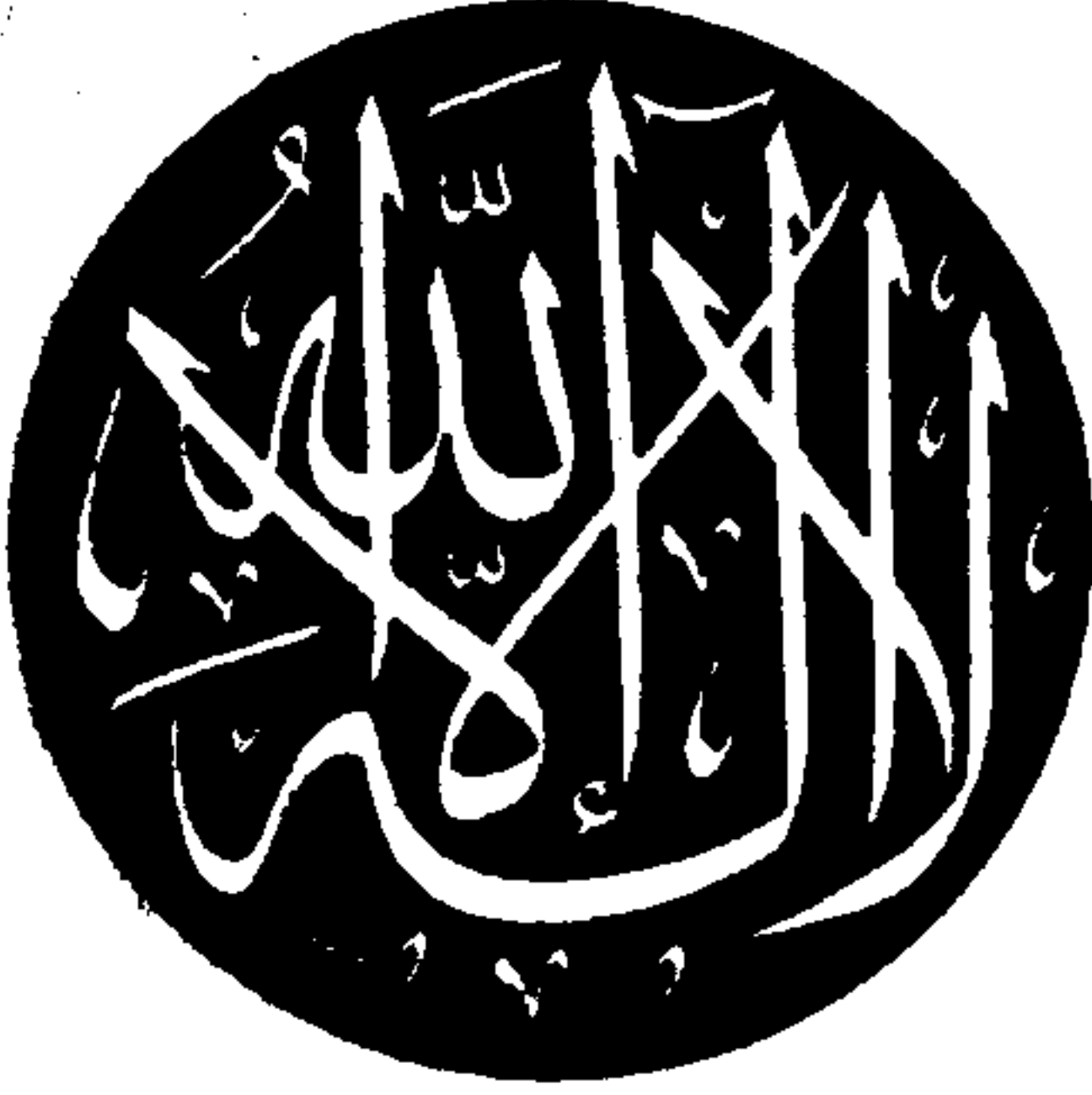
قال الله تعالى في كتابه الكريم
في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه يسبح له فيها بالغدو والآصال

Marfat.com

غیر مقلدین کے ان دونوں فتووں کا مدلل علمی جواب

’’اللحیۃ الشرعیۃ‘‘

(داڑھی کی شرعی مقدار)

تصنیف

ابوالاحمد محمد علی رضاء القادری الاشرفی

(سانگلہ ہل)

Marfat.com

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی زین الرجال باللحی، والعاقبة للمتقین الذین اصطفٰی والصلوة والسلام علی سیّدنا رسوله الکریم المجتبٰی صلی اللّٰہ علیه وسلم وعلیٰ آبائه وآله واصحابه وعلماء ملته واولیاء امته الذین ارتضیٰ

اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم:

"لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" (والتین:4)

صدق اللّٰہ العلی العظیم وصدق رسوله النبی الکریم صلی اللّٰہ علیه وسلم.

غیر مقلد محقق مولوی عابد الٰہی!

بلا تاخیر و تمہیدِ مزید! تمہارے 2 عدد فتوے اکٹھے موصول ہوئے جن میں ایک تمہارا اور دوسرا تمہارے کسی گمنام مفتی کا فتویٰ شامل تھا۔۔۔۔ اچھی طرح پڑھا۔۔۔ کھٹی میٹھی باتوں سے قطع نظر! تمہاری شدید فرمائش پر ہم جواب بالوضاحت پیش کر رہے ہیں۔

چنانچہ کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھیاں بڑھانے کا حکم مختلف الفاظ مثلاً! ''اعفوا، وفروا، ارخوا، اوفوا'' وغیرھا کے ساتھ دیا ہے جن کا مفہوم یہی ہے کہ: ''داڑھیاں بڑھاؤ''۔

لہٰذا خبردار! ہم نہ تو حکمِ اعفاء (داڑھیاں بڑھانے) کے منکر ہیں اور نہ ہی اعفاء

Marfat.com

کی عمومیت سے ہمیں کوئی پریشانی، بلکہ داڑھیاں بڑھانے والی حدیث کے بارے میں جو موقف اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم کا تھا ہمارا بھی الحمدللہ وہی موقف ہے، لیکن تم نے خواہ مخواہ "طوعاً وکرھاً" اسے محلِ اختلاف بنالیا، دراصل اختلاف تو اس میں تھا ہی نہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟، اور نہ ہی "حدیثِ اعفاء" کے حکم "تعمیمِ اعفاء" میں کوئی شک، کیونکہ ہم یہ مانتے ہیں کہ ایک مشت ہونے سے پہلے ہی داڑھی کو تراش لینا ممنوع وفسقِ شرعی ہے اور پھر یہ بھی تو ظاہر ہے کہ: جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اعفوا" وغیرہ میں عمومیت پائی جاتی ہے جسے بلاتأمل ماننا لازم ہے، لیکن یہ حکم "عام" کی کونسی قسم سے متعلق ہے؟ یہی محلِ اختلاف ہے۔

بلکہ حیرت انگیز طور پر داڑھی کے سلسلے میں ہمارے اور تمہارے "کٹر" علماء کے درمیان بھی کوئی خاص اختلاف نہیں ہے بلکہ تمہارا فتویٰ پڑھ کر مزید تعجب ہوا کہ: بجائے "ارجاح وترجیح" کے زوائدِ قبضہ سے داڑھی تراشنے پر سیدھا سیدھا "خلافِ سنت" ہونے کا فتویٰ جڑ دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ: شاید تمہیں اپنے علماء کی کتب دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا، ورنہ داڑھی کے ایک مشت سے زائد بڑھے ہوئے بال کٹانے پر خلافِ سنت ہونے کا یہ "لایعنی" فتویٰ نہ دیتے، چنانچہ حق یہ ہے کہ: اس سلسلے میں سلطنتِ جمہور کے مدِ مقابل بنائی جانے والی تمہاری یہ "ڈیڑھ اینٹ" کی عمارت کی کوئی حیثیت نہیں۔

ازیں قطع نظر! تمہارے موقف سے ثابت ہوتا ہے کہ: داڑھی کے سلسلے میں تمہارے اور ہمارے درمیان اس سارے اختلاف کی بنیاد صرف "اعفوا

Marfat.com

اللحی'' میں مسئلہ ''عمومیت'' ہی ہے، چنانچہ تمہارے نزدیک یہ ''عموم بلا تخصیص'' ہے اور ہمارے نزدیک ''عموم بالتخصیص منه'' ہے، یعنی تم تعیم اعفاء سے کچھ خاص نہ کرنے کے قائل ہو اور ہم اس عمومیت میں سے ''بعض'' کی تخصیص کے حق میں ہیں۔

چونکہ تم نے اپنے فتویٰ میں حدیثِ اعفاء کی عمومیت کو جمہور کی تصریحات ذکر کئے بغیر فقط اپنی ذاتی رائے سے ہی بلا تخصیص تصور کیا، حالانکہ تمہیں اپنے مؤقف کے اثبات کے لئے یا تو حدیث کا صحیح معنیٰ و مفہوم سمجھنا چاہیے تھا یا پھر اتنی سی سمجھ بوجھ کے لئے جمہور علماء کے مقولات و منقولات کا سہارا لینا چاہیے تھا، کیونکہ جمہور کی متفقہ تحقیقات کی ثقاہت اور انہیں دلیل بنانا خود قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ فرمایا!

(1)۔ "ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم ولولا فضل الله عليكم ورحمته لاتبعتم الشيطن الا قليلا"۔(النساء:83)

یعنی (اور اگر وہ لوگ اس (مسئلہ) کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اپنے میں سے امر (علم) والوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے جو مسائل میں کاوش کرتے ہیں اور اگر اللہ کا تم پر فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور شیطان کی پیروی میں لگ جاتے مگر بہت تھوڑے)۔

(2)۔ "من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدىٰ ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولىٰ ونصله جهنم وسائت مصيرا"۔(النساء:115)

Marfat.com

یعنی (جو شخص حق واضح ہو جانے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور مؤمنین کے راستے سے ہٹ کر پیروی میں لگ جائے تو ہم اسے اپنے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں ڈالیں گے نیز وہ کیا ہی بری جگہ ہے)۔

لہٰذا حدیثِ ''اعفاء'' کے معنیٰ کی تحقیق وتعیین میں جمہور علماء محدثین وشارحین متفق ہیں کہ: ''عموم'' سے مراد ''عموم بالتخصیص منه'' ہی لیا جائے گا۔

چنانچہ!

☆۔علامہ سراج الدین ابن ملقن نے امام طبری کے حوالے سے فرمایا کہ:

'قال الطبري: فان قلت: ما وجه قوله صلى الله عليه وسلم: "اعفوا اللحى" وقد علمت ان الاعفاء الاكثار وان من الناس من ان ترك شعر لحيته اتباعا منه لظاهر هذا الحديث تفاحش طولا وعرضا وسمج حتى صار للناس حديثا ومثلا، قيل: قد ثبتت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم على خصوص هذا الخبر".

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن ملقن جلد28صفحہ116)

یعنی (امام طبری فرماتے ہیں کہ: چنانچہ اگر تم کہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کا مفہوم کیا ہے؟ کیونکہ یہ تو معلوم ہو گیا کہ: ''اعفاء'' کا معنیٰ ''اکثار'' یعنی زیادہ کرنا ہے چنانچہ اگر کچھ لوگ اس حدیث کے ظاہر کی اتباع میں اپنی داڑھیوں کو لمبا کرتے جائیں کہ یہ لمبائی اور چوڑائی حد سے بڑھ جائے اور بری معلوم ہونے لگے تو لوگوں کو طرح طرح کی باتیں اور مثالیں سننے کو ملیں گی، تو اس

Marfat.com

کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اس حدیث ''اعفوا اللحی'' کے عموم کی تخصیص ثابت ہے)۔

☆۔ بعد ازاں امام طبری کے پیش کردہ اس جواب پر تصدیقی مہر ثبت کرتے ہوئے علامہ امام ابن ملقن اسی کے آگے یہ فیصلہ کن ''قول'' تحریر فرماتے ہیں کہ:

''والصواب ان قوله صلى الله عليه وسلم :"اعفوا اللحى" على عمومه الا ما خص من ذالك ''یعنی (یہی درست ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کا حکم وہ عام ہے جس سے کچھ خاص کیا گیا ہے)۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن ملقن جلد28صفحہ116)

نیز مسئلہ ''تعمیمِ اعفاء'' کے حل سے ہی ایک دوسرا اختلاف بھی ختم ہو جاتا ہے کہ: آیا شرع شریف میں داڑھی کی کوئی ''حدِ معین'' ہے یا نہیں؟ ہم ''عموم بالتخصیص'' کی طرف مائل اسی لئے حد کے قائل اور تم ٹھہرے ''عموم بلا تخصیص'' کے دعویدار جو بے حد طوالت کے علمبردار، چنانچہ جس طرح داڑھی کو مشت سے کم کروانا (خواہ مونڈ کر ہو یا کتر کے) بالاتفاق ناجائز وگناہ ہے یونہی جمہور ائمہ وعلماء کے نزدیک اس کا طولِ فاحش یعنی بے حد بڑھا دینا کہ ناف کو چھوتی ہو یا اس سے بھی بڑھ جائے جو حدِ تناسب سے خارج اور باعثِ انگشت نمائی ہو مکروہ وناپسند ہے، اور ہو بھی کیوں نہ؟ جب کہ خود شرع شریف میں میانہ روی ہی مطلوب ومسنون ومرغوب ومشروع ومحبوب ہے۔ چنانچہ!--------

Marfat.com
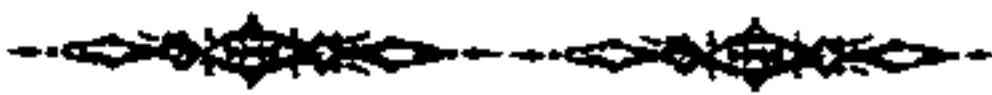
(فصل)

اسلام میں میانہ روی

اسلام میں میانہ روی کو ہی پسند کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تعلیماً ارشاد فرمایا:
''اهدنا الصراط المستقيم ''یعنی اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دے اور جمہور علماء ''صراط مستقیم'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ما بين الافراط والتفريط'' وہ راستہ جو کمی وزیادتی سے پاک ہو نیز اسی میانہ روی پر اللہ کے سبھی نیک بندوں کا عمل رہا کیونکہ فرمایا: ''صراط الذين انعمت عليهم ''یعنی یہ میانہ روی والا راستہ ان لوگوں کا ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے، سوال اٹھا کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر یہ انعام ہوا؟ فرمایا: ''انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين ''یعنی میانہ روی کے انعام یافتہ لوگوں میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین شامل ہیں، نیز پھر سوال اٹھا کہ اس راستے پر کون نہیں چلتا؟ فرمایا: ''غير المغضوب عليهم ولا الضالين ''یعنی اللہ کے غضب کے مستحق اور گمراہ لوگ اس راستے سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا: ''وكان بين ذالك قواما'' یعنی اللہ کے نیک بندے کمی وزیادتی کے درمیان میانہ روی پر ہی رہتے ہیں۔

نیز فرمایا: ''وابتغ بين ذالك سبيلا ''یعنی کمی اور زیادتی کے درمیان والا راستہ

Marfat.com

تلاش کرو۔

نیز فرمایا:''عوان بین ذالك ''یعنی وہ (گائے) کمی اور زیادتی سے درمیانی عمر میں ہونی چاہیے۔

ان آیات میں اگرچہ داڑھی کا ذکر نہیں لیکن ہر عاقل و عالم جانتا ہے کہ: یہ آیات اسلام کے سبھی امور میں میانہ روی اختیار کرنے پر بہترین دلیلیں ہیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میانہ روی کی فضیلت میں ارشاد فرمایا:''خیر الامور اوسطھا ''یعنی سب سے بہتر کام میانہ روی والا ہی ہوتا ہے،

نیز قدوۃ الاولیاء امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:''فان مبنی الشرائع علی التوسط بین المنزلین ''یعنی بلاشبہ شرع شریف کی بنیاد دو مرتبوں کے درمیان میانہ روی ہی اختیار کرنا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغۃ للشاہ ولی اللہ جلد2صفحہ337)

نیز فرمایا کہ:''یرید التوسط بین الافراط والتفریط ''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمی وزیادتی سے پاک درمیانہ راستہ ہی چاہتے ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغۃ للشاہ ولی اللہ جلد2صفحہ338)

Marfat.com
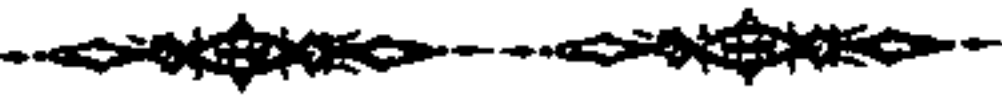
(فصل)

داڑھی میں میانہ روی

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ان الفاظ سے تسبیح بیان کرتے ہیں کہ: ''سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب'' یعنی (پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو مینڈیوں سے سجایا)۔

(کنوز الحقائق للمناوی جلد 1 صفحہ 322 رقم 4043)

(کشف الخفاء للعجلونی جلد 1 صفحہ 393 رقم 1445)

نیز فرمایا: ''ملائکۃ السماء تستغفر لذوائب النساء ولحی الرجا یعنی (آسمان کے فرشتے داڑھی والے مردوں اور مینڈیوں والی عورتوں کے لئے استغفار کرتے ہیں)۔

(کنوز الحقائق للمناوی جلد 2 صفحہ 155 رقم 7026)

امام ابو طالب المکی اور امام غزالی فرماتے ہیں کہ: ''فان اللحية زينة الرجال فان الله سبحانه وملائكته يقسمون والذى زين بنى آدم باللحى وهو من تمام الخلق وبها يتميز الرجال عن النساء وقيل فى غريب التأويل : اللحية هى المراد

Marfat.com

بقوله تعالیٰ "یزید فی الخلق ما یشاء" قال اصحاب الاحنف بن قیس : وددنا ان نشتری للاحنف لحیة ولو بعشرین الفاً، وقال شریح القاضی : وددت لو ان لی لحیة ولو بعشرة آلاف ، وکیف تکرہ اللحیة وفیها تعظیم الرجل والنظر الیه بعین العلم والوقار والرفع فی المجالس واقبال الوجوہ الیه والتقدیم علی الجماعة ووقایة العرض ،فان من یشتم یعرض باللحیة ان کان للمشتوم لحیة".

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحہ168)

(قوت القلوب لابی طالب مکی جلد2صفحہ240)

یعنی بلاشبہ داڑھی مردوں کی زینت ہے اور اللہ اور اس کے فرشتے یوں قسم اٹھاتے ہیں کہ: اس ذات کی قسم! جس نے اولادِ آدم کو داڑھیوں سے سجایا، کیونکہ داڑھی مردانگی کا کمال ہے اور ظاہری صورت میں اسی سے مردوں اور عورتوں کا فرق نمایاں ہوتا ہے، اور ''غریب التأویل'' میں کہا گیا ہے کہ: اللہ کے اس فرمان ''یزید فی الخلق ما یشاء'' سے داڑھی مراد ہے، نیز احنف بن قیس کے اصحاب کہا کرتے تھے کہ ہم چاہتے ہیں کہ احنف کے لئے کہیں سے داڑھی خرید لاتے اگرچہ 20 ہزار میں ہی سہی، اور قاضی شریح کہا کرتے تھے کہ کاش میری بھی داڑھی ہوتی اگرچہ دس ہزار کے بدلے ہی سہی، چنانچہ اس کے باوجود تم داڑھی سے نفرت کیسے کر سکتے ہو، حالانکہ اسی میں مرد کی تعظیم ہے، اسی وجہ سے داڑھی والے کو علم و وقار کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، نیز داڑھی والے کو مجالس میں رفعت نصیب ہوتی ہے، لوگ اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں، اسے جمعت پر مقدم کیا جاتا ہے، اس کی عزت بھی محفوظ رہتی

Marfat.com

ہے،اور تو اور گالی دینے والا داڑھی والے سے اجتناب کرتا ہے۔

چونکہ ثابت ہو چکا کہ: داڑھی آدمی کی زینت ہے اور زینت میں بھی اعتدال ہی مطلوب ومقصودِ شرعی ہے، کیونکہ بلاشبہ دوسرے معاملات کی طرح داڑھی میں بھی میانہ روی کا لحاظ رکھا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے بارے میں حدیث کی مختلف کتابوں میں ''کث اللحیة''، ''عظیم اللحیة''، ''ضخم اللحیة'' اور ''کثیر اللحیة'' وغیرہ کے لفظ بیان کئے گئے ہیں جن کا معنی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک گھنی تھی۔

اسی طرح عموماً مستندات میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ: ''في وصف رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان كث اللحية'' یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک گھنی تھی)۔

چنانچہ عین ممکن ہے کہ کوئی بے شعور ان الفاظ ''کث اللحیة''، ''عظیم اللحیة''، ''ضخم اللحیة'' یا ''کثیر اللحیة'' کا یہ معنی سمجھ لے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک بہت زیادہ لمبی تھی تو جناب! اس وہم کو بھی علماء جمہور نے اپنی کتابوں میں یہ ثابت کر کے رفع کر دیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک زیادہ طویل نہ تھی بلکہ میانہ روی کا ہی حسین نمونہ تھی چنانچہ!

(1)۔ العلامہ امام شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی صفت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''كث اللحية: بفتح الكاف اى غير دقيقها ولا طويلها'' یعنی ''کث اللحیه'' میں کاف پر زبر ہے جس کا معنی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک نہ تو باریک تھی

Marfat.com

اور نہ ہی زیادہ لمبی۔

(اشرف الوسائل شرح الشمائل لابن حجر الهيتمي صفحه66)

(2)۔الامام الشارح علامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ:''ولیست بطویلة''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک زیادہ لمبی نہیں تھی۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء للخفاجي جلد1صفحه331)

(3)۔علامہ ابن ناصر الدین الدمشقی''کث اللحیة'' کا معنیٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:''الکثة التي کثر نباتها من غیر طول ولارقة''یعنی(گھنے بالوں کو''الکثه'' کہتے ہیں جو نہ زیادہ لمبے ہوں اور نہ ہی باریک)۔

(جامع الآثار لابن ناصر الدين الدمشقي جلد4صفحه1886)

(4)۔الشیخ امام ابونعیم بیان فرماتے ہیں کہ:''وقوله : کث اللحیة: الکثوثة ان تکون اللحیة غیر دقیقة ولا طویلة ولکن فیها کثافة من غیر عظم ولاطول''یعنی(حدیث پاک کے بیان کردہ''کث اللحیة'' میں ''کثوثه'' سے مراد ایسی داڑھی ہے جو نہ تو ہلکی ہو اور نہ ہی زیادہ لمبی ہو لیکن اس میں گھنا پن ضرور ہو جس میں بے جا لمبائی نہ ہو)۔

(دلائل النبوة لابي نعيم صفحه633)

میں کہتا ہوں کہ: یہ چند تحقیقی اور مسلمہ اقوال اس بات کی تائید میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک گھنی ضرور تھی لیکن زیادہ طویل نہ تھی جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے لئے ''کثیف اللحیه''، ''کثیر اللحیة''، ''کث اللحیه''، ''عظیم اللحیه'' اور ''ضخیم اللحیة'' جیسے الفاظ تو روایت کئے گئے ہیں البتہ کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی ریش مبارک کے بارے میں ''طویل اللحیۃ'' بیان نہیں کیا، لہٰذا جمہور علماء کے مطابق یہ تمام روایت شدہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے سینے تک ہونے کے ہی حق میں ہیں اس سے متجاوز نہیں۔

چنانچہ اگر تم یہ اعتراض اٹھاؤ کہ: روایت شدہ ''عظیم اللحیۃ'' کے لفظ سے طویل داڑھی مراد ہوسکتی ہے جو ناف کو چھوتی ہو؟

تو میں کہتا ہوں کہ: ایک تو یہ روایت و درایت کے ہی خلاف ہے کیونکہ دوسری روایتوں میں سینے تک کی قید بالکل واضح ہے اور دوسرا یہ کہ: اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ: ''عظیم'' کا لفظ ''طوالت'' کے معنیٰ میں آتا ہے!

تو جناب! سوال یہ ہے کہ: بالکل یہی لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے موئے پُرنور کے سلسلے میں بھی روایت کیا گیا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الجمۃ'' یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''عظیم'' زلفوں والے تھے)

اب کیا یہاں سے یہ استدلال کرنا بجا ہوگا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفیں عنبریں ''عظیم'' یعنی کمر تک یا اس سے بھی زیادہ طویل تھیں؟ حالانکہ اسی حدیث میں ساتھ ہی یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ: ''جمتہ الی شحمۃ اذنیہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک تھیں۔

جی ہاں! ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو! کہ کانوں تک زلفوں کو ''عظیم'' فرمایا گیا ہے تو داڑھی مبارکہ کو ''عظیم'' فرمانے سے ایک مشت مراد کیوں نہیں ہوسکتا؟ آخر

Marfat.com

کس قاعدے کلیے کی وجہ سے سینہ مبارک سے متجاوز مان لیا جائے؟

ہم تو کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا وجودِ مسعود ہی ''عظیم'' تھا جس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک بہت طویل تھا بلکہ مطلب صاف ظاہر ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک میانہ روی کا بے مثال اور حسین نمونہ تھا اسی طرح روایت میں آیا ہے کہ: ''لیس بالطویل الذاهب ولا بالقصیر'' یعنی (نہ تو آپ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ ہی چھوٹے قد والے تھے)، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''معتدل القامة'' یعنی درمیانے قد والے تھے اور ایسے ہی ریش مبارک بھی ''معتدل'' یعنی میانہ روی کا مظہرِ اتم تھی، چنانچہ مزید ملاحظہ کرو!

(5)۔ الشیخ امام ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ: ''مقدار قبضة علی ماهو السنة والاعتدال المتعارف'' یعنی (داڑھی ایک مشت کی مقدار ہی سنت ہے اور یہی راہِ اعتدال ہے)۔

(المرقاۃ شرح المشکوۃ لملا علی القاری جلد8 صفحہ274)

(6)۔ نیز الشیخ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ: ''انه صلی الله علیه وسلم کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها بالسوية، کما فی الرواية، لتقرب من التدویر من جمیع الجوانب، لان الاعتدال محبوب والطول المفرط قد یشوه الخلق، ویطلق السنة المغتابین لفعل ذالك مندوب ما لم ینته تقصیص اللحیه، وجعلها طاقات فیکره، وکان بعض السلف یقبض علی لحیته، فیأخذ ما تحت القبضة، وقال

Marfat.com

النخعي: عجبت لعاقل كيف لا يأخذ من لحيته ، فيجعلها بين لحيتين، فان التوسط في كل شيء حسن"۔

(الزرقاني على المواهب جلد5صفحه508)

یعنی (بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کوطول وعرض سے تراشا کرتے تھے، جیسا کہ روایت میں ہے، یہ تراشنا تمام طرفوں سے گولائی مانند کرنے کے لئے ہی ہوتا تھا کیونکہ یہاں بھی میانہ روی ہی محبوب تھی اور رہا بے جا لمبا کر لینا تو اس سے چہرا بگڑ جاتا ہے جس وجہ سے لوگ زبانیں دراز کرتے ہیں چنانچہ یہ تراشنا پسندیدہ فعل قرار پایا جب تک کہ داڑھی کو مشت سے بھی کم نہ کرلے ورنہ مشت سے کم کر لینا تو ناپسندیدہ عمل ہے اور بعض اسلاف بھی اپنی داڑھیوں کو مشت میں پکڑ کر زائد بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے اس عقل والے پر تعجب ہے جو اپنی داڑھی کے مشت سے زائد بالوں کو نہ کاٹے اسے چاہیے کہ وہ اپنی داڑھی کو اس کی دونوں طرفوں (کمی، زیادتی) کے درمیان کرلے کیونکہ میانہ روی ہر چیز میں اچھی ہوتی ہے)۔

(7)۔العلامہ الشیخ البروسوی لکھتے ہیں کہ:

"فان الطول المفرط يشوه الخلقة، ويطلق السنة المغتابين بالنسبة اليه فلا بأس للاحتراز عنه على هذه النية ،قال النخعي رحمه الله: عجبت لرجل عاقل طويل اللحية كيف لا يأخذ من لحيته ، فيجعلها بين لحيتين،اى طويل وقصير ، فان التوسط في كل شيء حسن"۔

(مفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام للبروسوى صفحه362)

Marfat.com

یعنی (پس بلاشبہ حد سے زیادہ لمبا ہونا چہرے کو بگاڑتا ہے جس کی نسبت لوگ زبانیں دراز کرتے ہیں چنانچہ اس قباحت سے بچتے ہوئے اس نیت سے زائد بالوں کو کاٹ لینے میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے اس سمجھدار آدمی پر حیرت ہے جس کی داڑھی بہت لمبی ہو کہ وہ اپنی داڑھی کو تراشتا کیوں نہیں؟ اسے چاہیے کہ: وہ اسے دونوں طرفوں یعنی بہت چھوٹی اور بہت لمبی کے درمیان میں کرلے کیونکہ ہر شے ءمیں میانہ روی اچھی ہوتی ہے)۔

(8)۔امام ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ:

”ترکتم قدر المستحب ، وهو مقدار القبضة، وهي الحد المتوسط بين الطرفين المذمومين من ارسالها مطلقاً ومن حلقها وقصها على وجه استئصالها“۔

(شرح مسند امام اعظم لملا علی القاری صفحہ423)

یعنی (تم داڑھی کی مستحب مقدار چھوڑ دو اور وہ ایک مشت کی مقدار ہی ہے اور یہی درمیانی حد ہے دو مذموم طرفوں کے درمیان جن میں سے ایک مطلقاً لٹکا دینا ہے اور دوسری اسے مونڈ دینا اور جڑ سے اکھیڑنے کے قریب کاٹ دینا ہے)۔

(9)۔الشیخ الامام محمد عبد الرؤوف المناوی داڑھی میں میانہ روی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: ”ففي الخبر دلالة على انه خير الامور في التزين الوسط وترك المبالغة“ یعنی (داڑھی والی حدیث میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ زیب وزینت کے تمام امور میں میانہ روی ہی بہتر ہوتی ہے اور مبالغہ کو چھوڑ دینا ہی اہم ہوتا ہے)۔

Marfat.com

(فیض القدیر للمناوی جلد7صفحہ517رقم8251)

نیز علامہ مناوی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے میانہ روی کا مظہرِ اتم ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے یوں بھی فرماتے ہیں کہ:"وذالك ليقرب من التدوير جميع الجوانب ، لان الاعتدال محبوب ، والطول المفرط قد يشوه الخلقة ويطلق السنة المغتابين"یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ریش مبارک کوطول وعرض سے تراشنا اس لئے تھا تاکہ ریش مبارک تمام طرفوں سے گولائی کے قریب ہوجائے کیونکہ اس میں بھی میانہ روی ہی محبوب ہے اور بے جا لمبا کر دینا چہرے کی خوبصورتی کو بگاڑ دیتا ہے اور اس سے بعض کی زبانیں بھی چلنے لگتی ہیں)۔

(فیض القدیر للمناوی جلد6صفحہ578)

(10)۔الشیخ الامام غزالی فرماتے ہیں کہ:

"والامر فی هذا قريب ان لم ينته الى تقصيص اللحية وتدويرها من الجوانب فان الطول المفرط قد يشوه الخلقة ويطلق السنة المغتابين بالنبذ اليه فلا بأس بالاحتراز عنه على هذه النية،وقال النخعي : عجبت لرجل عاقل طويل اللحية كيف لا يأخذ من لحيته ، ويجعلها بين لحيتين ، فان التوسط فی كل شیء حسن"۔

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحہ166)

اور اس معاملہ میں اعتدال یہی ہے کہ اگر داڑھی کاٹنے اور کناروں سے گولائی مانند کرنے سے گریز کیا جائے تو داڑھی کی ایسی بے جا لمبائی کبھی صورت کو بگاڑ دیگی

Marfat.com

اورغیبت کرنے والوں کی زبانیں بھی کھول دیگی لہٰذا اس نیت سے بے جالمبائی سے بچتے ہوئے داڑھی کے زوائد کوتراشنے میں کوئی حرج نہیں، نیز حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے اس سمجھدار آدمی پر حیرت ہے جس کی داڑھی بہت لمبی ہو کہ وہ اپنی داڑھی کوتراشتا کیوں نہیں؟ اسے چاہیے کہ: وہ اسے دونوں طرفوں کے درمیان میں کرلے کیونکہ ہر شےء میں میانہ روی اچھی ہوتی ہے۔

(11)۔العلامہ الشیخ سراج الدین ابن ملقن فرماتے ہیں کہ:

"وعلة توفير اللحية ان فيه جمالا للوجه وزينة للرجال وجاء في بعض الخبر : ان الله تعالىٰ زين بني آدم باللحى ، ولان الغرض بذالك مخالفة الاعاجم وهذا مالم يخرج بطولها عن الحد المعتاد فيقضي لصاحبها الى ان يسخر به"۔

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن ملقن جلد28صفحه115)

یعنی(داڑھیاں بڑھانے میں حکمت یہ ہے کہ: اس سے چہرے کا جمال اور مردانگی کا کمال ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بیٹوں کوداڑھیوں کے ساتھ زینت بخشی،اور داڑھی رکھنے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ: عجمی کفار کی مخالفت ہو اور یہ اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ: داڑھی حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرے تو داڑھی والے کو چاہیے کہ: اس کے ذریعے دوسروں کو بھی اُبھارے)۔

چنانچہ اگر ضد کی عینک اتار کر انصاف کی نظروں سے دیکھو تو یہ ماننے میں تمہیں ذرا بھی پریشانی نہ ہوگی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کی ریش ہائے مبارکہ بھی حدِ اعتدال سے متجاوز نہ تھیں چنانچہ اس بات کا اقرار تو تمہارے مجہول مفتی نے بھی اپنے فتویٰ میں بالدلائل کیا ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک سینے تک تھی''۔

لہٰذا عقل سے کام لے کر بتاؤ کہ: کیا یہ ممکن ہے؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے موئے مبارک تو بڑھتے ہوں اور تراشے بھی جاتے ہوں لیکن ریش مبارک پوری حیاتِ ظاہری بے تراشے سینہ مبارک سے آگے ہی نہ بڑھی ہو؟

کیا کسی صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا سینہ مبارک سے تجاوز کر جانا روایت کیا ہے؟ اگر کیا ہے، تو پیش کرو ورنہ اپنی عقل کو اتنا سوچنے کی ذمہ داری بھی مرحمت کر دو کہ: آخر کیا وجہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پوری زندگی سینہ مبارک سے آگے ہی نہیں بڑھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ریش مبارک کو تراش کر مزید بڑھنے سے روکتے رہے؟ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ: شاید بطور خصوصیت ریش مبارک کے بال بڑھتے ہی نہ تھے؟

اگر کہو کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو تراش کر مزید بڑھنے سے روکا کرتے تھے تو پھر دیر کس بات کی ہے؟ ۔۔۔ کہہ ڈالو! کہ داڑھی کو مزید بڑھنے سے روکنے کے لئے تراشنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے خلافِ سنت نہیں۔

لیکن اگر تم یہ کہو کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے موئے پُرنور قدرتی طور پر سینہ مبارک سے تجاوز ہی نہیں کرتے تھے تو سب سے پہلے تو ''فأتوا برهانكم ان كنتم صادقين'' تم

Marfat.com

اس کی کوئی دلیل پیش کردو اگر سچے ہو ورنہ تمہیں مان جانا چاہیے! کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے مزید نہ بڑھنے کا سبب ''اخذِ لحیہ'' یعنی تراشنا ہی تھا اور دوسرا یہ کہ: اگر عادت سے مجبور دلیل کی عدمِ دستیابی کے باوجود اسی پر ''اڑے'' رہو کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے پُر نور بڑھتے ہی نہ تھے'' تو ''سبحان اللہ'' تمہارا یہ قول ہمارے لئے سابق سے بھی زیادہ خوشی کا باعث ہے تو ہمیں اسے تمہاری طرف سے پہلا دعویٰ سمجھتے ہیں۔

اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سمیت پورے کا پورا چہرا ایسا کمال کا حسین تھا کہ حضرت اماں عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اپنا چہرہ پاک آئینے میں دیکھا کرتے تھے تو یوں اللہ کی حمد کی کرتے تھے کہ: ''تمام خوبیاں اللہ کے لئے جس نے میری صورت کو حسین بنایا'' اور صرف چہرہ مبارک ہی نہیں بلکہ ریش مبارک بھی خوب حسین تھی چنانچہ: علامہ ابن عساکر سمیت کئی معتمد علیہ علماء مثلاً! عارف باللہ امام یوسف بن اسماعیل النبہانی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''حسن اللحیة'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک نہایت حسین ہے۔

(الانوار المحمدیہ للنبہانی صفحہ128)

اسی طرح علامہ ابن ناصر الدین الدمشقی ''جامع الآثار فی مولد النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم''، امام طبرانی ''المعجم الکبیر''، امام بخاری ''التاریخ الکبیر''، امام الہیثمی ''مجمع الزوائد'' اور امام بیہقی ''دلائل النبوۃ'' میں فرماتے ہیں کہ: ایک شخص (حضرت عداء بن خالد) جنہوں نے رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا جب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بارے میں پوچھا گیا تو بولے: ''کان حسن السبلہ ،قال. وکانت العرب اھل الجاھلیۃ یسمون اللحیۃ: سبلۃ'' یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین ''سبلہ'' والے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ: زمانہ جاہلیت میں عرب داڑھی کو ''سبلہ'' کہتے تھے)۔

(جامع الآثار لابن ناصر الدین الدمشقی جلد4صفحہ1887)

(دلائل النبوۃ للامام بیہقی جلد1صفحہ117)

چنانچہ اب اس توضیح کے ساتھ اگر تمہارا پہلا دعویٰ یعنی (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک بغیر تراشنے کے قدرتی طور پر ہی گول تھی اور اس سے آگے نہ بڑھتی تھی) کو ملایا جائے تو نتیجہ یوں نکلے گا کہ: اگر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو بڑھنے ہی نہیں دیا تو محض اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے اس سے زیادہ لمبے نہ ہونے میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیدہ زیبی تھی، یعنی دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لو کہ: داڑھی کے ایک مشت تک ہونے میں ہی جو حسن ہے وہ اس سے زیادہ ہونے میں نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو بے حد بڑھا دیتا چنانچہ اب ذرا سا انصاف سے بتاؤ! کہ تم میں سے جن لوگوں کی داڑھیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدِ مقدار سے بڑھ کر ناف یا اس سے بھی نیچے پہنچ جاتی ہیں، کیا یہ خلافِ سنت نہیں؟ اور کیا یہ سنت کے ساتھ مذاق نہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' یعنی (ہم نے انسان کو حسین صورت میں پیدا فرمایا ہے)، نیز حدیث پاک میں ہے

Marfat.com

کہ: ''ان اللّٰہ جمیل واللّٰہ یحب الجمال ''یعنی (اللہ جمیل ہے اور جمال کو ہی پسند کرتا ہے)۔

اور ظاہر ہے کہ: ''احسن تقویم ''اور''جمال''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی دوسرا بہترین نمونہ ہو ہی نہیں سکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جمال وکمال میں ریش مبارک کا اعتدال بڑے معانی رکھتا ہے چنانچہ جس کی داڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدارِ ریش سے میل کھائے اسی کی داڑھی حسن و جمال کا باعث بنے گی۔

Marfat.com
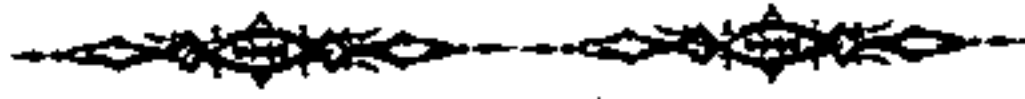
(فصل)

اخذِ لحیہ کی شرعی حیثیت میں اختلافِ علماء کی توجیہات

اخذِ لحیہ کے مشروع ومأمور ہونے پر جمہور علماء کا اتفاق ہے لیکن مجوز شرعی حیثیت میں کچھ حد تک اختلاف ہے بعض علماء تراشنے کے وجوب پر فتویٰ دیتے ہیں اور بعض اس وجوب میں ذرا نرمی برتتے ہیں چنانچہ!

(1)۔قولِ وجوب کی توجیہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"لاتقدموا بين يدى الله ورسوله" (اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو)، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سینہ مبارک تک ہی تھی۔

چنانچہ الحمدللہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی حدِ مقدار کو ہی محبوب سمجھتے ہیں اسی لئے ہماری داڑھیوں کا وہ حصہ جو محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بڑھنے لگتا ہے تو ہم اتنے حصے کو ہی اتار کر خود سے جدا کر دیتے ہیں ،شاید یہی وجہ ہے کہ: ہمارے بعض علماء نے مشت سے زائد داڑھی کو کاٹنا واجب تک لکھدیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اپنی بے مثال محبت کا ثبوت دیا، جیسا کہ: فقہ حنفی کی مشہور کتابوں میں اسی پر صراحت موجود ہے چنانچہ!

Marfat.com

(۱)۔''البنایه شرح الهدایه''میں ہے کہ:''وقال الکاکی : طولُ اللحیة بقدر القبضة عندنا وما زاد علیٰ ذالك یجب قطعه هکذا روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یأخذ من طولها وعرضها اورده ابو عیسیٰ اسحاق فی جامعه۔ وفی المحیط اختلف فی اعفاء اللحیة قال بعضهم یترکها حتی تکثف وتکبر والقص سنة فما زاد علیٰ قبضة قطعها''

(البنایة شرح الهدایة جلد3صفحه346کتاب الصوم ما یوجب)

یعنی (علامہ کاکی فرماتے ہیں کہ: داڑھی کو ایک مشت تک لمبا رکھنے پر ہی ہمارا فتویٰ ہے، اور جو اس سے بڑھ جائے تو اس کا کاٹ دینا واجب ہے اسی طرح جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے طول وعرض کے زوائد کو تراش لیا کرتے تھے اس حدیث کو ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے۔۔۔۔اور''المحیط'' میں ہے کہ: داڑھی کو بڑھانے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ: داڑھی کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا تاکہ وہ اور زیادہ گھنی اور لمبی ہوجائے حالانکہ داڑھی کے ان بالوں کو جو ایک مشت سے زائد ہوجائیں تراش دینا ہی سنت ہے)۔

(۲)۔ ''در مختار''میں ہے کہ:''صرح فی النهایة بوجوب قطع ما زاد علی القبضة''یعنی (نہایہ میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ: داڑھی کے جو بال مشت کی مقدار سے زائد ہوں انہیں کتر ڈالنا واجب ہے)۔

(در مختار مع رد المحتار جلد3صفحه456)

Marfat.com

(۳)۔ ''ردالمحتار'' میں ہے کہ: ''وما وراء ذالك يجب قطعه هكذا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يأخذ من اللحية من طولها وعرضها اورده ابو عيسىٰ يعني الترمذى فى جامعه ومثله فى المعراج وقد نقله عنها فى الفتح''

(رد المحتار على الدر المختار جلد3صفحه456)

یعنی (جو بال ایک مشت سے بڑھ جائیں انہیں کاٹ دینا واجب ہے کیونکہ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو طول وعرض سے تراشا کرتے تھے اس روایت کو ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے اور اسی طرح ''المعراج'' میں لکھا ہے اور اسی بات کو ابن ہمام نے ''فتح القدیر'' میں بھی نقل کیا ہے)۔

(۴)۔ نیز ''بحرالرائق'' میں ہے کہ: "واما الاخذ منها وهى دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة والمخنثة من الرجال فلم يبحه احد كذا فى فتح القدير وقد صرح فى النهاية بوجوب قطع مازاد على القبضة بالضمة ومقتضاه الاثم بتركه"۔

(بحر الرائق جلد2صفحه280مطبوعه مصر)

یعنی (اور داڑھی کے بالوں کو ایک مشت ہونے سے پہلے ہی کاٹ دینے کو جیسا کہ بعض مغربی لوگ اور ہیجڑے کرتے ہیں کسی نے بھی جائز نہیں کہا، جیسا کہ ''فتح القدیر'' میں بھی موجود ہے اور ''نہایہ'' میں مشت سے بڑھے ہوئے داڑھی کے بالوں کو کاٹ دینے کے واجب ہونے کی صراحت کردی گئی ہے، ''قبضۃ'' قاف کی پیش

Marfat.com

کے ساتھ ہے، اوراس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ: داڑھی کو یونہی چھوڑ دینے پر گناہگار ہوگا)۔

(۵)۔اسی طرح امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ:''وھو ای القدر المسنون فی اللحیة :القبضة وماوراء ذالك یجب قطعه ھکذا عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انه کان یأخذ عن لحیته من طولها وعرضها''

(فتح القدیر لابن ھمام جلد2صفحه76کتاب الصوم)

یعنی (داڑھی کی مسنون مقدار''ایک مشت'' ہے اور جو اس سے بڑھ جائے اسے کاٹ دینا واجب ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طول وعرض سے زوائدِ لحیہ کو تراش دیا کرتے تھے)۔

(٦)۔اور یہی تصریح امام ملا علی القاری نے بھی فرمادی کہ:''وفی النهایة شرح الهدایة عندنا طولها بقدر القبضة بضم القاف وما وراء ذالك یجب قطعه''یعنی (اورنہایہ شرح ہدایہ میں یوں ہے کہ: ہمارے نزدیک داڑھی کی لمبائی ایک مشت تک مشروع ہے اور جو کچھ اس سے زائد ہو اسے کاٹ دینا واجب ہے)۔

(المرقاة شرح المشکوة لملا علی القاری جلد8صفحه285)

(۷)۔اوراسی پر الحمدللہ العزیز ہمارے الشیخ الامام محمد احمد رضاء خان القادری البریلوی کا فتویٰ ہے''کما فی الفتاوی الرضویة''۔

(۸)۔نیز اسی پر فتویٰ دیتے ہوئے علامہ امام سراج الدین ابن ملقن تحریر فرماتے ہیں کہ:''وواجب قصه''یعنی (داڑھی کے زوائد کاٹنا واجب ہے)۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن ملقن جلد28صفحه116)

Marfat.com

(۹،۱۰)۔چنانچہ اسی قول کے مطابق فیصلہ فرماتے ہوئے امام ابوطالب مکی اور امام ملا علی القاری رقمطراز ہیں کہ:''ومن البدع المحدثة اثنتا عشرة خصلة بعضها اعظم من بعض وکلها مکروهة۔۔ ومن ذالك : النقصان منها والزیادة فیها''یعنی (داڑھی کے معاملے میں بُری بدعتیں کل 12 چیزیں ہیں اور وہ ساری کی ساری مکروہ ہیں۔۔۔۔۔جن میں سے ایک یہ کہ: داڑھی کو مشت سے کم کردیا جائے یا مشت سے زائد کردیا جائے)۔

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2صفحہ240،241)

(المرقاۃ شرح المشکوۃ لملا علی جلد8صفحہ274رقم 4421)

(۱۱)۔نیز امام ابو طالب مکی مزید لکھتے ہیں کہ:''وکان ابن عمر یقول للحلاق ابلغ العظمین فانهما منتهی اللحیة یعنی حدها ولذالك سمیت لحیة لان حدها للحی فالزیادة علی ذالك الحد والنقصان منه محدث'' یعنی (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بال کاٹنے والے سے فرمایا کرتے ہیں کہ دونوں ہڈیوں تک پہنچ جا کیونکہ وہ دونوں داڑھی کا اختتام یعنی حد ہیں اور اسی لئے داڑھی کو لحیہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی حد''لحی''یعنی جبڑے ہیں چنانچہ حد سے زیادہ لمبا کردینا بھی بدعت ہے اور اس سے کم کردینا بھی)۔

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2صفحہ243)

یہاں تک مشت سے بڑھے ہوئے بالوں کو تراشنے کے وجوب کی تصریح وتوجیہ تھی۔

(2)۔قولِ سنت کی توجیہ:

اور ہمارے جن اکثر علماء نے مشت سے زائد بالوں کا کتر ڈالنا سنت لکھا ہے تو

Marfat.com

وہ اولاً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشت سے زائد بالوں کے تراشنے کا لحاظ رکھتے ہیں چنانچہ:

(۱)۔ ''فتاویٰ ہندیہ'' میں محیط سرخسی کے حوالے سے ہے کہ: ''القص سنة فيها وهو ان يقبض على لحيته فاذا زاد على قبضته شيء جزه'' یعنی (داڑھی کے زائد حصے کو کتر دینا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ: بقدرِ مشت داڑھی چھوڑ کر باقی زائد کو کتر ڈالے)۔

(فتاویٰ ہندیہ جلد5صفحہ358)

(۲)۔ نیز اسی پر ''الاختیار'' میں بھی فتویٰ دیا گیا ہے کہ: ''التقصير فيها سنة وهو ان يقبض على لحيته فاذا زاد على قبضته شيء جزه'' یعنی (ایک مشت سے زائد داڑھی کے بالوں کا کتر دینا سنت ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ: داڑھی کو مشت میں پکڑ کر زائد بالوں کو کتر دیا جائے)۔

(الاختيار لتعليل المختار جلد4صفحہ167)

(۳)۔ اسی طرح ''رد المحتار'' میں ''المبتغی'' کے حوالے سے ہے کہ ''وهو سنة'' یعنی اخذِ لحیہ سنت ہے۔

(رد المحتار على الدر المختار جلد3صفحہ456)

اور ثانیاً یا پھر وہ علماء سابقہ مبحث کے لفظِ ''وجوب'' کو سنت کے معنیٰ پر محمول کرتے ہیں چنانچہ:

(۴)۔ امام ملا علی القاری اسی پر تصریح فرماتے ہیں کہ: ''وقوله يجب بمعنى ينبغي او المراد به انه سنة مؤكدة قريبة الى الوجوب والا فلايصح على اطلاقه، وقال ابن الملك: تسوية شعر اللحية سنة وهي ان يقص

Marfat.com

کل شعرۃ اطول من غیرھا لیستوی جمیعھا''۔

(المرقاۃ لملا علی القاری جلد8صفحہ285)

یعنی (النہایہ کے قول ''یجب'' سے مراد ''تقاضہ'' ہے یا پھر اس سے مراد ''سنتِ مؤکدہ'' ہے جو وجوب کے قریب ہوتی ہے ورنہ اس کا اطلاق درست نہ ہوگا اور الشیخ ابن الملک فرماتے ہیں کہ: داڑھی کے بالوں کو تراش کر برابر رکھنا سنت ہے اور وہ اس طرح کہ: مشت سے زائد بڑھے ہوئے ہر بال کو کاٹ دیا جائے تا کہ تمام بال برابر ہو جائیں)۔

یہاں تک اخذِ لحیہ کو سنت قرار دینے والوں کی تصریح و توجیہ تھی۔

(3)۔قولِ استحباب کی توجیہ:

اسی طرح ہمارے بعض علماء یہاں سنت کو سنتِ زوائد پر محمول کرتے ہوئے بال مشت سے زائد بڑھانے کو خلاف سنت و مکروہ اور اس کے مدِ مقابل میانہ روی کو مستحب و مستحسن لکھتے ہیں مثلاً!

(۱)۔امام ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ: ''ان کان الطول الزائد بان تکون زیادۃ علی القبضۃ فغیر ممدوح شرعا'' یعنی (اگر داڑھی زیادہ لمبی ہو یعنی ایک مشت سے زائد ہو جائے تو ایسا ہونا شریعت میں پسندیدہ عمل نہیں رہتا)۔

(جمع الوسائل شرح الشمائل لملا علی حصہ 1صفحہ45)

(۲)۔اسی طرح المنتقی شرح الموطا میں ہے کہ: ''وقد استحب ذالک مالک رحمہ اللہ تعالیٰ لان الاخذ منھما علی وجہ لا یغیر الخلقۃ من الجمال ــــ واما ما تزاید منھما وخرج عن الجمال الی حد التشحث

Marfat.com

وبقائه مثلة''۔

(المنتقیٰ فی الموطا جلد3صفحہ32کتاب الحج الباب السادس)

یعنی (امام مالک نے داڑھی کے زوائد تراشنا مستحب قرار دیا ہے کیونکہ ان دونوں (سر اور داڑھی کے زوائد) کاٹنا ایسا عمل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جمال اور خوبصورتی رکھی ہے، تاکہ ان کے بڑھ جانے سے انسانی جمال میں تغیر نہ آجائے،۔۔۔نیز ان دونوں کے ایسے بال جو حدِ جمال سے بڑھ جائیں جس سے ان میں بدصورتی پیدا ہو جائے اس حد تک بڑھانا اور باقی رکھنا''مثلہ''یعنی شکل کے بگاڑنے میں داخل ہو جاتا ہے)۔

(۳،۴،۵)۔اور امام ابو طالب المکی، امام غزالی اور امام ملا علی القاری لکھتے ہیں کہ:''وكان ابراهيم النخعي ومثله من السلف يقول: عجبت لرجل عاقل طويل اللحية كيف لايأخذ من لحيته فيجعلها بين لحيتين فان التوسط في كل شيء حسن''یعنی (حضرت ابراہیم نخعی اور دیگر اسلاف فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے لمبی داڑھی والے شخص کی عقل پر تعجب ہے کہ وہ اپنی داڑھی کو تراشتا کیوں نہیں؟ چنانچہ اسے اپنی داڑھی کو طول وقصر کے درمیان کر لینی چاہیے کیونکہ ہر شےء میں میانہ روی ہی مستحسن ہے)۔

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2صفحہ244)

(المرقاۃ لملا علی القاری جلد8صفحہ285رقم4439)

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحہ166)

(۶)۔نیز امام عبدالرؤوف المناوی فرماتے ہیں کہ:''فلعل ذالك مندوب مالم ينته الى تقصيص اللحية وجعلها طاقة فانه مكروه''یعنی (شاید

Marfat.com

کہ داڑھی کو تراشنا مستحب ہے جب تک کہ داڑھی کو حد سے بھی کم نہ کر دیا جائے اور داڑھی کو بڑھا کر گلے کا طوق بنالینا مکروہ ہے)۔

(فیض القدیر للمناوی جلد 6 صفحہ 578)

(۷،۸)۔ اسی طرح امام غزالی اور امام ملا علی القاری نے یوں بھی فرمایا کہ: ''واستحسنه الشعبی وابن سیرین'' یعنی (داڑھی کو تراشنا امام شعبی اور امام ابن سیرین نے مستحب قرار دیا ہے)۔

(المرقاۃ لملا علی القاری جلد 8 صفحہ 285 رقم 4439)

(احیاء العلوم للغزالی جلد 1 صفحہ 166)

یہاں تک اخذِ لحیہ کو مستحب قرار دینے والوں کی تصریح و توجیہ تھی۔

(4)۔ قولِ جواز کی توجیہ:

نیز بعض علماء تو اخذِ لحیہ کو محض جائز بھی قرار دیتے ہیں جیسا کہ:

(۱)۔ الشیخ العلامہ الامام قسطلانی فرماتے ہیں کہ: ''ویجوز کسرھا ای زاد علی القبضة'' یعنی داڑھی کے مشت سے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ دینا جائز ہے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری للقسطلانی جلد 8 صفحہ 464)

(۲)۔ اسی طرح امام غزالی فرماتے ہیں کہ: ''ان قبض الرجل علی لحیته واخذ ما فضل عن القبضة فلا بأس فقد فعله ابن عمر وجماعة من التابعین'' یعنی اگر آدمی اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر اس سے زائد بالوں کو کاٹ ڈالے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ایسا ہی جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما اور تابعین کی پوری جماعت سے ثابت ہے۔

Marfat.com

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحہ166)

(۴)۔"رد المحتار" میں ہے کہ"فی شرح الشیخ اسماعیل : لا بأس بان یقبض علی لحیته فاذا زاد علی قبضته شیء جزه کما فی المنیة۔ وفی المجتبیٰ والینابیع وغیرهما: لا بأس باخذ اطراف اللحیة اذا طالت"۔

(رد المحتار علی الدر المختار جلد3صفحہ456)

یعنی (شیخ اسماعیل کی شرح میں ہے کہ: داڑھی جب ایک مشت سے بڑھ جائے تو اسے کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ"المنیة" میں ہے۔۔۔۔۔۔اور "المجتبیٰ "اور"الینابیع "وغیرھما میں ہے کہ: داڑھی جب لمبی ہو جائے تو اس کے اطراف سے کانٹ چھانٹ کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

تصریحاتِ مذکورہ بالا میں"لابأس" سے بھی جواز کی طرف اشارہ ہے۔

(5)۔جواز الاعفاء بوجوب الاخذ کی توجیہ:

اسی طرح ہمارے بعض علماء تو ایسے بھی ہیں جو تھوڑی بہت داڑھی بڑھانے میں بھی رخصت دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی مشت سے زائد کو تراش ڈالنا واجب بھی قرار دیتے ہیں جیسا کہ:

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:"مشهور قدر یك مشت است چنانکه کمتر ازیں نباید واگر زیاده براں بگزارد نیز جائز است بشرطیکه از حدِ اعتدال نگزرد "یعنی (مشہور مقدار ایک مشت ہے پس اس مقدار سے کم نہیں ہونی چاہیے، اور اگر اس سے زیادہ چھوڑ دے تو

Marfat.com

بھی جائز ہے بشرطیکہ حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرے)۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ لعبد الحق الدھلوی جلد1 صفحہ212)

نیز شیخ محقق اپنی دوسری کتاب "مدارج النبوت" فرماتے ہیں کہ: "حیث قال مشہور در مذہب حنفی چہار انگشت وظاہر آنست کہ مراد آں باشد کہ کم ازیں نمی باید ولیکن در روایت آمدہ است کہ واجب است قطع زیادہ برآں وگفتہ اند کہ اگر علماء ومشائخ زیادہ براں بگزارند نیز درست است" یعنی (جیسا کہ فرمایا مذہب حنفی میں مشہور یہ ہے کہ: مقدار داڑھی کی چار انگشت ہو اور ظاہر یہ ہے کہ: اس سے کم نہیں ہونی چاہیے لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ: اس سے زائد کو کاٹ دینا واجب ہے اور فرماتے ہیں کہ: اگر علماء ومشائخ اس سے زائد رکھیں تو بھی جائز ہے)۔

(مدارج النبوۃ لعبد الحق الدھلوی جلد1 صفحہ14)

حاصلِ کلام:

بہر حال مذکورہ بالا فقہاء کے کلام بھی ایک دوسرے کے منافی نہیں بلکہ سب نے کسی نہ کسی خاص صورت کا اعتبار کر کے ہی فتوی دیا ہے اسی طرح شیخ محقق کا مشت سے زائد داڑھی کو جائز قرار دینا بھی سابق کے منافی نہیں کیونکہ داڑھی مشت سے زائد بڑھانا کسی کے نزدیک بھی مستحسن عمل نہیں بلکہ کم از کم خلافِ اولیٰ ہے اور یہ بھی ناجائز نہیں ہوتا اسی لئے شیخ محقق نے اس میں رخصت کا بیان فرمایا لہٰذا اب نتیجہ یہ نکلا کہ: ہمارے علماء کے مطابق داڑھی ایک مشت تک بڑھانا واجب، اس سے زائد رکھنا خلاف افضل اور اس کا ترشوانا سنت ہے، اور یہی میانہ روی ہے۔

اور پھر لطف یہ کہ: اس معاملہ میں تمہارے شیوخ بھی پیچھے نہ رہے، اور تمہارے

Marfat.com

لگائے ہوئے فتوے کے برخلاف بے حد لمبی داڑھی کی بجائے فقط ایک مشت کو ہی واجب قرار دے دیا چنانچہ!

(۱)۔ ''فتاویٰ نذیریہ'' جلد 3 صفحہ نمبر 359 میں ہے کہ: ''ان الحکم الا للہ، داڑھی کا دراز رکھنا بقدر ایک مشت کے واجب ہے''۔

(۲)۔ ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ نمبر 139 میں ہے کہ: ''پس افراطِ شعر کی صورت میں قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے''۔

Marfat.com

باب

اخذِ لحیہ اور مرفوع حدیث

Marfat.com

(فصل)
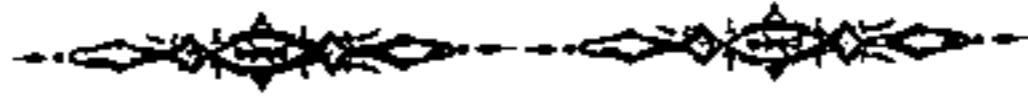
جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ریش مبارک تراشنا

"عن عمرو بن شعیب ، عن ابیه عن جده ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها" یعنی (عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو چوڑائی اور لمبائی سے تراش لیا کرتے تھے)۔

(الجامع السنن للترمذی صفحہ 820 رقم 2762)
(مشکوۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل)
(المرقاۃ شرح المشکوۃ جلد 8 صفحہ 285 رقم 4439)
(عمدۃ القاری شرح الصحیح البخاری للعینی جلد 22 صفحہ 72)
(فتح الباری شرح الصحیح البخاری لابن حجر جلد 10 صفحہ 395)
(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی جلد 6 صفحہ 60)
(تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد 2 صفحہ 104)
(الوفاء باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لابن الجوزی صفحہ 397-609)
(سبل الهدیٰ والرشاد للصالحی جلد 7 صفحہ 348)
(جامع المسانید والسنن لابن کثیر جلد 26 صفحہ 7142 رقم 166)
(الجامع الصغیر للسیوطی صفحہ 428 رقم 6933)
(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی جلد 6 صفحہ 578)
(کنز العمال لعلی المتقی الهندی جلد 7 صفحہ 47 رقم 18314)

Marfat.com

(مواہب اللدنیۃ للقسطلانی جلد2المقصد الثالث فصل 2)

(زرقانی علی المواہب جلد5صفحہ508)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدہلوی جلد1صفحہ14)

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ لعبد الحق الدہلوی جلد1صفحہ212)

(شرعۃ الاسلام(مع شرحہ) للامام زادہ الحنفی صفحہ362)

(مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام للبروسوی صفحہ362)

(فتح القدیر لابن ہمام جلد2صفحہ76)

(البنایۃ شرح الہدایۃ جلد3صفحہ346)

(شرح الشفاء لملا علی القاری جلد1صفحہ160)

(الانوار المحمدیۃ للنبہانی صفحہ139)

(سیرت الحلبیۃ للحلبی جلد3صفحہ468)

(تاریخ الخمیس للدیاربکری جلد3صفحہ383)

(رد المحتارعلی الدر المختارجلد3صفحہ456)

(کشف الغمۃ للشعرانی حصہ1صفحہ50)

(شرح مسند الامام الاعظم لملا علی القاری صفحہ424)

(شعب الایمان للبیہقی جلد5صفحہ220،221)

(جامع الآثار لابن ناصر الدین الدمشقی جلد4صفحہ1888)

(اتحاف الخیرۃ للبوصیری جلد5صفحہ14، جلد6صفحہ184)

(کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی جلد3صفحہ195رقم الترجمہ1192)

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال للمزی جلد7صفحہ552)

(سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد8صفحہ44رقم الترجمۃ 1388)

(میزان الاعتدال للذہبی جلد5صفحہ276رقم6243)

(تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی جلد4صفحہ765رقم5847)

(عارضۃ الاحوذی لابن العربی المالکی جلد10صفحہ162)

(کنوز الحقائق للمناوی جلد2صفحہ75رقم5926)

(العلل المتناہیۃ لابن الجوزی جلد2صفحہ686رقم1142)

(مظاہر حق (مترجم) جلد4صفحہ234)

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ)

Marfat.com

ہر ضعف استدلال کو مضر نہیں ہوتا:

عمرو بن شعیب والی مذکورہ بالا حدیث پر تم نے یہ اعتراض کیا کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ریش مبارک کے زائد بال کاٹنے کے بارے میں ترمذی کی عمرو بن شعیب والی روایت اس کے ایک راوی ''عمر بن ہارون بلخی'' کی وجہ سے سند کے اعتبار سے اتنی کمزور ہے کہ اس سے کسی بھی قسم کا استدلال نہیں کیا جا سکتا؟''

مجھے بے حد حیرت ہے کہ حدیث سے گہرے علاقوں کا دعویٰ کرنے کے باوجود تم ابھی تک ضعیف الاسناد کی قبولیت وعدمِ قبولیت کے قاعدوں سے ہی ناواقف ہو، حالانکہ اگر تم نے ضعیف الاسناد روایات کے بارے اپنے اکابرین کے موقف کو نظروں سے گزارا ہوتا تو ضعف کو بہانہ بنا کر اسے نظر انداز کرنے کی تمہیں جرأت نہ ہوتی، چنانچہ!

(1)۔تمہارے معتبر ''فتاویٰ ثنائیہ جلد 1 صفحہ 510'' میں ہے کہ: ضعیف حدیث کے ساتھ جو فعل ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہوتا ایسا تشدد کرنا اچھا نہیں۔

(2)۔اسی ''فتاویٰ ثنائیہ'' کی جلد 2 صفحہ 76 میں ہے کہ: ضعیف کے معنیٰ ہیں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں وہ کئی قسم کی ہوتی ہیں، اگر اس کے مقابل میں صحیح حدیث نہیں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے جیسے نماز کے شروع میں ''سبحانك اللّٰھم'' پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے مگر عمل ساری امت کرتی ہے۔

(3)۔اسی ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 1 صفحہ 536 میں ہے کہ: حدیث کا ضعف اسے درجہ استدلال سے اس وقت گراتا ہے جب اس کے مقابل میں حدیث صحیح موجود

Marfat.com

ہو۔

(4)۔ ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 1 صفحہ 525 اور ''فتاویٰ علمائے حدیث'' جلد 4 صفحہ 178 میں ہے کہ: عیدین کی نماز میں ہر زائد تکبیر پر رفع یدین کرنا چاہیے، حدیث ''لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن'' گو ضعیف ہے مگر عمل اس پر ہے۔

(5)۔ تمہاری ایک اور معتبر کتاب ''فتاویٰ نذیریہ'' جلد 1 صفحہ 428 میں ہے کہ: آمین کی آواز سے مسجد میں گونج ہو جاتی تھی، اس حدیث کے بعض راوی ضعیف ہیں لیکن ایسا راوی ایک بھی نہیں ہے کہ اس کے ضعف پر سب محدثین کا اتفاق ہو۔

(6)۔ اسی ''فتاویٰ نذیریہ'' جلد 1 صفحہ 564 اور ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 1 صفحہ 507 میں ہے کہ: حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔

(7)۔ ''فتاویٰ نذیریہ'' جلد 1 صفحہ 303 میں ہے کہ: حدیث ضعیف فضائل میں مقبول ہے اور اس کو موضوع نہیں کہنا چاہیے۔

(8)۔ تمہاری ایک اور کتاب ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز'' صفحہ 77 میں ہے کہ: ''سبحانك اللّٰهمّ وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولااله غيرك'' (مشکوٰۃ)۔۔۔۔ سند میں ضعیف ہے لیکن مختصر اور جامع ہے۔

چنانچہ تمہارے اکابرین کی ان تمام توضیحات سے ثابت ہو چکا کہ: کہ سند کا ضعف استدلال کو مضر نہیں ہوتا، اور دراصل یہی مؤقف جمہور اہلِ علم کا ہے کہ جب ضعیف الاسناد حدیث کے بالمخالف شرع شریف کی کوئی قوی دلیل موجود نہ ہو تو اس روایت کی سند کا ضعف احتجاج کے لئے روک نہیں بن سکتا اور یہی حق ہے چنانچہ

Marfat.com

العلامہ الشیخ محمد عبدالرؤوف المناوی ''فیض القدیر شرح الجامع الصغیر'' اور الشیخ العلامہ اسماعیل عجلونی الشافعی ''کشف الخفاء'' میں فرماتے ہیں کہ:

''وفی بعض الآثار النهی عن قص الاظافر یوم الاربعاء وانه یورث البرص قال فی المطامع :واخبر ثقة من اصحابنا عن ابن الحاج وکان من العلماء المتقین انه هم بقص اظافره یوم الاربعاء فتذاکر الحدیث الوارد فی کراهته فترکه۔فقصها فلحقه برص فرأی النبی صلی الله علیه وسلم فی نومه فقال له: الم تسمع نهیی عن ذالك ؟ فقال: یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم)! لم یصح عندی الحدیث عنك ، فقال: یکفیك ان تسمع، ثم مسح بیده علی بدنه ، فزال البرص جمیعا ، قال ابن الحاج: فجددت مع الله سبحانه وتعالیٰ توبة ان لا اخالف ما سمعت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ابدا''۔

(فیض القدیر للمناوی جلد1 صفحہ80 زیر رقم8)

(کشف الخفاء للعجلونی جلد1 صفحہ10 زیر رقم3)

یعنی اور بدھ کے دن ناخن تراشنے کی جو ممانعت بعض حدیثوں میں آئی ہے کہ وہ عمل برص کی بیماری کا باعث ہوتا ہے، چنانچہ ''کتاب المطامع'' کے مصنف فرماتے ہیں کہ: ہمیں ہمارے ایک ثقہ ساتھی نے علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ جو اہلِ تقویٰ میں سے تھے کے بارے میں خبر دی کہ: انہوں نے بدھ کے دن اپنے ناخن تراشنے کا ارادہ کیا تو انہیں اس عمل کے مکروہ ہونے پر ایک حدیث یاد آئی تو انہوں نے اس

Marfat.com

حدیث کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے ناخنوں کو تراش لیا چنانچہ ان کو برص کی بیماری لاحق ہوگئی پھر انہوں نے کسی رات خواب میں حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو فرمان ہوا: کیا تم نے اس بارے میں میری نہی نہ سنی تھی؟ عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے نزدیک اس حدیث کی سند آپ تک صحیح نہیں تھی، فرمایا: تمہیں محض سن لینا ہی کافی تھا، پھر اپنے دست مبارک کو ان کے بدن پر پھیرا تو سارے کا سارا برص دور ہو گیا، علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور مصمم ارادہ کرلیا کہ آئندہ کبھی بھی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان کی بھی مخالفت نہ کروں گا۔

بصارت کے سہارے ہی سہی لیکن بصیرت سے کام تو لو، کیا اس واقعے سے بھی حق واضح نہ ہوا؟ کہ یہاں غیر مخالفِ شرع ہونے کی وجہ سے ضعف استدلال کو کچھ بھی مضر نہ رہا، اور یہ تو معاملہ اس روایت کا تھا جس کی سند میں ضعف تھا بلکہ ماہرینِ نقد ورجال کا جرح کی کتابوں مثلاً موضوعات میں تو یہ طریقہ ہے کہ: ضعف تو کجا؟ اگر کسی حدیث کی کوئی سند یا اصل ہی سرے سے نہ ہو اور پھر وہ حدیث ''شرع شریف'' سے غیر مخالف بھی ہو تو وہ اسے یہ کہہ کر قبول کر لیتے ہیں کہ: ''لیس له اصل فمعناه صحیح ''یعنی اس کی کوئی اصل نہیں البتہ اس کا معنی صحیح ہے۔'' ومثالها متعدد''۔

چنانچہ اسی کی ایک مثال یوں ہے کہ: وضوء کے اعضاء کو دھوتے وقت مختلف دعاؤں کا ذکر علامہ الشیخ الدیلمی کی مسندِ فردوس جلد 5 صفحہ 326 اور علامہ الشیخ علی المتقی کی کنز العمال جلد 9 صفحہ نمبر 203، 204، 205 میں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے جن تین روایتوں میں نقل کیا گیا ہے ان کے متعلق علماء حدیث کا فتویٰ ہے کہ: ''وہ

Marfat.com

تینوں کی تینوں موضوع روایتیں ہیں کیونکہ ان کی سند میں ایسے مجروح راوی ہیں جن پر حدیث کو وضع کرنے کا الزام ہے''۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ تمہاری طرح ان روایتوں میں مذکورہ دعاؤں کو موضوع ہونے کی وجہ سے جمہور علماء بھی مطلقاً چھوڑ دیتے لیکن ہوا کچھ یوں! کہ: شارح بخاری علامہ الشیخ القسطلانی جیسے عظیم محدث نے ''لوامع الانوار فی الادعیة والاذکار'' صفحہ 169 میں اور ان کے ساتھ ساتھ شارح مسلم علامہ الشیخ نووی جیسے عظیم محدّث نے بھی اپنی کتاب ''الاذکار'' کے صفحہ نمبر 72 پر موضوع روایتوں میں بیان شدہ انہیں دعاؤں کو اسلاف کا طریقہ اور مستحب قرار دیدیا۔

اور شارح مشکوۃ مجددِ ملت الشیخ ملا علی القاری نے بھی اپنی مشہور کتاب ''الموضوعات الکبیر'' میں انہیں روایتوں کو موضوع قرار دینے کے باوجود ان دعاؤں پر عمل کو اسلاف کا طریقہ اور مستحب قرار دیدیا۔ نیز اسی وجہ سے فقہ کی مشہور بیشتر کتابوں میں ان دعاؤں کو ''ادعیہ ماثورہ'' کے نام سے لکھ کر انہیں باعثِ اجر قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ دعائیں شرع شریف کے خلاف بالکل بھی نہیں ہیں، جن میں فقہ شافعی کی ''اعانة الطالبین جلد 1 صفحہ 160'' اور فقہ حنفی کی ''طحطاوی علی المراقی جلد 1 صفحہ 117'' بھی شامل ہیں۔

اور لطف یہ بھی: کہ خود تمہارے اپنے گھر کی منظورہ، مسلمہ اور مؤیدہ کتاب ''فقہ محمدیہ کلاں'' کے حصہ 1 صفحہ نمبر 54 میں بھی وضوء کے دوران انہی دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے۔

لہٰذا یہ امر مسلم ومحکم ثابت ہو چکا کہ: جب کوئی حدیث سنداً کمزور ہو لیکن شرع

Marfat.com

شریف میں کوئی قوی دلیل بھی اس کے خلاف پر نہ ہو اور صحابی یا اہلِ علم کا عمل بھی اس کا مؤید ہو تو وہ کمزور سند والی روایت بھی قابلِ عمل بن جاتی ہے بالکل یہی موقف ہم احناف کا بھی ہے، جسے تمہارے اکابرین بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

نیز الشیخ الامام عبدالوہاب الشعرانی الشافعی ''المیزان الکبریٰ'' جلد 1 فصل ثالث میں فرماتے ہیں کہ:

(ترجمہ) ''بخاری و مسلم نے بھی بہت سے ایسے لوگوں کی احادیث کی بھی تخریج کر دی ہے جن میں دوسرے محدثین نے کلام کیا ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے ادلہ شرعیہ کے اثبات کو ان کی نفی پر ترجیح دی ہے تاکہ لوگ ان پر عامل ہو کر ان سے مستفید ہوں تو ان کی تعدیل کرنے میں وہ فوائد وفضائل ہیں جو ان کی جرح میں نہیں نیز بقیہ علماء کا اس قسم کے راویوں کو ضعیف بتانا بھی فائدہ سے خالی نہیں اور اس میں امت کا یہ فائدہ ہے کہ: اس پر آرام سے عمل کریں (نہ کہ فرض سمجھ کر)، اگرچہ حفاظ حدیث نے تضعیف کرتے وقت فائدے کی نیت نہ بھی کی ہو، چنانچہ اگر تضعیف نہ ہوتی بلکہ تمام احادیث کو صحیح ہی بتا دیا جاتا تو ان تمام احادیث پر عمل کرنا فرض یا واجب ہو جاتا اور اکثر لوگ ان احادیث پر عمل کرنے سے عاجز رہ جاتے، چنانچہ اس کو خوب جان لو''۔ (انتھی کلام الشعرانی)

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ: کچھ راویانِ حدیث میں ضعف کا پایا جانا بھی ایک خاص رحمت ہے، شاید اسی لئے فرمایا: ''اختلاف امتی رحمة'' میری امت کا اختلاف بھی رحمت ہے کیونکہ ایسے راویانِ حدیث کے ضعف ہی کی وجہ سے احکام میں تخفیف ہوتی ہے اور یہی جمہور علماء کا مدعیٰ ہے، لیکن تمہاری جانے بلا! تمہیں تو ہر ضعیف حدیث

Marfat.com

''من گھڑت اور جھوٹ'' بلکہ مردود نظر آتی ہے، لیکن خبردار! اگر حدیث کے جمِ غفیر میں سے ''منتقد''، ''متجاذب'' اور ''ضعیف'' حدیثیں نکال دی جائیں تو تم سارا اسلام صرف صحیح حدیثوں سے ہی ثابت نہیں کر سکتے، بلکہ لابدی طور پر تمہیں اسلام کی تشریح وتوضیح اور تفصیل وتفصیل کے لئے ان احادیث کی ضرورت بھی پڑتی ہی رہے گی جن کو علماءِ امت نے ضعف ونقد کے باوجود قبول فرمالیا اور کچھ سوچ سمجھ کر اپنی کتب میں بھی درج فرمادیا جس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں ''شرح نخبۃ الفکر'' کی شرح میں امام ملا علی القاری تحریر فرما ہیں کہ!

"وقال البقاعی فی النکت الوفیۃ: قال شیخنا الدارقطنی: ضعف من احادیثھما مئتین وعشرۃ، یختص البخاری بثمانین، واشترکا فی ثلاثین، وانفرد مسلم بمئۃ، قال: وقد ضعف غیرہ ایضا غیر ھذہ الاحادیث".

(شرح شرح نخبۃ الفکر لملا علی القاری صفحہ222)

یعنی علامہ بقاعی اپنی کتاب ''النکت الوفیۃ'' میں فرماتے ہیں کہ: ہمارے شیخ امام دارقطنی نے فرمایا کہ: بخاری ومسلم کی احادیث میں سے مجموعی طور پر 210 حدیثیں ضعیف ہیں جن میں سے 80 صرف بخاری کی اور 100 صرف مسلم کی اور 30 حدیثیں متفق علیہ یعنی جو بخاری ومسلم دونوں میں ہیں، نیز فرمایا: ان احادیث کے علاوہ کئی اور حدیثوں کو بھی علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (انتہی)

میں کہتا ہوں کہ: یہ معاملہ تو ان کتابوں کی احادیث کا تھا جنہیں امت کی طرف سے ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' کا درجہ ملا ہے، تو دوسری کتب کا کیا حال

Marfat.com

ہوگا؟ اور تو اور بخاری و مسلم کے محض ان راویوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جن پر علماءِ فن کی طرف سے کسی خاص قسم کی تنقید واقع ہوئی ہے، لہٰذا امام ملا علی القاری ''صحیحین'' کے راویوں کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ!

"فان الذين انفرد البخاری بهم : اربع مئة وخمسة وثلاثون رجلا، والمتكلم فيه منهم بالضعف نحو من ثمانين رجلا والذين انفرد بهم مسلم : ست مئة وعشرون رجلا ، والمتكلم فيه منهم مئة وستون رجلا على الضعف".

(شرح شرح نخبة الفكر لملا على القارى صفحه278)

یعنی بلاشبہ بخاری کے کل راویوں کی تعداد 435 ہے جن میں سے 80 راوی وہ ہیں جن پر ضعیف ہونے کا الزام ہے اور مسلم کے کل راویوں کی تعداد 620 ہے جن میں سے 160 افراد پر ضعف کی نسبت کی گئی ہے۔

غور کرو! اس نقد و جرح کے باوجود بخاری و مسلم کی حدیثوں کو علماء سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور انہیں اپنی کتب میں نقل کرنا باعثِ عزو شرف سمجھتے ہیں کیا یہ امام بخاری اور امام مسلم کی شخصی وجہ سے ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کو بے جھجک قبول کرنے کی وجہ محض ''اعتماد'' ہے۔

جی ہاں! یہی تو ہم کہنا چاہتے ہیں کہ: اگر یہی ضعف کسی ایسی کتاب کی کسی حدیث میں آجائے جس کا مصنف جمہور علماء کی نظر میں ایک قابلِ قدر، اپنے فن کا ماہر اور معتمد علیہ فضیلت کا حامل ہو پھر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد مصنف کی رائے اس حدیث کی مقبولیت کے بھی خلاف نہ ہو تو جمہور علماء اس حدیث کو مصنف پر محض

Marfat.com

''اعتماد'' ہی کی وجہ سے قابلِ استدلال مان کر اپنی تحقیقات وتصنیفات کی زینت بنالیتے ہیں اور بلاشبہ یہی منصف مزاج جمہور علماء، محدّثین، شارحین، مفسرین کا طریقہ رہا ہے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ: یہاں روایت کے صحت وسقم سے قطع نظر! صحابہ کرام علیہم الرضون کے اپنی داڑھیوں کے زائد بالوں کو کاٹنے کے ثبوت کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام کی داڑھیوں کے سینہ تک ہونے کی وجہ سے اور پھر اس کے خلاف کسی ایک بھی قوی دلیل کی عدم دستیابی کی وجہ سے اور پھر امام ترمذی وغیرہ جیسے جلیل القدر محدّث کے اس حدیث پر اعتماد کرنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ریش مبارک کو مٹھی میں پکڑ کر زائد بالوں کو کاٹ لینے والی حدیث کو سنداً کمزور ہونے کے باوجود بڑے بڑے محدّثین نے قابلِ استدلال مانا اور اس سے دلیل بھی پکڑی اور اپنی کتب میں درج کر کے درجہ ءاستدلال پر برقرار بھی رکھا سابق میں حوالہ جات پیش کر دیئے گئے ہیں اور یہ بھی حرفِ آخر ہے کہ اہلِ علم کے عمل اور فتویٰ سے بھی ضررِ ضعف جاتا رہتا ہے اور وہ روایت قابلِ احتجاج وعمل بن جاتی ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ جلد 27 صفحہ 64 میں تصریح فرمائی ہے کہ: ''صحتِ حدیث علی مصطلح الاثر وصحتِ حدیث لعمل المجتہدین میں عموم خصوص مطلق بلکہ من وجہ ہے کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ائمہ امت وامنائے ملت بنظرِ قرائن خارجہ یا مطابقتِ قوعدِ شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ ان کا یہ عمل ہی موجبِ تقویت وصحتِ حدیث ہو جاتا ہے، یہاں صحت عمل پر متفرع ہوئی نہ کہ عمل صحت پر''۔

Marfat.com

اس پر مزید فرمایا کہ: امام ترمذی نے اس حدیث ''(جس شخص نے کسی عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کیا تو بیشک وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا)'' کو روایت کر کے فرمایا: اس حدیث کا راوی ابو علی رحبی حنش بن قیس اہلِ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف فرمائی لیکن علماء کا عمل اسی پر ہے۔

نیز اسی بارے میں امام جلال الدین السیوطی اپنی کتاب ''التعقبات علی الموضوعات'' کے صفحہ 12 میں فرماتے ہیں کہ: ''امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمادیا کہ حدیث کو قولِ علماء سے بھی قوت ملتی ہے اور بیشک متعدد ائمہ نے بھی تصریح فرمادی ہے کہ اہلِ علم کی موافقت بھی صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اس کے لئے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ بھی ہو''۔ (انتہیٰ کلام السیوطی)

اس حدیث کو باوجود ضعف جمہور علماء نے قبول کیا:

سابقہ بحث سے یہ اچھی طرح ثابت ہو چکا کہ اہلِ علم کا فتویٰ و عمل بھی حدیث کے ضعف کو دور کر کے قابلِ احتجاج بنا دیتا ہے جیسا کہ تمہارے اکابر کی عبارات سے بھی سابق میں بیان ہو چکا چنانچہ اسی لئے اب ہم ائمہ فن و ماہرینِ حدیث و آثار کی تصریحات و توضیحات کو عمرو بن شعیب والی اسی روایت کی تائید کے طور پر پیش کرتے ہیں جس سے مزید واضح ہوگا کہ جمہور اہلِ علم نے اسے قبول کیا ہے اور اپنے فتوے سے باوجود ضعف قابلِ حجت بنا دیا ہے، خوب غور سے دیکھ لو!

(1)۔ الشیخ امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی نے فرمایا کہ:

''وقال عطاء : لابأس ان یأخذ من لحیته الشیء القلیل من

Marfat.com

طولها وعرضها اذا كبرت وعلت كراهة الشهرة وفيه تعريض نفسه لم يسخر به واستدل بحديث عمر بن هارون عن اسامة بن زيد عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها اخرجه الترمذي وقال هذا حديث غريب وسمعت محمد بن اسماعيل يقول: عمر بن هارون مقارب الحديث لا اعرف له حديثا ليس له اصل او قال ينفرد به الا هذا الحديث قال : رأيته حسن الرأي في عمر بن هارون وسمعت قتيبة يقول :عمر بن هارون كان صاحب حديث وكان يقول: الايمان قول وعمل"۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری للعینی جلد22صفحہ72)

یعنی (عطاء فرماتے ہیں کہ: داڑھی جب زیادہ بڑی ہو جائے تو اس کے طول وعرض سے تھوڑا تراش لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ زیادہ لمبا ہونا کراہت کا سبب ہے اور اسی میں اس شخص کے نفس کو ابھارنا بھی ہے جو داڑھی رکھنے پر مائل نہیں اور انہوں نے اس سلسلے میں اسی حدیث کو بطور دلیل لیا ہے جسے عمر بن ہارون، اسامہ بن زید سے اور وہ عمرو بن شعیب اور وہ اپنے والد اور وہ انکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے بالوں کو تراشا کرتے تھے اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ: یہ حدیث غریب ہے اور میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ: عمر بن ہارون ''مقارب الحدیث'' ہے میں اس کی ایسی کوئی

Marfat.com

حدیث نہیں جانتا جس کی کوئی اصل نہ ہو، یا فرمایا: وہ اس حدیث میں اکیلا راوی ہے، ترمذی فرماتے ہیں کہ: میں نے امام بخاری کو ''عمر بن ہارون'' کے بارے میں اچھی رائے رکھنے والا ہی پایا ہے اور میں نے قتیبہ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ ''عمر بن ہارون'' حدیث جاننے والا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ: ایمان قول وعمل کا نام ہے)۔

(2)۔امام حافظ ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے بجائے اس حدیث پر کسی قسم کی تنقید کے امام بخاری کی طرف سے ''عمر بن ہارون بلخی'' کی تحسین نقل کرنے کے بعد اس حدیث سے استدلال کو انہوں نے برقرار رکھا اور طوالت کی قباحت سے بچنے کے لئے داڑھی کو تراشنا مستحب قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''ان ترك فلاحرج علیه الا ان یقبح طولها فیستحب ان یأخذ منها ـــ وقد روی ابو عیسیٰ عن عمر بن هارون وکان البخاری حسن الرأی فیه "ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یأخذ من عرض لحیته ومن طولها" وروی ابوداؤد قال: قال مروان بن المقفع: رأیت عبد الله بن عمر یقبض علی لحیته فیقص مازاد علی الکف''۔

(عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی لابی بکر المالکی جلد10 صفحہ162)

یعنی (اگر داڑھی کو مزید لمبا ہونے کے لئے بھی چھوڑ دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن اگر اس کی طوالت قباحت پیدا کرے تو اس کے زائد بالوں کا تراش لینا مستحب عمل ہے۔۔۔۔۔۔۔اور امام ترمذی نے اس سلسلے میں عمر بن ہارون سے روایت کیا ہے اور یہ وہ ہے جس کے بارے میں امام بخاری اچھی رائے رکھتے ہیں

Marfat.com

چنانچہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے تراشا کرتے تھے اوراسی طرح ابوداؤد نے روایت کیا نیز فرمایا کہ: مروان بن مقفع فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی اپنی داڑھی کے ہتھیلی سے زائد بالوں کو تراشتے دیکھا ہے)۔

(3)۔امام النقاد علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کے اکلوتے راوی ''عمر بن ھارون'' پرتنقید کے باوجود اس حدیث سے علماء کی طرف سے داڑھی کے مشت سے زائد بالوں کو کاٹنے کے جواز پراستدلال کو برقرار رکھا چنانچہ فرمایا کہ:''ثم حکی الطبری: اختلافا فیما یؤخذ من اللحیة ھل له حرام ام لا ؟فاسند عن جماعة الاقتصار علی اخذ الذی یزید منھا علی قدر الکف وعن الحسن البصری انه یؤخذ من طولھا وعرضھا مالم یفحش وعن عطاء نحوہ۔ وکرہ آخرون التعرض لھا الا من حج او عمرۃ واسندہ عن جماعة واختار قول عطاء وقال: ان الرجل لو ترك لحیته لا یتعرض لھا حتی افحش طولھا وعرضھا لعرض نفسه لمن یسخر به واستدل بحدیث عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یأخذ من لحیته من عرضھا وطولھا ، وھذا اخرجه الترمذی ونقل عن البخاری انه قال : فی روایة عمر بن ھارون : لا اعلم له حدیثا منکرا الا ھذا وقد ضعف عمر بن ھارون مطلقاً جماعة وقال عیاض : یکرہ حلق اللحیة وقصھا وتحذیفھا واما الاخذ من طولھا وعرضھا اذا عظمت فحسن

Marfat.com

بل تکرہ الشعرۃ فی تعظیمها کما یکرہ فی تقصیرها-------

تنبیه: انکر ابن متین ظاهر ما نقل عن ابن عمر فقال: لیس المراد انه کان یقتصر علی قدر القبضة من لحیته، بل کان یمسك علیها فیزیل ما شذ منها، فیمسك من اسفل ذقنه باصابعه الاربعة ملتصقة فیأخذ ما سفل عن ذالك لیتساوی طول لحیته"۔

(فتح الباری شرح بخاری للعسقلانی جلد10صفحہ395)

یعنی (چنانچہ امام طبری نے بیان فرمایا ہے کہ: داڑھی تراشنے کے بارے میں اختلاف ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے یا نہیں؟ پھر وہ (امام طبری) ایک جماعت سے ایسی روایتیں لائے ہیں جن میں ایک مشت سے زائد بالوں کو کاٹ دینا کے جواز پر اقتصار کیا گیا ہے نیز حسن بصری سے روایت ہے کہ: بلاشبہ وہ بھی داڑھی کے طول وعرض سے زائد بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے جب تک کہ: یہ کاٹنا حد سے کم نہ ہو جائے، اور حضرت عطاء سے بھی اسی طرح روایت ہے------اور کچھ دوسرے علماء کے نزدیک حج یا عمرہ کے علاوہ داڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے، اور امام طبری نے ایک گروہ سے یہ بھی نقل کیا ہے لیکن امام طبری کا بھی مختار قول وہی ہے جو حضرت عطاء کا ہے نیز فرمایا کہ: بلاشبہ اگر ایک آدمی اپنی داڑھی کو نہ چھیڑے اور اتنا بڑھنے دے کہ جس سے اس کی لمبائی اور چوڑائی بری لگنے لگے تو وہ شخص ایسے شخص کو بھی داڑھی سے نفرت پر اکسا رہا ہے جو داڑھی رکھنے پر مائل تھا، اور انہوں نے اس سلسلے میں عمرو بن شعیب کی حدیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ وہ اپنے والد اور وہ انکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ: بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے

Marfat.com

زائد بالوں کو تراشا کرتے تھے، اور اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام بخاری سے عمر بن ہارون کی اس روایت کے بارے میں یوں نقل کیا ہے کہ: میں اس کی کسی بھی ایسی حدیث کو نہیں جانتا جو میری معرفت میں نہ ہو مگر یہ حدیث، حالانکہ عمر بن ہارون کو ایک گروہ نے مطلقاً ضعیف کہا ہے، البتہ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ: داڑھی کا منڈانا، کاٹنا یا صاف کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن وہ جب بڑھ جائے تو اس کے طول وعرض سے کاٹ لینا یہ تو اچھا عمل ہے بلکہ داڑھی کو بہت زیادہ طویل کر دینا اسی طرح مکروہ ہے جیسا کہ اس کا حد سے کم کرنا۔۔۔۔۔۔

تنبیہ :ابن متین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کئے گئے عمل سے ظاہر ہونے والے ایک وہم کا انکار کیا ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ: اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما داڑھی کو مشت کی مقدار سے بھی کم کر دیتے تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو پکڑتے پھر جو بال اس سے بھی الگ ہوتے یعنی آپ رضی اللہ عنہما اپنی تھوڑی کے نچلے حصے سے متصل چار انگلیوں کی مقدار بالوں کو پکڑ کر مزید نیچے لٹکنے والے زائد بالوں کو کاٹ دیتے تھے تاکہ داڑھی کی لمبائی اچھی طرح برابر ہو جائے)۔

(4)۔ ''الشیخ الناقد'' محدث ابن جوزی نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ریش مبارک کے بالوں کو تراشنے والی روایت کے متفق علیہ ہونے کو جانتے ہوئے بھی دو جگہ نقل کر کے استدلال قائم کر دیا اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ: ایک جگہ تو باب کا نام بھی ''الباب السابع فی اخذہ من اللحیۃ'' رکھا یعنی (ساتواں باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی داڑھی مبارکہ سے کچھ تراشنے کے بیان میں)، پھر

Marfat.com

فرمایا: ”عن عمرو بن شعیب عن جده قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یأخذ من طول لحیته وعرضها “یعنی (عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو طول وعرض سے تراشا کرتے تھے)۔

(الوفاء باحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم لابن الجوزی صفحہ 397،609)

(5)۔شارح الحدیث امام قسطلانی نے بھی بغیر کسی تنقید کے اس روایت کو بطور دلیل بیان کیا: ”عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده :انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان صلی اللّٰه علیه وسلم یأخذ من لحیته من طولها وعرضها“ (عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کو طول وعرض سے تراش لیا کرتے تھے)۔

(المواهب اللدنیة للقسطلانی جلد2المقصد الثالث الفصل الثانی)

(6)۔الامام الاجل الشیخ زرقانی نے ”المواهب اللدنیه“ کی شرح لکھتے ہوئے اسی مقام پر امام قسطلانی کی ذکر کردہ روایت کی سند پر تنقید کرنے کے باوجود اسے برقرار رکھا اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے مشت سے زائد بالوں کو کاٹنے کے سنت ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ”(عن عمرو بن شعیب)بن محمد بن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص (عن ابیه) شعیب (عن جده) ای شعیب وهو عبد اللّٰه الصحابی،(انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها) بالسویة کما فی الروایة، لتقرب من التدویر من جمیع الجوانب ، لان الاعتدال

Marfat.com

محبوب ، والطول المفرط ، قد يشوه الخلق ويطلق السنة المغتابين ففعل ذالك مندوب ما لم ينته تقصيص اللحيةوجعلها طاقات فيكره''۔

(الزرقانی علی المواھب جلد5صفحہ508)

یعنی (عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اپنے والد شعیب اور وہ یعنی شعیب اپنے دادا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں سے روایت کرتے ہیں کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے طول وعرض سے زائد کو برابری کے ساتھ تراشا کرتے تھے جیسا کہ روایت میں ہے، تاکہ تمام طرفیں گولائی میں ایک دوسرے جیسی ہو جائیں کیونکہ میانہ روی شرع میں محبوب امر ہے اور بے جا لمبا کر دینے سے چہرہ بھی بگڑتا ہے اور یہ لوگوں کی زبانِ طعن کی درازی کا سبب بھی ہے، چنانچہ داڑھی کے زوائد کاٹنا مستحب قرار پایا لیکن اتنا کاٹنا کہ حد سے بھی کم ہو جائے اور (منہ پر باندھی) پٹیوں کی طرح ہو جائے تو وہ مکروہ تحریمی ہے)۔

(7)۔شیخ محقق امام عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:

"حلق کردن لحیه حرام است وروشِ افرنج وهنود وجوالقیان که ایشان را قلندریه نیز گویند وگزاشتن آں بقدر قبضه واجب است وآں که آنرا سنت گویند بمعنیٰ طریقه ، مسلوك در دین ست یا بجهت آنکه ثبوت آں به سنت ست چنانکه نماز عید را سنت گفته اند"۔

(اشعة اللمعات شرح مشکوۃ لعبد الحق الدھلوی جلد1صفحہ212)

Marfat.com

(داڑھی منڈانا حرام ہے یہ افرنگیوں، ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے جنہیں قلندریہ بھی کہا جاتا ہے اور داڑھی ایک مشت کی مقدار رکھنا واجب ہے اور جنہوں نے اسے سنت کہا ہے تو وہ اسے دین میں جاری طریقہ کی وجہ سے ہی سنت کہتے ہیں یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنت سے ثابت ہے جیسا کہ نمازِ عید کو بھی سنت کہہ دیا جاتا ہے)

(8)۔ نیز شیخ محقق امام عبد الحق محدث دہلوی اپنی دوسری کتاب ''مدارج النبوت'' میں فرماتے ہیں کہ:

''ودر وظائف النبی صلی اللہ علیہ وسلم گفتہ کہ لحیہ آں حضرت چہار انگشت بود طبعاً یعنی ہمیں مقدار بود از روی خلقت درازو کم نمی شد وسندے بریں یافتہ نمی شود۔۔۔۔۔۔ نیز ایں سخن مخالف چیزیست کہ از شفاء مذکور شد ومنافی ست بانچہ در حدیث ترمذی آمدہ کہ آن حضرت می گرفت از لحیہ خود از طول و عرض ومی برید''۔

(مدارج النبوۃ لعبد الحق الدھلوی جلد 1 صفحہ 14)

یعنی (کتاب ''وظائف النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک چار انگشت کی طبعاً مقدار ہی تھی یعنی قدرتی طور پر ہی مٹھی بھر تھی اور گھٹتی یا بڑھتی نہیں تھی چنانچہ اس کی سند کہیں نہیں پائی گئی۔۔۔۔۔ نیز یہ بات اس کے بھی مخالف ہے جو کچھ شفاء میں مذکور ہے اور ترمذی کی اس حدیث کے بھی منافی ہے جس میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے زائد

Marfat.com

بالوں کوطول وعرض سے پکڑکر تراش لیا کرتے تھے)۔

(9)۔علامۃ التفسیر امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس روایت کوحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے بعد بغیر کسی تنقید کے بطور استدلال بیان فرمایا کہ:''وفی البخاری : وکان ابن عمر یأخذ من طول لحیته مازاد علی القبضة اذا حج او اعتمر وروی الترمذی عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص : ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها، قال : هذا حدیث غریب''یعنی(بخاری میں ہے کہ:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کے طول سے مشت سے زائد بالوں کوکاٹ دیا کرتے تھے اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ:بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کوطول وعرض سے تراشا کرتے تھے،نیز فرمایا:کہ یہ حدیث غریب ہے)۔

(تفسیر لاحکام القرآن للقرطبی جلد2صفحہ104)

(10)۔الامام الشیخ محمد بن ابی بکر المعروف بامام زادہ الحنفی نے اس حدیث پر بغیر کسی تنقید کے استدلال قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ:''فانه صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یأخذ من عرضها وطولها وذالك الاخذ فی الخمیس او الجمعة''(چنانچہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کوطول وعرض سے تراشا کرتے تھے اور یہ تراشا ہر جمعرات یا جمعہ کوہوتا تھا)۔

(شرعة الاسلام لامام زادہ مع شرحہ صفحہ362)

(11)۔الشیخ یعقوب بن سید علی البروسوی نے''الشیخ امام زادہ'' کی نقل کردہ اس روایت کوبغیر کسی تنقید کے برقرار رکھا اور اس سے مزید استدلال فرمایا کہ:

Marfat.com

"(واعفاء اللحية) اى تكثيرها والمراد منه عدم المبالغة
فى الجز (فانه) اى النبى صلى الله عليه وسلم (كان يأخذ
من عرضها وطولها) اذا زاد على قدر القبضة (و) كان
يفعل (ذالك الاخذ فى الخميس او الجمعة) ولا يتركه مدة
طويلة فوق الاسبوع واعلم ان النبى صلى الله عليه وسلم
قال: اعفوا اللحى واحفوا الشوارب واراد به النهى عما
يفعله الاعاجم والافرنج من قص اللحية اى قطع كلها
وتوفير الشارب فانه مكروه، صرح به زين العرب وغيره
رحمهم الله وهذا لاينافى ما رواه عمرو بن شعيب رضى الله
عنه من انه صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته
طولا وعرضا اذا زاد على قدر القبضة كذا فى التنوير".

(مفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام للبروسوى صفحه362)

یعنی (اور داڑھیاں بڑھانے کا مطلب ہے ان کو زیادہ کرنا اور اس کی مراد کاٹنے
میں مبالغہ سے بچنا ہے کیونکہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے
طول وعرض سے تراش لیا کرتے تھے جب وہ بال مشت سے زائد ہو جایا کرتے تھے
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام جمعرات یا جمعہ کو کیا کرتے تھے اور ایک ہفتے سے زیادہ
مدت تک اسے یونہی نہیں چھوڑ دیتے تھے اور تم جان لو کہ: بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو، اور اس سے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عجمیوں اور انگریزوں کی طرح داڑھیاں کاٹنے سے ہی

Marfat.com

روکنا ہے یعنی سب صاف کر دینا اور مونچھیں بڑھا دینا کیونکہ یہ مکروہ تحریمی ہے، اسی بات کی تصریح علامہ زین العرب وغیرہ رحمہم اللہ نے بھی کی ہے اور یہ داڑھیاں بڑھانے کا حکم اس روایت کے بالکل بھی منافی نہیں جسے عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے مشت سے زائد بالوں کو تراش لیا کرتے تھے جیسا کہ ''التنویر'' میں بھی ہے)۔

(12)۔نیز ''علامہ الشیخ امام زادہ'' اور ''علامہ البروسوی'' کی پیش کردہ انہی مذکورہ بالا عبارات کا ذکر بغیر کسی قسم کی تنقید کے امام ملا علی القاری نے بھی فرمایا ہے کہ:

''قيد الحديث في شرح الشرعة بقوله: اذا زاد على قدر القبضة وجعله في التنوير من نفس الحديث وزاد في الشرعة وكان يفعل ذالك في الخميس اوالجمعة ولا يتركه مدة طويلة'' یعنی (حدیث کی قید ''الشرعہ'' کی شرح (مفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام) میں اس قول سے مذکور ہے کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے بال قدرِ مشت سے زائد ہو جاتے تو آپ زائد بالوں کو کتروا دیتے تھے، اور ''تنویر'' میں قیدِ مذکور کو نفسِ حدیث قرار دیا گیا ہے اور ''الشرعة'' (شرعة الاسلام) میں اتنا اضافہ ہے کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروز جمعہ یا جمعرات کو ہی ایسا کیا کرتے تھے اور زیادہ عرصہ داڑھی کو چھوڑ نہیں دیتے تھے)۔

(المرقاة شرح المشكوة لملا علی القاری جلد 8 صفحہ 285)

(13)۔الامام الشیخ شہاب الدین الخفاجی اسی حدیث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے

Marfat.com

مستدلاً فرماتے ہیں کہ: ''وقد ثبت قصرها'' یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داڑھی کے مشت سے زائد بالوں کا کاٹ دینا ثابت ہے)۔

(نسیم الریاض للخفاجی جلد 1 صفحہ 331)

(14)۔ مجددِ عصر امام ملا علی القاری شفاء شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: ''اذاکان یأخذ منها ما زاد علی القبضة وربما کان یأخذ من اطرافها ایضا'' یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ریش مبارک کو (لمبائی میں) تراشا کرتے تھے تو وہ مشت سے زائد نہیں ہو پاتی تھی اور کبھی کبھار تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو چوڑائی سے بھی تراشا کرتے تھے)۔

(شرح الشفاء لملا علی القاری جلد 1 صفحہ 160)

(15)۔ امام السیرۃ العلامہ الصالحی الدمشقی نے اس حدیث کو بطور استدلال بیان فرمایا کہ: ''عن عبد الله بن عمر (عمرو) رضی الله تعالٰی عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یأخذ من لحیته ، من طولها وعرضها بالسویة، ورواه الترمذی دون قوله بالسویة وقال: غریب وسمعت محمدا یقوله'' یعنی (حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے بالوں کو طول وعرض سے برابر تراشا کرتے تھے، اور اسے ترمذی نے ''السویة'' کے بغیر روایت کیا ہے اور فرمایا کہ: یہ حدیث غریب ہے نیز میں نے امام بخاری کو بھی یہی فرماتے سنا ہے)۔

(سبل الھدیٰ والرشاد للصالحی جلد 7 صفحہ 348)

(16)۔ العارف باللہ القاضی یوسف بن اسماعیل النبہانی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل منورہ میں بغیر کسی تنقید کے یوں بیان فرمایا کہ: ''وکان

Marfat.com

صلی اللہ علیه وسلم یأخذ من لحیته من عرضها وطولها رواه الترمذی ''یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کو طول وعرض سے تراشا کرتے تھے۔(رواہ الترمذی)

(الانوار المحمدیہ للنبہانی صفحہ139)

(17)۔امام السیر ۃ الشیخ نورالدین علی الحلبی نے بھی بغیر کسی تنقید کے بیان کیا کہ:''وکان صلی اللہ علیه وسلم یأخذ بالمقراض من عرض لحیته وطولها ''یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قینچی کے ذریعے اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کو طول وعرض سے تراش لیا کرتے تھے)۔

(السیرۃ الحلبیہ لنور الدین الحلبی جلد3صفحہ468)

(18)۔الامام الشیخ حسین بن محمد بن حسن الدیاربکری''تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس''میں''الشرعہ''کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:''ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یقص من لحیته من عرضها وطولها ویفعل ذالك فی الخمیس والجمعة''یعنی (بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعرات یا جمعہ کو اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے تراشا کرتے تھے)۔

(تاریخ الخمیس للدیار بکری جلد3صفحہ383)

(19)۔سرتاج الفقہاء امام ابن عابدین الشامی نے اس حدیث کو بغیر کسی قسم کی تنقید کے بطور دلیل پیش کیا ہے چنانچہ فرمایا:''ماوراء ذالك یجب قطعه، هکذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم : انه کان یأخذ من اللحیة من طولها وعرضها اورده ابوعیسٰی : یعنی الترمذی فی جامعه، ومثله فی المعراج، وقد نقله عنها فی الفتح واقره ـــحذف الزیلعی لفظ "یجب"

Marfat.com

وقال: وما زاد يقص"۔

(رد المحتار علی الدر المختار جلد 3 صفحہ 456)

یعنی (داڑھی کے جو بال مشت سے زائد ہوں انہیں کاٹ دینا واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ: بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے زائد بالوں کو تراشا کرتے تھے اس روایت کو ابوعیسیٰ یعنی امام ترمذی نے اپنی جامع میں وارد کیا اور اسی طرح "المعراج" میں بھی ہے اور وہیں سے علامہ ابن حجر نے "فتح الباری" میں بھی نقل کیا اور اسے برقرار رکھا۔۔۔۔۔علامہ زیلعی نے لفظ "یجب" "یعنی" "واجب ہے" کا لفظ حذف کر دیا اور یوں فرمایا کہ: جو بال زائد ہو جائیں وہ کاٹ دیئے جائیں)۔

(20)۔امام اجل الشیخ عبد الوہاب الشعرانی ترجیحاً مستدلاً فرماتے ہیں کہ:

"وكان صلى الله عليه وسلم يأخذ من لحيته عن عرضها وطولها"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو طول وعرض سے تراش لیا کرتے تھے۔

(کشف الغمہ عن جمیع الامہ للشعرانی حصہ 1 صفحہ 50)

(21)۔الشیخ امام ملا علی القاری نے "شرح مسند امام اعظم" میں اس حدیث کو بغیر کسی تنقید کے بطور استدلال پیش کیا کہ: "وفي حديث الترمذي، عن ابن عمر (عمرو) انه عليه الصلوة والسلام كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها" (اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کو طول وعرض سے تراشا کرتے تھے)۔

Marfat.com

(شرح مسند امام اعظم لملا علی القاری صفحه424)

(22)۔الشیخ العلامہ محمد عبدالرؤوف المناوی نے اس حدیث ''کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها'' کی سند پر تنقید کے باوجود اس سے استدلال و استعمال کے ثبوت پر سیر حاصل مفصل کلام کر کے اسے اسلاف کا معمول بھی قرار دیا۔

(فیض القدیر للمناوی جلد6صفحه578)

(23)۔الامام المحدّث ابوبکر احمد بن حسین البیہقی نے ''شعب الایمان'' میں ''فصل فی الاخذ من اللحیة والشارب'' کا عنوان قائم کیا پھر اس میں صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخذِ لحیہ کے ساتھ ساتھ عمرو بن شعیب کی اس روایت کو سنداً تنقید کے باوجود روایت بھی کیا جو ترجیحاً جوازِ استدلال کی علامت ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی جلد5 صفحه219،220،221)

(24)۔الحافظ الامام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری ''اتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة'' جلد5 میں ''باب احفاء الشارب وتوفیر اللحیة واکرامها وماجاء فی الاخذ من اللحیة ومن طولها وعرضها'' کا عنوان قائم کیا اور اسی باب میں عمرو بن شعیب کی اسی روایت ''کان یأخذ من لحیته من طولها و عرضها بالسویة'' کو باوجود تنقید روایت کیا اور پھر یہی نہیں بلکہ جلد6 پر مزید ''باب ماجاء فی الاخذ من اللحیة'' کا عنوان قائم کیا پھر اس باب کے تحت بھی عمرو بن شعیب کی اسی روایت ''کان یأخذ من لحیته من طولها وعرضها بالسویة'' کو سنداً تنقید کے باوجود دوبارہ نقل کر دیا۔

(اتحاف الخیرة للبوصیری جلد5صفحه14، جلد6صفحه184)

(25)۔شارحِ بخاری علامہ امام بدرالدین عینی ''البنایہ شرح ہدایہ'' میں اس

Marfat.com

حدیث کو ثابت رکھتے ہوئے بطور استدلال فرماتے ہیں کہ:''ما زاد علی ذلك یجب قطعه هكذا روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یأخذ من طولها وعرضها''یعنی داڑھی کے جو بال ایک مشت سے زائد ہو جائیں انہیں کاٹ دینا واجب ہے کیونکہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طول وعرض سے اخذِ لحیہ فرمایا کرتے تھے۔

(البنایة شرح هدایة للعینی جلد3صفحه346)

(26)۔علامہ امام ابن ہمام نے بھی اپنی ''فتح القدیر'' میں اسی روایت سے استدلال فرمایا کہ''وهو ای القدر المسنون فی اللحیة القبضة وما وراء ذالك یجب قطعه هكذا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یأخذ عن لحیته من طولها وعرضها''یعنی داڑھی صرف ایک مشت تک ہی مسنون ہے اور جو اس سے زائد ہو اسے کاٹ دینا واجب ہے کیونکہ اسی طرح جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی طول وعرض سے اخذِ لحیہ فرمایا کرتے تھے۔

(فتح القدیر لابن همام جلد2صفحه76)

(27)۔علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے مشکوۃ المصابیح کی شرح ''مظاہرِ حق''میں اسی روایت کے تحت لکھا ہے کہ:''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کے ہر طرف سے بڑھے ہوئے بال کتر کر برابر کرتے تھے اور یہ اعفاء و توفیر کے منافی نہیں ہے جس کا حکم حدیث میں وارد ہوا ہے، کیونکہ ممانعت تو اس بات کی ہے کہ:اہل عجم کی طرح داڑھی کو چھوٹا مت کرو اور طول وعرض سے زیادہ لمبے بالوں کا آگے سے کاٹ دینا اس کے منافی نہیں کیونکہ یہ اصلاح کے لئے ہے اور یہ آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، نیز ابن مالک کا قول ہے کہ: داڑھی کے بالوں کو برابر کرنا سنت ہے)''۔

(مظاہر حق لقطب الدین الدھلوی (مترجم) جلد 4 صفحہ 234)

فائدہ: جی جناب! تو کیا اتنے محدثین وفقہاء کا اس حدیث کو باوجود تنقید کے قبول کرنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ ان تمام کے نزدیک اس حدیث کی کوئی تو اہمیت ضرور ہے؟ تمہارا تو پتہ نہیں البتہ ہمیں اپنے موقف پر حق الیقین حاصل ہو گیا کیونکہ مذکورہ بالا جمہور علماء نے اس روایت کو بوجہ ضعف ترک نہیں کردیا بلکہ انہوں نے اس سے استدلال کو ہی بہتر جانا، چنانچہ ان تمام کے نزدیک یہ حدیث درج ذیل وجوہات کی بناء پر قابلِ استدلال سمجھی گئی ہے مثلاً!

(1)۔ یہ روایت شریعت میں نقصان کی بجائے تحسینِ سنت کا فائدہ دیتی ہے۔

(2)۔ یہ روایت کسی بھی صحیح حدیث کے مخالف نہیں۔

(3)۔ عملِ صحابی اور دیگر روایات سے بھی اسے تقویت پہنچتی ہے۔

(4)۔ میانہ روی کے سلسلہ میں قرآن وسنت سے بھی اس کو تقویت حاصل ہے۔

(5)۔ خود دلائلِ صحیحہ ثابتہ سے ثابت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک بھی سینہ سے متجاوز نہیں تھی (ظاہر ہے کہ اس کا سبب بھی تراشنا ہی تھا)۔

(6)۔ اہلِ علم کا بھی اسی پر عمل اور فتویٰ ہے چنانچہ علماء حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جس حدیث کو ائمہ فن استدلال کے قابل سمجھ کر دلیل بنالیں تو وہ بھی ضعف کے باوجود قوت پا جاتی ہے۔

Marfat.com

اور تو اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذِ لحیہ پر صرف یہی ایک روایت ثابت نہیں بلکہ مزید روایات بھی کتبِ معتمدہ متداولہ میں موجود و ثابت ہیں جن میں سے کسی روایت میں اپنی ریش مبارک کو بذاتِ خود تراشنا، کسی روایت میں کسی دوسرے سے ترشوانا اور کسی روایت میں دوسروں کو اپنی داڑھیاں تراشنے کا حکم دینا بھی ثابت ہے حتیٰ کہ کسی روایت میں ایک مشت تک ہلکی داڑھی کی فضیلت بیان کرنا بھی ثابت ہے، جن کا بیان ان شاء اللہ العزیز آئندہ کر دیا جائے گا چنانچہ اس وجہ سے بھی عمرو بن شعیب والی سابقہ روایت قوت پکڑ جاتی ہے۔

چنانچہ شاید یہی وجہ ہے کہ تمہارے اپنے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ نمبر 123 میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ!

''سوال: داڑھی مسلمان کو کس قدر لمبی رکھنے کا حکم ہے؟

جواب: حدیث میں آیا ہے ''داڑھی بڑھاؤ جس قدر خود بڑھے'' ہاتھ کے ایک قبضے کے برابر رکھ کر زائد کٹوا دینا جائز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک قدرتی گول تھی تاہم اطراف و جوانب، طول و عرض سے کسی قدر کانٹ چھانٹ کر دیتے تھے''۔

—''الفضل ما شھدت بہ الاعداء''—

Marfat.com

(فصل)

اخذ و اعفاء میں کوئی منافاۃ نہیں

تعجب ہے: تم نے اپنے فتویٰ میں ''اخذ'' یعنی داڑھی تراشنے والی حدیث کو اعفاء یعنی ''اعفوا اللحی'' والی حدیث کا مدِ مقابل اور منافی سمجھ کر رد کر دیا حالانکہ جمہور علماء کی اچھی خاصی تعداد نے اپنی کتب میں داڑھی تراشنے والی حدیث کو دلیل بنایا اور خود اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اسی پر ثابت ہے لہٰذا اگر تمہاری اس بے بیان منطق کو خدانخواستہ کچھ بھی اہمیت دے دی جائے تو حال یہ ہو کہ محدثین تو ایک طرف خود نمونہ ء رشد و ہدایت اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا پیرو نہیں بلکہ (معاذ اللہ) کھلا مخالف قرار دیدیا جائے، بس یہی تو تمہارے اور ہمارے درمیان فرق ہے، تم نے وہ مؤقف اپنایا جس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی خلافِ سنت کے ارتکاب کے موردِ الزام ٹھہرایا جانا لازمی ہوا، چاہیے تو یہ تھا کہ: مذکورہ بالا علماء کے اس روایت کو قبول کرنے اور اپنی کتب میں درج کر کے استدلال کرنے سے ہی یہ اندازہ لگالیا جاتا کہ: جمہور علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کو کاٹ دینے والی یہ روایت ''اعفو االلحی'' کے مدِ مقابل ہرگز نہیں، ورنہ یہ جمہور علماء اس روایت کو اہمیت ہی

Marfat.com

کیوں دیتے؟ لیکن ''لاأسلِمُ'' کا کیا کیجیے؟ جتنی بھی صراحت کیجیے کم ہے چنانچہ بالصراحت ''اخذ'' و''اعفاء'' کے درمیان عدمِ منافات کے دلائل ملاحظہ ہوں!

(1)۔ امام الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: ''وحمل هؤلاء النهي على منع ما كانت الاعاجم تفعله من قصها وتخفيفها'' یعنی (اور داڑھیاں کاٹنے کی ممانعت والی حدیث کو عجمیوں کی طرح کاٹنے اور داڑھیاں بالکل چھوٹی کروا دینے سے منع پر ہی محمول کیا جائے گا)۔

(فتح الباری شرح بخاری للعسقلانی جلد10 صفحہ395)

نیز فتح الباری کی اسی عبارت کو بطور تائید تمہارے ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد2 صفحہ نمبر 137 پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

(2)۔ الشیخ الامام قسطلانی فرماتے ہیں کہ: ''وحملوا النهي على منع ما كانت الاعاجم تفعله من قصها وتخفيفها وقال عطاء: ان الرجل لو ترك لحيته لايتعرض لها حتى افحش طولها وعرضها لعرض نفسه لمن يستخف به''۔

(ارشاد الساری شرح بخاری للقسطلانی جلد8 صفحہ464)

یعنی (اور اسلاف نے ''نہی'' (اعفوا اللحی) والی حدیث کو عجمیوں کی طرح کاٹنے یا کم کرنے سے منع پر ہی محمول کیا ہے اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ: بلاشبہ اگر ایک آدمی اپنی داڑھی کو یونہی چھوڑ ڈالے اور اس سے کچھ بھی نہ کاٹے تو اس کی بے حد لمبائی اور چوڑائی بری لگنے لگے گی تب تو وہ ایسے شخص کو ضرور اکسائے گی جو داڑھی کی توہین کرنا چاہتا ہے)۔

Marfat.com

(3)۔ شیخ علامہ الصالحی الدمشقی نے بیان فرمایا ہے کہ:

"قال الطیبی: لا منافاة بین حدیث الاخذ من لحیته الشریفة صلی الله علیه وسلم وبین قوله "اعفوا اللحیات"، النهی عنه هو قصها کفعل الاعجام، والاخذ من الاطراف قلیلا لا یکون من القص فی شیء".

(سبل الهدیٰ والرشاد للصالحی جلد 7 صفحہ 351)

یعنی (علامہ طیبی کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ریش مبارک کو تراشنے والی حدیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان ''داڑھیاں بڑھاؤ'' میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ ''اعفوا'' فرما کے جس کاٹنے سے روکا گیا ہے وہ تو عجمیوں کے فعل (یعنی مطلقاً مونڈ دینے) سے روکا گیا ہے چنانچہ داڑھی کے زائد کناروں سے تھوڑے بہت بال تراش لینا ''اعفوا'' کے خلاف نہیں)۔

(4)۔ الشیخ الامام زرقانی نے بھی ''زرقانی علی المواهب'' جلد 5 صفحہ نمبر 508 میں فرمایا ہے کہ: ''ثم لا ینافی فی فعله صلی اللّٰه علیه وسلم قوله: "اعفوا اللحی"۔ وقال الطیبی: المنهی عنه: قصها کالاعاجم او وصلها کذنب الحمار وقال الحافظ: المنهی عنه الاستئصال او ماقاربه بخلاف الاخذ المذکور"۔

(الزرقانی علی المواهب جلد 5 صفحہ 508)

یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ریش مبارک کو تراشنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کے بالکل منافی نہیں۔۔۔۔ اور علامہ الطیبی فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ: جس چیز سے روکا گیا ہے وہ عجمیوں کی طرح (حد سے زیادہ) کاٹ ڈالنا ہے یا پھر گدھے کی دُم کی طرح بے حد لمبا چھوڑ دینا ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: جس چیز سے روکا گیا ہے وہ جڑ سے ہی اکھیڑ دینا ہے یا اس کے قریب کر دینا ہے نہ کہ: داڑھی کو ایک مشت تک رکھنے کے لئے مذکورہ تراشنا)۔

(5)۔العلامہ الشیخ علی الحلبی فرماتے ہیں کہ: "وكان صلى الله عليه وسلم يأخذ بالمقراض من عرض لحيته وطولها وقد لا ينافي ذالك ما جاء : "امرني ربي باعفاء لحيتي وقص شاربي"" یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قینچی کیساتھ اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کو طول وعرض سے تراش لیا کرتے تھے اور یہ بات بالکل بھی اس حدیث کے منافی نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرنے کا حکم دیا ہے)۔

(السیرۃ الحلبیۃ للحلبی جلد 3 صفحہ 468)

(6)۔الشیخ یعقوب بن سید علی البروسوی نے "مفاتیح الجنان" صفحہ نمبر 362 میں بیان کیا ہے کہ: "واعلم ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: "اعفو اللحى واحفوا الشوارب" واراد به النهي عما يفعله الاعاجم والافرنج من قص اللحية اى قطع كلها وتوفير الشارب فانه مكروه، صرح به زين العرب وغيره رحمهم الله وهذا لا ينافي ما رواه عمرو بن شعيب رضي الله عنه من انه صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته طولا وعرضا اذا زاد على قدر القبضة"۔

(مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام للبروسوی صفحہ 362)

Marfat.com

یعنی (جان لو کہ: بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''اپنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو پست کرو'' اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس عمل سے روکنا ہے جو عجمی اور فرنگی لوگ داڑھیاں کاٹ کر کرتے تھے یعنی ساری داڑھیاں کاٹ دیتے اور مونچھوں کو بڑھا دیا کرتے تھے کیونکہ یہ ناپسندیدہ عمل ہے اسی کی زین العرب وغیرہ رحمہم اللہ نے تصریح فرمادی ہے، اور یہ مذکورہ حدیث اس روایت کے بالکل بھی خلاف نہیں جسے عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے مشت سے زائد بالوں کو طول وعرض سے تراش لیا کرتے تھے)۔

(7)۔ امام علاء الدین الحصکفی فرماتے ہیں کہ: "لا یکرہ۔ تطویل اللحیة اذا کانت بقدر المسنون وھو القبضة وصرح النھایة بوجوب قطع ما زاد علی القبضة بالضم ومقتضاہ الاثم بترکه الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت واما الاخذ منھا وھی دون ذالك کما یفعله بعض المغاربة ، و مخنثة الرجال فلم یبحه احد ، واخذ کلھا فعل یھود الھند ومجوس الاعاجم''۔

(در المختار مع رد المحتار جلد3صفحه456،457)

یعنی (داڑھی کو ایسا طویل کرنا کہ وہ مسنون مقدار یعنی مشت تک ہی رہے مکروہ نہیں اور نہایہ میں مشت سے زائد بالوں کے کاٹنے کو واجب ہونے کی تصریح کی گئی ہے ''القبضه'' قاف کی پیش کے ساتھ ہے، نہایہ کی عبارت کا تقاضہ یہ ہے کہ: داڑھی کو مشت سے زائد بڑھانے پر گناہ ہو یہ اس وقت ہوگا جب وجوب کو ثبوت کے معنی

Marfat.com

میں مراد نہ لیا جائے، نیز مشت سے بھی کم کرنا یہ تو بعض مغربی لوگوں اور ہیجڑوں کا کام ہے جسے کسی ایک نے بھی جائز قرار نہیں دیا، اور داڑھی کو سارا کاٹ دینا ہندوؤں اور مجوسیوں کا فعل ہے)۔

(8)۔علامہ امام ابن عابدین الشامی نے بھی داڑھی کے مشت سے زائد بالوں کا تراشنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''اعفوا اللحی'' کے غیر منافی قرار دیتے ہوئے بڑی دلچسپ تحقیق فرمائی ہے، کہ: ''(واما الاخذ منها الخ) بهذا وفق فی الفتح بین ما مر فی الصحیحین عن ابن عمر عنه صلی اللّٰه علیه وسلم : "احفوا الشوارب واعفوا اللحی" قال: لانه صح عن ابن عمر راوی هذا الحدیث انه کان یأخذ الفاضل عن القبضة، فان لم یحمل علی النسخ کما هو اصلنا فی عمل الراوی علی خلاف مرویه مع انه روی عن غیر الراوی، وعن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یحمل الاعفاء علی اعفائها عن ان یأخذ غالبها او کلها کما هو فعل مجوس الاعاجم من حلق لحاهم ، ویؤید ه ما فی مسلم عن ابی هریرة عنه صلی اللّٰه علیه وسلم : "جزوا الشوارب واعفوا اللحی،خالفوا المجوس" فهذه الجملة واقعة موقع التعلیل ، واما الاخذ منها وهی دون ذالك کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد۔الخ۔ملخصاً"۔

(رد المحتار علی الدر المختار جلد3صفحه456،457)

یعنی (اور داڑھی کے زائد بال کاٹنا۔ الخ) فتح میں اسی سے صحیحین کی گزشتہ

Marfat.com

حدیث کے درمیان جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے موافقت ثابت کردی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مونچھوں کو پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ'' فرماتے ہیں کہ: یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ: اسی حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بذاتِ خود مشت سے زائد بالوں کو کاٹتے تھے (جس سے داڑھیاں بڑھانے کے حکم کا نسخ ثابت ہوتا ہے) لیکن اگر ہم اپنے اصول کے مطابق خود راوی کا اپنی ہی روایت شدہ حدیث کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے مزید رواۃ کی موجودگی میں (''اعفوا اللحی'' والی حدیث کو) نسخ پر نہ بھی محمول کریں تو پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت شدہ داڑھیاں بڑھانے والی حدیث کو ایسے بڑھانے پر ہی محمول کیا جائے گا جو داڑھیوں کو کاٹ کر مشت سے بھی کم کردیئے جانے یا سارا ہی کاٹ ڈالنے کے خلاف ہوگا جیسا کہ مجوسیوں کا فعل ہے جو اپنی داڑھیوں کو مونڈ ڈالا کرتے تھے، اور مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مونچھیں کاٹ کر اور داڑھیاں بڑھا کر مجوسیوں کی مخالفت کرو'' چنانچہ یہ جملہ مقامِ بیانِ علت پر ہی واقع ہوا ہے، لہٰذا مشت سے زائد بالوں کو تراشنا یہ اس فعل کے مشابہ نہیں ہوسکتا جیسا کہ بعض مغربی اور مردانہ ہیجڑے کرتے ہیں کیونکہ اس کو (یعنی مغربی و ہیجڑوں کے فعل کو) کسی ایک نے بھی جائز قرار نہیں دیا۔ الخ۔ ملخصا)۔

(9)۔ علامہ محمد عبدالرؤوف المناوی نے بھی فرمایا کہ: ''ثم ان فعله هذا لا يناقض قوله : "اعفوا اللحى" لان ذالك في الاخذ منها لغير حاجة او لنحو تزين وهذا فيما اذا احتيج اليه لتشعث او افراط يتأذى به ،وقال

Marfat.com

الطيبي: المنهي عنه: هو قصها كالاعاجم او وصلها كذنب الحمار وقال ابن حجر: المنهي عنه الاستئصال او ماقاربه، بخلاف الاخذ المذكور"۔

(فیض القدیر للمناوی جلد6صفحہ578)

یعنی (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ریش مبارک کو تراشنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کے بالکل منافی نہیں، کیونکہ اس حدیث میں ممانعت تو اس تراشنے سے ہے جو بغیر کسی ضرورت اور محض (عورتوں کی طرح) آراستہ ہونے کے لئے کیا جائے اور وہ (مشت سے زائد بالوں کا) تراشنا اس وقت ہوتا ہے جب داڑھی کے بال بکھر جائیں یا اتنے بڑھ جائیں کہ ایذاء دینے لگ جائیں ،اور علامہ الطیبی فرماتے ہیں کہ: جس تراشنے سے روکا گیا ہے وہ عجمیوں کی طرح (حد سے زیادہ) کاٹ ڈالنا ہے یا پھر گدھے کی دُم کی طرح بے حد لمبا چھوڑ دینا ہے اور حافظ ابن حجر یوں فرماتے ہیں کہ: جس تراشنے سے روکا گیا ہے وہ جڑ سے ہی اکھیڑ دینا ہے یا اس کے قریب کر دینا ہے نہ کہ: داڑھی کو ایک مشت تک رکھنے کے لئے مذکور تراشنا)۔

(10)۔شارح المشکوٰۃ امام ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ: ''قال الطیبی: هذا لا ينافي قوله صلى الله عليه وسلم : "اعفوا اللحى"لان المنهي عنه هو قصها كفعل الاعاجم، او جعلها كذنب الحمام و المراد بالاعفاء التوفير منه كما في الرواية الاخرى والاخذ من الاطراف قليلا لايكون من القص في شيء" یعنی (علامہ امام طیبی فرماتے ہیں کہ: یہ داڑھی تراشنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کے منافی نہیں ہے کیونکہ جس کاٹنے

Marfat.com

سے روکا گیا ہے وہ عجمیوں کی طرح کاٹنا ہے، یا ایسا کاٹنا کہ داڑھی کبوتر کی دُم کی طرح ہو جائے اور ''بڑھانے'' کا مطلب: عجمیوں سے وافر کرنا ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے اور فقط کناروں سے داڑھی کو تراش لینا یا اسے مشت سے کم کرنا نہیں ہوتا)۔

(المرقاة شرح المشكوة لملا علي القاري جلد8صفحه285)

(11)۔امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ:''يحمل الاعفىٰ علىٰ اعفاها من ان يأخذ غالبها او كلها كما هو فعل المجوس الاعاجم من حلق لحاهم كما يشاهد في الهنود وبعض اجناس الفرنج فيقع بذالك الجمع بين الروايات ويؤيد ارادة هذا ما في المسلم عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم : "جزوا الشوارب واعفوا اللحىٰ خالفوا المجوس" فهذه الجملة واقعة موقع التعليل واما الاخذ منها وهي دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة والخنثة الرجال لم يبحه احد''۔

(فتح القدير لابن همام جلد2صفحه77كتاب الصوم)

یعنی (داڑھیاں بڑھانے کے حکم کو اسی بات پر محمول کیا جائے گا کہ: داڑھی کا اکثر یا تمام حصہ نہ کاٹ دیا جائے جیسا کہ عجمی مجوسی لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی داڑھیوں کو سرے سے ہی مونڈ ڈالتے ہیں اسی طرح کا عمل ہندوؤں اور بعض انگریزوں میں بھی ملاحظہ کیا جاتا ہے، چنانچہ اگر حکمِ اعفاء کے اسی مفہوم کو مراد لیں گے تبھی روایات میں تطبیق ہوگی چنانچہ اس مراد و مفہوم کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مونچھوں کو پست کرو، اور داڑھیوں کو بڑھنے دو اور

Marfat.com

مجوسیوں کی مخالفت کرو" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ (مجوسیوں کی مخالفت کرو) تعلیل کی جگہ واقع ہوا ہے اور بہر حال داڑھی کو کاٹ کر ایک مشت سے بھی کم کر دینا جیسا کہ بعض مغرب زادے اور ہیجڑے کرتے ہیں انسے کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا)۔

(12)۔امام زین الدین ابن نجیم فرماتے ہیں کہ:"واما الاخذ منها وهي دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة والمخنثة من الرجال فلم يبحه احد كذا في فتح القدير وقد صرح في النهاية بوجوب قطع ما زاد على القبضة بالضمة مقتضاه الاثم بتركها"۔

(بحر الرائق جلد 2 صفحه 270 مطبوعه مصر)

اور داڑھی کے بالوں کو کاٹ کر مشت سے کم کر دینا جیسا کہ بعض مغرب زادے اور ہیجڑے کرتے ہیں اسے کسی نے بھی جائز نہیں کہا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور نہایہ میں صراحت کی گئی ہے کہ ایک مشت سے بڑھے ہوئے داڑھی کے بال کاٹنا واجب ہے، اور اس کا تقاضا یہی ہے کہ داڑھی کو یونہی چھوڑ دینے والا گناہگار ہوگا۔

(13)۔علامہ قاضی ابن ولید سلیمان فرماتے ہیں کہ:"وقد استحب ذالك مالك رحمه الله تعالىٰ لان الاخذ منهما علىٰ وجه لا يغير الخلقة من الجمال والاتيصال لهما مثلة كحلق رأس المرأة فمنع من استيصالها او ان يقع منهما مع تغير الخلقة ويؤدى الى المثلة واما ما تزايد منهما وخرج عن الجمال الى حد التشحث وبقائه مثلة"

(المنتقىٰ شرح الموطا جلد3 صفحه 32 كتاب الحج)

Marfat.com

یعنی (امام مالک نے اسے مستحب قرار دیا ہے کیونکہ سر اور داڑھی کے زوائد تراشنا اس وجہ سے ہے کہ انسانی تخلیقی جمال میں بدصورتی نہ آجائے، اور یہ عمل درست ہے، لیکن داڑھی کو جڑ سے ہی مونڈ ڈالنا شکل کے بگاڑ کا باعث بنتا ہے جیسا کہ عورت کا اپنے سر کے بال ہی منڈوا دینا، تو امام مالک نے داڑھی کے بالوں کو جڑ سے مونڈ دینا یا ایسے طریقے سے کاٹنے سے منع فرمایا ہے جس سے مردانگی پر اثر پڑے اور شکل میں بگاڑ آئے، نیز جو بال حد شرعی سے بڑھ جائیں وہ جمال سے نکل کر بدصورتی کی حد تک بڑھ جاتے ہیں تو ان بالوں کو باقی چھوڑ دینا بھی ''مثلہ'' یعنی شکل کا بگاڑ ہے)۔

(14)۔ محشی المشکوٰۃ مولانا احمد علی سہارنپوری فرماتے ہیں کہ: ''قوله: "كان يأخذ من لحيته" هذا لا ينافي قوله صلى الله عليه وسلم: "اعفوا اللحى" لان المنهي عنه هو قصها كفعل الاعاجم ــــ والمراد بالاعفاء: التوفير منه كما في الرواية الاخرى والاخذ من الاطراف قليلا لايكون من القص في شيء''۔

(حاشية المشكوة للسهارنپوري صفحه 381)

یعنی (صحابی کا قول کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو تراشا کرتے تھے'' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ: ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کے منافی نہیں ہے کیونکہ جس کاٹنے سے روکا گیا ہے وہ عجمیوں کی طرح کاٹنا ہے۔۔۔۔ اور ''بڑھانے'' کا مطلب: عجمیوں سے وافر کرنا ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے اور فقط کناروں سے داڑھی کو تراش لینا یہ اسے مشت سے کم کرنا نہیں ہوتا)۔

(15)۔ شارح مشکوٰۃ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی لکھتے ہیں کہ:

Marfat.com

’’(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک کے ہر طرف سے بڑھے ہوئے بال کتر کر برابر کرتے تھے اور یہ اعفاء اور توفیر کے منافی نہیں جس کا حکم احادیث میں وارد ہوا ہے کیونکہ ممانعت تو اس بات کی ہے کہ: اہلِ عجم کی طرح داڑھی کو چھوٹا مت کرو اور طول وعرض سے زیادہ لمبے بالوں کا آگے سے کاٹ دینا اس کے منافی نہیں کیونکہ یہ اصلاح کے لئے ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے)‘‘۔

(مظاهر حق لقطب الدين الدهلوى (مترجم) جلد 4 صفحه 234)

(16)۔اسی طرح تمہاری مستند کتاب ’’فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری‘‘ میں ہے کہ: ’’یحمل النهی علی الاستیصال او ماقاربه، بخلاف الاخذ المذکور‘‘ یعنی (داڑھی کٹانے کی ممانعت کو جڑ سے اکھیڑنے یا کاٹ کر اس کے قریب کر دینے پر ہی محمول کیا جائے گا، لیکن مذکورہ تراشنے والے فعل پر نہیں)۔

(فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری جلد 1 صفحه 229)

لہٰذا اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ: داڑھی کے زائد بالوں کو قطع کرنے والی روایت ’’اعفوا اللحی‘‘ سے متعارض نہیں تو پھر اسے محض تمہارے خیال وقیاسِ فاسد کی وجہ سے کیونکر چھوڑ دیا جائے حالانکہ احناف تو بحمدہ تعالیٰ قبولیتِ حدیث کے معاملے میں دوسرے تمام گروہوں سے ’’ممتاز مع الشرف‘‘ ہیں کہ: احناف کے نزدیک حدیث کو قیاس پر ترجیح ہوتی ہے اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو؟ اور یہاں پر اس روایت کا ضعف استدلال کو کچھ بھی مضر نہیں کیونکہ ’’اعفوا اللحی‘‘ میں جس کاٹنے سے منع کیا گیا ہے وہ بقدرِ قبضہ نہیں بلکہ مونڈنا یا مشت سے بھی چھوٹا کر دینا ہے چنانچہ اسی لئے!

Marfat.com

(i)۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ: ''لایجوز حلقها ولا نتفها ولا قص الكثير منها'' یعنی (داڑھی کو نہ ہی مونڈنا جائز اور نہ ہی اکھیڑنا اور نہ ہی حد سے زیادہ تراشنا جائز)۔

(المفخم لما اشكل من تلخيص مسلم للقرطبی جلد1صفحه512)

(اتحاف السادة المتقين جلد2صفحه419)

(ii)۔اسی طرح الشیخ یعقوب بن سید علی البروسوی لکھتے ہیں کہ: ''(واعفاء اللحية) ای تكثيرها والمراد منه عدم المبالغة فی الجز'' یعنی (داڑھی کو زیادہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ: کاٹنے میں مبالغہ نہ کیا جائے)۔

(مفاتیح الجنان للبروسوی صفحه361،362)

علیہ الرحمۃ چنانچہ اگر تم اسے تسلیم نہیں کرتے تو ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ: تم ثابت کرو کہ داڑھیاں بڑھانے کا حکم ان مشرکوں یا یہود ونصاریٰ اور یا پھر اُن مجوسیوں کے خلاف ہے جو اپنی داڑھیاں ایک مشت رکھ کر بقیہ کاٹ دیتے تھے یعنی زائد ہونے پر کاٹ دیا کرتے تھے جس کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ: مشرکین یا یہود ونصاریٰ یا مجوسیوں کی اس فعل میں مخالفت کرو اور خبردار کوئی مشت پر بھی داڑھی نہ کاٹے بلکہ داڑھیاں جہاں جاتی ہیں جانے دو، خواہ ناف یا اس سے بھی نیچے۔

تعجب ہے! کہ: ایک طرف تو تم لوگ ہمارے بھولے بھالے عوام کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے سے یہ کہہ کر منع کرتے رہتے ہو کہ: ناف کے نیچے شرمگاہ ہے نماز میں ہاتھ اس جگہ نہیں باندھنا چاہیے اور دوسری طرف داڑھیوں کو وہاں تک بڑھانے پر فتویٰ دے رہے ہو۔

Marfat.com

چنانچہ تمہیں یہ بھی ثابت کرنا چاہیے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مذکورہ بالا فعل کی وجہ سے اپنی ریش مبارک بھی ناف تک بڑھائی تھی ''ان لم تفعلوا ولن تفعلوا'' تو کم از کم اتنا ہی سوچ لو کہ کیا خواہ مخواہ ''اعفوا اللحی'' والی روایت کو ایک مشت داڑھی پر جبراً مسلط کر دینا حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ من مانی نہیں؟ پھر بھلا ''من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار'' اور کہاں صادق آئے؟

حق تو یہ ہے کہ: ''اخذِ لحیہ'' ان کفار کے خلاف ہے جو اپنی داڑھیاں اتنی بڑھاتے کہ: قبیح اور بھیانک صورت نمودار ہو جاتی اور ''اعفاء لحیہ'' کا حکم ان کفار کے خلاف ہے جو داڑھیاں سرے سے ہی مونڈ کر صنفِ زنان خانہ میں شامل ہو جاتے ہیں یا پھر داڑھی کے نت نئے ڈیزائن بناتے پھرتے ہیں، چنانچہ!

(1)۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ: ''جاء رجل من المجوس الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وحلق لحیته واطال شاربه فقال له النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم : ماھذا؟ قال: ھذا فی دیننا ، قال: فی دیننا ان نجز الشارب وان نعفی اللحیة'' یعنی (ایک مجوسی آدمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جسکی داڑھی مُنڈی ہوئی اور مونچھیں لمبی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ کیا ہے؟ بولا: یہ ہمارے دین کی علامت ہے، فرمایا: اور ہمارے دین کی علامت یہ ہے کہ: ہم مونچھیں کاٹتے اور داڑھیاں بڑھاتے ہیں)۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد6صفحه110)

Marfat.com

(2)۔نیز غنیه ذوی الاحکام ،بحر الرائق، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ،در مختار مع رد المحتار اورفتح القدیر وغیرھا میں ہے کہ:''الاخذ منھا وھی دون ذالك کما یفعله بعض المغاربته ومخنثة الرجال فلم یبحه احد واخذ کلھا فعل مجوس الاعاجم والیھود والھنود بعض اجناس الافرنج''یعنی(داڑھی کواس حد تک تراشنا یا کترنا کہ وہ مشت سے کم ہوجائے ناجائز ہے جیسا کہ:بعض مغربیت زدہ لوگ اور ہیجڑے کرتے ہیں یہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں اورسب لے لینا مجوسی، یہودی، ہندو اوربعض فرنگیوں کافعل ہے)۔

(در المختار مع رد المحتار جلد3صفحه456،457)

(غنیة ذوی الحکام جلد1صفحه208)

(بحر الرائق لابن نجیم جلد2صفحه280)

(حاشیة علی المراقی للطحطاوی صفحه372)

(فتح القدیر لابن الھمام جلد2صفحه270)

(3)۔تفسیر قرطبی میں ہے کہ:''والاعاجم یقصون لحاھم ویوفرون شواربھم او یوفرونھما معًا''یعنی(عجمی لوگ اپنی داڑھیوں کومشت سے بھی چھوٹا کرتے اورمونچھوں کو بڑھادیتے ہیں یا پھر دونوں ہی کو بہت زیادہ لمبا کردیتے ہیں)

(تفسیر لاحکام القرآن للقرطبی جلد2صفحه104)

(4)۔''احیاء العلوم'' اور ''قوت القلوب'' میں ہے کہ:''(تقصیصھا کالتعبیة طاقة علی طاقة للتزین للنساء والتصنع)وعن کعب وابی الجلد وصفا قوما یکونون فی آخر الزمان یقصون لحاھم کذنب

Marfat.com

الحمامة و یعرقفون نعالهم کالمناجل اولئك لا اخلاق لهم ''یعنی (اس خیال سے داڑھی کاٹ کر چھوٹی کرنا کہ عورتوں کی نظروں میں خوبصورت لگے، چنانچہ اس بارے میں) حضرت کعب احبار اور ابو الجلد سے روایت ہے کہ: آخری زمانے میں کچھ لوگوں کی عادت یہ ہوگی کہ وہ اپنی داڑھیوں کو اس طرح کاٹیں گے جیسے کبوتری کی دُم ہو اور اپنی جوتیوں کو اس طرح نوکیلا بنائیں گے جس طرح درانتیاں ہوں ایسے لوگوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2صفحہ242)

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحہ168)

(5)۔ چنانچہ اسی کی تائید میں تمہارے معتبر ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ 138 میں یوں کہا گیا ہے کہ: ''حاصل یہ کہ: سلف صالح جمہور صحابہ وتابعین وائمہ محدثین کے نزدیک ایک مشت تک داڑھی کو بڑھنے دینا حلق و قصر وغیرہ سے اس کا تعارض نہ کرنا واجب ہے کہ اس میں اتباع سنت اور مشرکوں کی مخالفت ہے اور ایک مشت سے زائد کی اصلاح جائز ہے اور بافراط شعر لحیہ وتشوہِ وجہ وصورت وتشبہ بہ بعض اقوام مشرکین، ہندو وسادھو وسکھ وغیرہ جن کا شعار باوجود افراط شعر لحیہ عدم اخذ ہے قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے ورنہ مشرکوں کی موافقت سے خلافِ سنت بلکہ بدعت ثابت ہوگی جس کا سلف صالحین میں سے کوئی بھی قائل نہیں''۔

ثابت ہوا کہ: اسلام نے ہمیں میانہ روی کا وہ راستہ بتایا ہے جس سے کفار کے کسی بھی ٹولے سے ہمارا کوئی تعلق نہ رہے اور چہرے کے حسن میں بھی اضافہ ہوتا ہو، اور وہ ایک مشت داڑھی میں ہی ہے۔

Marfat.com

لطیف نکتہ:

تمہارے ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ 138 کی روشنی میں داڑھی کے زوائد تراشنا دراصل حدیث اعفاء پر عمل کرنے کا صحیح طریقہ ہے چنانچہ لکھا ہے کہ: ''اور یہ بھی واضح ہو کہ: حدیث نبوی! ''انهكوا الشوارب واعفوا اللحى وخالفوا المشركين'' جب تک کہ: حدیث کے تینوں جملوں پر پوری طرح عمل نہ کیا جائے گا اتباعِ سنت اور مشرکین کی مخالفت نہ ہوگی مثلاً اگر کوئی مونچھوں کو حذف کردے اور اعفاء لحیہ نہ کرے یا کرے مگر باوجود افراطِ شعر لحيه وتشوه وجه وتشبه به بعض مشركين مذکورہ بالا اس کی اصلاح نہ کرے تو حدیث کے جملہ ''خالفوا المشركين'' پر عمل نہ ہوگا اس لئے کہ: ''خالفوا المشركين'' کا الف لام استغراقی ہے کہ: مشرکوں کی ہر نوع و ہر حیثیت سے مخالفت کاملہ واجب ہے اور وہ مخالفت قطع شوارب سے ہو یا اعفاء لحیہ سے ہو یا باوجود افراطِ شعر لحیہ عدمِ اصلاح شعرِ لحیہ سے ہو اور اگر ان شقوق میں سے کوئی شق باقی یا ناقص رہ گئی تو مخالفت کاملہ نہ ہوگی لہٰذا اتباع سنت بھی نہ ہوگا، ورنہ داڑھی مونچھیں منڈانے والوں پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ: ''انهكوا الشوارب'' پر عمل ہو کر اتباعِ سنت و مخالفت مشرکوں کی ہوگئی'' ولا قائل به احد من علماء الاسلام ''پس افراطِ شعر کی صورت میں قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے''۔

Marfat.com

(فصل)

ریشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تک تھی؟

چنانچہ عین ممکن ہے کہ: جوشِ جہالت میں کوئی ہم پر یہ اعتراض کردے کہ: آپ ایک مشت کا نعرہ لگا رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے بارے میں صحیح حدیث میں ''سینہ تک'' کے الفاظ روایت کئے گئے ہیں نیز قاضی عیاض مالکی نے بھی شفاء شریف میں روایت کیا ہے کہ: ''کث اللحیۃ تملأ صدرہ'' یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک اتنی گھنی ہوتی تھی کہ: سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی)، چنانچہ ثابت ہوا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریش مبارک کے بال مبارک ایک مشت سے زائد تھے جو سینہ مبارک کو ڈھانپ لیتے تھے۔

تو میں کہتا ہوں کہ: حدیث میں ''تملأ صدرہ'' اور ''ملأت نحرہ'' دونوں طرح کے الفاظ وارد ہیں اور ''نحر'' والی روایت تو خود تمہارے مجہول مفتی نے بھی اپنے فتوی میں بیان کی اور اس سے استدلال بھی کیا جس سے اس حدیث کے تمہارے نزدیک مستدل بہ ہونے کی بھی دلیل حاصل ہے چنانچہ ''صدر'' ہو یا ''نحر'' اس میں بھی کوئی تضاد نہیں بلکہ ''صدر'' کی تفسیر ''نحر'' ہے اور ''نحر'' سے ائمہ لغت اور محدثین کے ہاں کیا مراد ہوتی ہے؟ اس کی وضاحت بھی جمہور علماء

Marfat.com

نے اپنی کتب میں اچھی طرح کردی، چنانچہ!

(1)۔امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:''النحر : موضع القلادة من الصدرونحرته : اصبت نحره ومنه نحر البعير''یعنی (''نحر'': سینہ کے (اوپر) ہار ڈالنے کے مقام کو کہتے ہیں جیسے (کوئی کہے) کہ:''نحرته''یعنی میں اس کے گلے تک پہنچا اور اسی سے اونٹ کو نحر کرنا بھی مشتق ہے)۔

(المفردات فی غریب القرآن للاصفہانی صفحہ487)

(2)۔علامہ ابن منظور فرماتے ہیں کہ:''النحر :الصدر، والنحور: الصدور، ابن سیدہ: نحر الصدر اعلاه ، وقیل : هو موضع القلادة منه ـــ و نحر البعير ينحره نحرا : طعنه في منحره حيث يبدو الحلقوم من اعلٰی الصدر''۔

(لسان العرب لابن منظور جلد3صفحہ763)

یعنی (''نحر'' سے مراد سینہ ہے اور''نحور'' (جمع) سے مراد سینے ہیں اور علامہ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ:''نحر'': سینے کے اوپری حصے کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ نحر: ہار ڈالنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔۔۔۔۔اور اونٹ کے نحر سے مراد اونٹ کو ذبح کرنا ہوتا ہے یعنی اونٹ کے سینہ کے اوپری حصے پر وار کرنا جو حلق سے ظاہر ہوتا ہے''نحر'' کہلاتا ہے)۔

(3)۔امام قاضی عیاض المالکی فرماتے ہیں کہ:''النحر معلوم ، وهو مجتمع التراقي في اعلى الصدر''یعنی (''نحر'' اپنی مراد میں معروف لفظ ہے اور یہ سینے کے اوپر (گلے میں) تعویز کے باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں)۔

(مشارق الانوار علی صحاح الآثار لعیاض مالکی جلد2صفحہ10)

Marfat.com

(4)۔علامہ شیخ اللغۃ السید محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی فرماتے ہیں کہ:

''نحر: نحر الصدر: اعلاه، وقيل النحر: هو الصدر بنفسه،۔۔۔ او النحر : موضع القلادة من الصدر،۔۔۔ نحر البعير ينحره نحرا : طعنه في منحره حيث يبدو الحلقوم من اعلى الصدر''۔

(تاج العروس من جواهر القاموس جلد14 صفحه100)

یعنی (''نحر'' سے مراد سینہ کا نحر ہے یعنی اس کا اوپری حصہ، اور بعض نے کہا ہے کہ ''نحر'' سے مراد بذاتِ خود سینہ ہی ہوتا ہے،۔۔۔۔۔ یا پھر ''نحر'' سے مراد سینہ (کے اوپر) ہار ڈالنے کی جگہ ہوتی ہے،۔۔۔۔۔ اونٹ کے ''نحر'' سے مراد اونٹ کو ذبح کرنا یعنی اونٹ کے سینہ کے اوپری حصے پر وار کرنا جو حلق سے ظاہر ہوتا ہے)۔

(5)۔الشیخ شہاب الدین الخفاجی نے یوں تحریر فرمایا کہ: ''قولهم ''قد ملأت نحره'' ونحر الصدر اعلاه او موضع القلادة منه فمراد المصنف رحمه الله تعالىٰ اعلى الصدر والا لطالت وقد ثبت قصرها وقيل المراد انها تملأ ما يقابل الصدر بها فاستوت طولا وعرضا والحاصل من ذالك ان لحيته صلى الله عليه وسلم معتدلة طولا وعرضا غير خفيفة''۔

(نسيم الرياض للخفاجي جلد1 صفحه331)

یعنی (قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ''قد ملأت نحره'' اور ''نحر'' سینے کے اوپری حصے کو کہتے ہیں یا گلے کے اس حصے کو جہاں ہار ڈالا جاتا ہے چنانچہ مصنف (قاضی عیاض مالکی) علیہ الرحمۃ کی مراد بھی سینہ کا اوپری حصہ ہی ہے ورنہ

Marfat.com

تو داڑھی کو لمبا ماننا پڑے گا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا (ایک مشت تک) قصیر ہونا ثابت ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک چوڑائی اور لمبائی میں (زیادہ نہیں بلکہ) فقط سینہ مبارک کے مقابل تک ہی رہتی تھی بہر حال: حاصلِ کلام یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک لمبائی اور چوڑائی میں بالکل ہلکی بھی نہیں تھی بلکہ میانہ روی پر ہی تھی)۔

(6)۔امام ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ:''(تملأ صدره) ای مایقابلها مع قصر فیها وانبساط اذ کان یأخذ منها ما زاد علی القبضةوربما کان یأخذ من اطرافه ایضاوالحاصل انه لم یکن کوسج ولا خفیف اللحیة ولا مقصوصها غیر نازلة الی صدره''۔

(شرح الشفاء لملا علی القاری جلد1صفحه160)

یعنی (تملأصدره) سے مراد یہ ہے کہ: ریش مبارک زیادہ قصیر نہ تھی بلکہ سینہ مبارک کے مقابل تھی اور وہ بھی صرف اتنی کہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریش مبارک کو پکڑتے تو مشت سے زائد نہیں ہوتی تھی کیونکہ کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو اطراف سے تراش بھی لیا کرتے تھے اور حاصلِ کلام یہ ہے کہ: نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیحد لمبی داڑھی والے تھے اور نہ ہی زیادہ چھوٹی داڑھی والے اور نہ ہی اتنی کٹی داڑھی والے کہ جو سینہ مبارک تک بھی نہ پہنچے)۔

(7)۔علامہ ابن عساکر فرماتے ہیں کہ:''عن انس رضی اللّٰه عنه قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم احسن الناس قواما واحسن الناس وجها واطیب الناس ریحا والین الناس کفا وکانت له جمة الی

Marfat.com

شحمة اذنيه وكانت لحيته قد ملأت من ههنا الى ههنا وامر يديه علی عارضیه''۔

(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر جلد1)

یعنی (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہان سے بہتر، چہرہ تمام عالم سے خوب تر، مہک سارے زمانے سے خوشبو تر، ہتھیلیاں سب لوگوں سے نرم تر، بال کانوں کی لو تک اور ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے رخساروں پر اشارہ کر کے بتایا)۔

چنانچہ ان تمام تصریحات کی رُو سے اب مذکورہ بالا حدیث کا معنیٰ یہ ہوا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک آپ کے ''نحر'' یعنی سینہ مبارک کے بالائی حصہ کو ڈھانپ لیتی تھی جس سے ثابت ہوا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سینہ کے بالائی حصے تک ہی تھی جس کی مقدار ایک مشت سے زائد نہیں تھی اسی لئے تو امام ملا علی القاری ''جمع الوسائل شرح الشمائل'' جلد 1 صفحہ نمبر 45 میں لکھتے ہیں کہ: ''ان عظيم اللحية بلا طول غير مستحسن عرفا فان كان الطول الزائد بان تكون زيادة على القبضة فغير ممدوح شرعا'' یعنی داڑھی کا عظیم ہونا لمبائی کے بغیر عرف میں اچھا نہیں لیکن اگر یہ لمبائی ایک مشت سے بھی زیادہ ہو جائے تو وہ شرعی طور پر قابلِ تعریف نہیں رہتی۔

Marfat.com

(فصل)

اخذِ لحیہ میں کوئی شرعی حرج نہیں

علماءِ حق کی تحریروں کے مطابق داڑھی کے مشت سے زائد بالوں کو کاٹ دینے میں شرع شریف کا کوئی نقصان بھی تو نہیں ہے پھر اس پر اتنا شور کیوں؟ چنانچہ!

(1)۔"رد المحتار" میں ہے کہ: "وفی شرح الشیخ اسماعیل: لا بأس بان یقبض علی لحیته ، فاذا علی قبضته شیء جزه کما فی المنیة، وهو سنة کما فی المبتغی، وفی المجتبی والینابیع وغیرهما : لا بأس باخذ اطراف اللحیة اذا طالت"۔

(رد المحتار علی الدر المختار جلد3صفحہ456)

یعنی (شیخ اسماعیل کی شرح میں ہے کہ: داڑھی کو مشت میں پکڑ کر زائد کو کاٹ دینے میں کوئی نقصان نہیں ہے جیسا کہ "منیہ" میں بھی لکھا ہوا ہے، اور ایسا کرنا سنت بھی ہے جیسا کہ "المبتغی" میں لکھا ہے، اور "المجتبیٰ، الینابیع" اور ان کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ: داڑھی جب زیادہ لمبی ہو جائے تو اس کے اطراف سے تراش لینے میں کوئی نقصان نہیں)۔

(2)۔فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ: "من الملتقط : لابأس اذا طالت لحیته

Marfat.com

طولا وعرضا لكنه مقيد بما اذا زاد على القبضة"یعنی (" الملتقط " میں ہے کہ: جب داڑھی طول وعرض میں بڑھ جائے تو ایک مشت سے زائد کاٹ دینے سے شرع میں کوئی حرج نہیں)۔

(فتاویٰ ھندیہ المعروف عالمگیری جلد5صفحہ358)

(5،4،3)۔امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی ، امام ملا علی القاری اور علامہ الشیخ البروسوی لکھتے ہیں کہ:" ان قبض الرجل على لحيته واخذ ما تحت القبضة فلا بأس به۔ فأن الطول المفرط يشوه الخلقة ويطلق السنة المغتابين بالنسبة اليه فلا بأس للاحتراز عنه على هذه النية"۔

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحہ166)

(مرقاۃ المفاتیح لملا علی القاری جلد8صفحہ285)

(مفاتیح الجنان للبروسوی صفحہ362)

یعنی (اگر کوئی شخص اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد بالوں کو تراش دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔۔۔۔ کیونکہ داڑھی کا بے جا لمبا ہونا چہرے کو بگاڑتا ہے اور اس کی نسبت کئی لوگوں کی زبانیں دراز کرتا ہے چنانچہ اس نیت سے بھی قباحتوں سے بچتے ہوئے داڑھی کے زائد بالوں کو کاٹ دینے میں شرع شریف کا کوئی حرج نہیں)۔

نوٹ: اللہ کی توفیق سے میں کہتا ہوں: جب" اخذِ لحیہ "میں شرعاً کوئی حرج بھی نہیں تو پھر انکار کا بکھیڑا کھڑا کرنے کا کیا مطلب؟ اور پھر سابق الذکر" عمرو بن شعیب" والی روایت کو" عمر بن ہارون" کے ضعف کی وجہ سے رد کر دینے کی کیا وجہ؟ خوب جان لینا چاہیے کہ اللہ کی ذات پاک اور بے نیاز ہے! عمرو بن شعیب کی

Marfat.com

اسی ایک حدیث سے استدلال پر جمہور علماء کرام کی متعدد سابقہ تصریحات وارد ہوئیں ، حالانکہ ''عمر بن ہارون'' کے بارے میں امام ترمذی خود فرماتے ہیں کہ: امام بخاری کو میں نے ''عمر بن ہارون'' کے بارے میں ''حسن الرأے'' پایا، لیکن چونکہ دیگر علماء نے ضعف بیان کیا ہے لہٰذا ترجیحِ ضعف کی صورت میں بھی خود علماء جمہور کے نزدیک یہ ضعف ''استدلال'' کو کچھ بھی مضر نہیں ، جیسا کہ تصریحاتِ وافرہ سے ثابت ہو چکا، معلوم ہوا کہ: ہر ضعیف حدیث کو یونہی رد کر دینا جمہور علماء کا طریقہ نہیں خاص کر جب اس کے حق میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بھی مثبت وشاہد ہو۔

اور تو اور سابق میں تمہارے اپنے علماء کی گواہی سے ثابت ہو چکا ہے کہ: ضعیف حدیث جس پر صحابہ کا عمل بھی شاہد ہو اور اس کے بالمقابل کوئی صحیح حدیث بھی نہ ہو اور وہ حدیث موضوع بھی نہ ہو تو حدیث قابلِ عمل ہوتی ہے اسے یونہی فقط اپنے قیاسِ فاسد سے رد کر دینا انصاف نہیں۔

Marfat.com

(فصل)

سیّدنا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو اخذِ لحیہ کا حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

"ابو حنیفة عن الهیثم عن رجل : ان ابا قحافة اتی النبی صلی اللہ علیه وسلم ولحیته قد انتشرت ، قال فقال: لو اخذتم ،واشار بیده الی نواحی لحیته"

یعنی (امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ "ہیثم" سے روایت کرتے ہیں اور وہ کسی شخص سے، کہ: بلاشبہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (فتح مکہ کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے انکی داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے (راوی) فرماتے ہیں کہ: یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش کہ: تم انہیں کاٹ لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کے اردگرد کے بالوں کی طرف اشارہ فرمایا)۔

(جامع المسانید للخوارزمی جلد2 صفحه 446 رقم1697)

(کتاب الآثار لامام ابی یوسف جلد2صفحه699رقم989)

(مسند الامام الاعظم ابی حنیفة للحصکفی صفحه205)

(شرح مسند الامام الاعظم لملا علی القاری صفحه423)

(مسند الامام الاعظم ابی حنیفة للحارثی صفحه 231 رقم666)

Marfat.com

چنانچہ ہم نے اس روایت کی سند میں ''رجل'' سے مراد احتمالاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بیان کیا تھا جس کی 2 وجہیں تھیں!

(۱)۔ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے اور فتح مکہ کے اس وقعہ میں حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے جانے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنی داڑھی کی اصلاح کرنے کے حکم والی دوسری روایات میں سے اکثر کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ مسندِ احمد، مسندِ ابی یعلیٰ، صحیح ابن حبان وغیرہ میں ہے یہی وجہ ہے کہ: ہم نے ''رجل'' کے ابہام کو دور کرنے کے لئے اس جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا نام احتمالاً درج کر دیا۔

(۲)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں شامل ہیں جن کی زیارت سے ہمارے امام ''امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ'' بھی مشرف ہوئے ہیں تو جب آپ کا زیارت کرنا علماء کے ہاں ثابت ہے تو آپ کے استاذ ''ہیثم'' کی ملاقات وسماع بھی یقینی طور پر ثابت ہو گی۔

چنانچہ انہی دو وجہوں سے ہم نے ''رجل'' کی جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا نام مبارک درج کیا، لیکن اگر تمہیں اس سے بھی پریشانی ہے تو لفظ ''رجل'' کے ابہام کو امام شعرانی کی ''کشف الغمه'' کے حوالے سے بھی دور کیا جا سکتا ہے چنانچہ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ!

''وکان ابن عمر رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم لحية رجل طويلة فقال صلى الله عليه وسلم لو اخذتم واشار بيده الى نواحي لحيته قال: وامر بذالك في لحية ابى

Marfat.com

قحافة والد ابی بکر رضی اللہ عنهما"۔

(کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ للشعرانی حصہ 1 صفحہ 50)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی داڑھی والے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا: کاش تم (طول وعرض سے) اسے کاٹ لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے داڑھی کے اردگرد کی جانب اشارہ فرمایا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کے بارے میں یہ حکم سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والدِ گرامی حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔

لو بھئی! اگر تمہیں لگتا ہے کہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نام سے ابہام دور نہیں ہوسکتا تو تم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس ابہام کو دور کرلو، چونکہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات 73ھ میں ہوئی لہٰذا اس اعتبار سے "الہیثم" کی ان سے ملاقات والے احتمال کو بھی مزید تقویت ملتی ہے، لیکن اگر تم پھر بھی "رجل" کے ابہام کو ہی قابلِ تنقید سمجھتے ہو جیسا کہ تم نے اپنے فتویٰ میں اس مذکورہ بالا حدیث کی سند میں پائے جانے والے مبہم راوی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ: "مجہول راوی کی روایت ناقابلِ قبول ہوتی ہے"۔

پھر تمہاری جانب سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ: "مسانید امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی کوئی صحیح یا حسن سند پیش کی جائے"۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ: تمہارا مجہول راوی کی روایت کو تمام محدثین کے نزدیک ناقابلِ قبول بیان کرنا کلیتاً صحیح نہیں، کیونکہ مجہول راوی کی روایت کو قبول کرنے یا نہ

Marfat.com

کرنے میں خود جمہور علماء کا اختلاف ہے چنانچہ کچھ علماء علی الاطلاق ''مجہول'' کی روایت قبول نہیں کرتے لیکن کچھ علماء مجہول کی روایت کو چند شرطوں کے ساتھ قابلِ قبول سمجھتے ہیں جیسا کہ: الامام العلامہ الشیخ عبد الوہاب الشعرانی الشافعی ''المیزان الکبریٰ'' جلد 1 فصل ثالث میں فرماتے ہیں کہ: (ترجمہ):

''جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ: تمام مستور راویوں کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا ہی بہتر ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ: محض کسی راوی میں کلام کرنا اس کی روایت کردہ حدیث کو اعتبار سے خارج نہیں کر سکتا''۔۔۔انتہیٰ۔

چنانچہ امام الائمہ ''امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ'' ایسے مجہول راوی کی روایت کو قبول فرما لیتے ہیں جس کا تعلق قرونِ ثلاثہ اولیٰ سے ہو ورنہ آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ''مجہول مطلق'' مقبول نہیں ،لہٰذا مذکورہ بالا حدیث میں موجود راوی ''ھیثم'' نے جس شخص ''رجل'' سے روایت کیا ہے اس کا تعلق بھی بالاتفاق قرونِ ثلاثہ سے ہی ہے لیکن اب حتمی طور پر معلوم نہیں کہ: وہ مبہم شخص صحابی ہے یا نہیں؟، لیکن اگر وہ شخصیت صحابی کی ہے تو تمام علماء کے نزدیک مبہم صحابی کی روایت قابلِ قبول ہے کیونکہ ''الصحابة کلھم عدول'' یعنی (تمام صحابہ عادل ہیں)، پھر تو سرے سے اعتراض ہی نہیں رہتا، لیکن اگر وہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے تو بھی قرونِ ثلاثہ سے تعلق کی وجہ سے ہمارے امام صاحب کے نزدیک وہ قابلِ قبول ہی رہے گا لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ: اگر وہ تابعی ہے تو اس نے اس واقعہ کو جس عینی شاہد سے سنا ہے وہ یقیناً صحابی تھے لیکن پھر یہ معلوم نہیں کہ وہ صحابی کون تھے؟، چنانچہ اس صورت میں یہ روایت مرسل کہلائے گی چونکہ مرسل روایت کو بعض علماء کی ایک جماعت نے غیر مقبول

Marfat.com

قرار دیا ہے لیکن ہمارے امام صاحب کے نزدیک مرسل روایت بھی بالشرط مقبول ہے جسے خطیب بغدادی نے الکفایہ میں بیان کیا ہے۔

نیز حدیث مرسل کے مقبول ہونے کے حوالے سے تمہارے معتبر ''فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری'' جلد 2 صفحہ نمبر 415 میں امام شافعی کی چند شرطیں تحریر کی ہیں لکھا ہے کہ: ''قال الشافعي: واحتج بمرسل كبائر التابعين اذا اسند من جهة اخرى او ارسله من اخذ عن غير رجال الاول، او وافق قوله الصحابي او افتى اكثر العلماء بمقتضاه، الخ (قواعد فی التحدیث ۱۲۰)''۔

یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ: کبار تابعین کی مرسل بھی چند وجوں سے قابلِ استدلال ہے، جب وہ روایت دوسرے طریقے سے بھی ثابت ہو جائے یا پہلے رجال کے علاوہ دیگر حضرات سے بھی مرسل روایت کر دی جائے، یا کسی صحابی کا قول بھی اس کی موافقت میں ہو، یا پھر اس کے معنیٰ و مفہوم پر اکثر علماء کا فتویٰ وارد ہو۔

غور کرو! امام شافعی جو مرسل کے انکارِ حجیت میں مشہور ہیں وہ بھی چند شرائط کے ساتھ مرسل کو حجت مان لیتے تھے اور جن شرائط کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے آخری دو شرطیں تو یہاں بدرجہ اتم پائی جا رہی ہیں پھر یہاں قبولِ مرسل میں پس و پیش کیوں؟ اس صورت میں بھی اعتراض نہیں رہتا۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ: پھر بھی پہلا قول زیادہ ظاہر ہے کہ ''رجل'' سے مراد ''صحابی'' ہیں کیونکہ جس ''ھیثم'' سے امام صاحب نے روایت کیا ہے ان کا پورا نام ''ہیثم بن حبیب صیرفی کوفی'' ہے جن کے بارے میں شعبہ بن حجاج، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابوذرع اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ: یہ ثقہ ہیں، ابن حبان نے

Marfat.com

انہیں ''ثقات'' کے مرتبہ ''اتباع التابعین'' میں شمار کیا ہے۔

حالانکہ ''تنسیق النظام'' صفحہ نمبر 88 میں ہے کہ: امام ملا علی القاری نے انہیں ''جلیل القدر تابعین'' میں شمار کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ جب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا تابعی ہونا جمہور علماء میں مشہور و منظور ہے تو آپ کے شیخ ''ہیثم بن حبیب صیرفی'' کو تابعین سے ہٹا کر تبع تابعین میں شمار کرنا علامہ ابن حبان پر محلِ تعجب نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر جب ان کا تابعی ہونا ہی راجح اور زیادہ قرینِ قیاس ہے تو ان کا اس واقعہ کے عینی شاہد صحابی سے اس روایت کو سننا لازم آیا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو داڑھی تراشنے کا حکم دیتے ہوئے ملاحظہ کیا۔

اور وہ راوی یا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہونگے جیسا کہ ہم نے واضح کر دیا یا پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسا کہ امام شعرانی نے روایت کیا اور یا پھر کوئی اور راوی، چنانچہ الحمدللہ دریں اثناء سارے اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں، لہٰذا اب تو یہ حدیث بھی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شرائط کے مطابق صحیح قرار پائی۔

میں کہتا ہوں کہ: ائمہ حدیث بھی دو طرح کے تھے! کچھ وہ جو اپنی مقرر کی ہوئی شرطوں کے مطابق حدیث پر صحت و ضعف کا حکم لگاتے اور کچھ وہ جو شرائط میں انہی کی پیروی کرتے۔

اکثر مشہور و کبار ائمہ جیسا کہ اصحابِ صحاح، ان کی بھی اپنی اپنی شرطیں تھیں اور وہ بھی ایک دوسرے سے مختلف، اور دیگر محدثین کی بھی اپنی اپنی اصطلاحیں اور اصول مقرر تھے اس حوالے سے ترمذی، ابن حبان، دارقطنی اور حاکم وغیرھم خاص طور پر

Marfat.com

مشہور ہیں، یہی وجہ ہے کہ: بقیہ دیگر متاخرین علماء اصولِ حدیث کے معاملے میں انہیں ائمہ کی تقلید کرتے ہیں پھر تقلید کا یہ شرک تو تمہارے حصے بھی میں آیا چنانچہ اگر انہی کی پیروی میں کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دینا تم اپنا جذباتی حق سمجھتے ہو تو الحمدللہ ہم تو مقلد بھی اس عظیم وجلیل القدر امام کے ہیں جنہیں امام بخاری وامام مسلم کے شیوخ بھی "امام الائمہ" "ابوالفقہاء" تسلیم کرتے رہے، پھر ہم سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شرائطِ قبولیتِ حدیث کو تسلیم کرنے کا بنیادی حق کون چھین سکتا ہے؟

نیز جب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قبولیتِ حدیث کے یہ اصول مقرر فرمائے تو اس وقت کے علم حدیث کے دوسرے ماہرین میں سے کسی نے بھی امام صاحب کے اصولوں پر تنقید وجرح نہیں کی نیز آج تک کسی بھی دور میں تنقید نہ ہوئی لیکن افسوس صد افسوس! امام صاحب کے مرسل سے معاملے کو جس طرح مشہور کر کے بے جا محلِ تنقید بنا دیا گیا ہے حق یہ ہے کہ وہ بھی بہتان عظیم ہے کیونکہ امام صاحب بھی مرسل کو یونہی حجت ماننے کے قائل نہیں بلکہ جمہور کی طرح مرسل کو بالشرائط حجت مانتے ہیں۔

نیز مقامِ افسوس یہ بھی ہے کہ: تم نے شرائطِ ائمہ کا خلط مبحث کر کے اچھی خاصی مقبول حدیثوں پر جرح کر کے وقت برباد کیا ہے جس وجہ سے خواہ مخواہ ایک آسان اور متفق علیہ مسئلہ اختلاف کا شکار ہوا۔

امام بخاری کا اپنے بارے میں کچھ یوں کہنا ہے کہ: "مجھے ایک لاکھ صحیح حدیث اور دو لاکھ ضعیف حدیثیں زبانی یاد ہیں"۔ سوچنے کی بات ہے کہ: اگر کسی حدیث کی

Marfat.com

سند میں پائے جانے والے ضعف کی وجہ سے حدیث سرے سے ہی غیر مفید ہو جاتی ہے تو جناب امام بخاری کو تقریباً 2 لاکھ ضعیف حدیثیں زبانی یاد کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا پڑی تھی؟ کیا محض صحیح احادیث ہی یاد کرنے سے حکمِ ضعف پر اطلاع ممکن نہ تھی؟ اور پھر طُرفہ یہ کہ: امام بخاری کے قول کے مطابق ''صحیح بخاری'' کا انتخاب 1 لاکھ صحیح احادیث سے کیا گیا ہے حالانکہ ائمہ ءفن جانتے ہیں کہ: صحیحین (بخاری و مسلم) میں بھی ضعیف احادیث موجود ہیں لیکن ان تمام کو غیر مقبول کسی نے نہیں کہا بلکہ صحیحین کی ان احادیث کو بھی علماء بطورِ دلیل پیش کرنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے ہیں، میری حیرانی کی یہی وجہ ہے کہ: وہ کیسا ''اہل حدیث'' ہے؟ جو مسلّماتِ محدّثین کو بھی تسلیم نہیں کرتا!

اب جانے بھی دو! ذرا فنِ حدیث پر بلکہ فرصت ملے تو خود پر بھی رحم کھانا چاہیے کیونکہ تمہاری جانب سے یہی بے جا تنقید وتضعیف وتوضیع کی کشمکش ''متفق علیہ مسائلِ صریحہ'' میں جمہورِ امت سے اختلاف کا باعث بنی ہوئی ہے۔ خدا سمجھنے کی توفیق دے!

پھر تمہارا مطالبہ یہ بھی تھا کہ: ''اس روایت کی کوئی صحیح یا حسن سند پیش کردیں'' چونکہ مذکورہ بالا تقریر سے تمہارا اس حدیث کو غیر مقبول قرار دینے کے لئے مجہول اور مرسل والا بہانہ بھی بے کار ثابت ہو گیا، حالانکہ اس حدیث کی صحت ثابت کرنے کے لئے تو فقط مذکورہ بالا تقریر ہی کافی تھی لیکن شاید اس سے بھی پیٹ نہ بھرے تو چلو مزید ملاحظہ کرلو!

☆۔ ''**مسند امام اعظم ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ**'' کی شرح کرتے

Marfat.com

ہوئے مجددِ وقت امام ملا علی القاری نے ''شرح مسند امام اعظم ابی حنیفه رضی اللہ عنه'' میں اسی حدیث کی سند پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی بلکہ اس حدیث کو ثابت رکھتے ہوئے اور قابلِ استدلال جانتے ہوئے یوں فرمادیا کہ:

''فالتقدير: لو اخذتم نواحي لحيته طولا وعرضا، وتركتم قدر المستحب، وهو مقدار القبضة، وهي الحد المتوسط بين الطرفين المذمومين من ارسالها مطلقا، ومن حلقها وقصها على وجه استئصالها، عن ابن عمرو، انه صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته، من عرضها وطولها''۔

(شرح مسند الامام الاعظم لملا علی القاری صفحه423)

یعنی (اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ: کاش کہ تم اس داڑھی کے طول وعرض کے زائد کو تراش لیتے اور مستحب مقدار کو چھوڑ دیتے جو ایک مشت ہے اور یہی دو مذموم طرفوں کے درمیان میانہ روی ہے جن میں سے ایک مطلقاً لٹکائے رکھنا ہے اور دوسری اسے مونڈ دینا یا اسے کاٹ کر اکھیڑنے کے قریب کردینا ہے، کیونکہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے زائد بالوں کو طول وعرض سے تراش لیا کرتے تھے)۔

☆۔نیز الشیخ العلامہ الامام عبدالوہاب الشعرانی الشافعی فرماتے ہیں کہ: ''وقد من الله علی بمطالعة مسانيد الامام ابی حنيفة الثلاثة۔فرأيته لا يروی حديثا الا عن اخبار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله صلی الله عليه وسلم كالاسود و علقمه

Marfat.com

وعطاء وعكرمة ومجاهد ومكحول والحسن البصری و اضرابهم رضی اللّٰه عنهم اجمعین فکل الرواة الذین هم بینه وبین رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیهم کذاب ولا متهم بکذب''۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی جلد 1 صفحہ 68)

یعنی (اللہ تبارک وتعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان ہوا کہ: میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تینوں مسانید کے نسخوں کا جن پر حفاظ حدیث کے دستخط ہیں۔۔، ان میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ: امام صاحب رضی اللہ عنہ حدیث کی روایت صرف انہی تابعین سے کرتے ہیں جو عدالت اور ثقاہت میں ممتاز ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کے مطابق خیر القرون میں داخل ہیں جن میں مثال کے طور پر: اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری اور ان جیسے دیگر اکابر شامل ہیں تو جتنے بھی راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے درمیان میں ہیں سب کے سب ثقہ، عادل اور خیار الناس میں سے ہی ہیں جن میں سے کوئی بھی جھوٹ بولنے والا یا دروغ گوئی کے ساتھ متہم کیا ہوا نہیں ہے)۔

☆۔اسی طرح امام شعرانی اسی مقام پر مزید لکھتے ہیں کہ:

(ترجمہ)''جن راویوں پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت راضی ہے ان کی عدالت کے اعتراف میں بھلا تمہیں کیا چیز مانع ہے؟''۔

☆۔نیز امام شعرانی نے مزید آگے اسی فصل میں یوں بھی فرمایا کہ:

(ترجمہ)''امام صاحب رضی اللہ عنہ کی مسانید میں جس قدر احادیث ہیں وہ

Marfat.com

سب کی سب صحیح ہیں کیونکہ اگر وہ صحیح نہ ہوتیں تو امام صاحب رضی اللہ عنہ ان سے کبھی بھی استدلال نہ فرماتے، نیز امام صاحب رضی اللہ عنہ سے نیچے کی سند میں کسی راوی کا کاذب یا متہم بالکذب ہونا کوئی نقص پیدا نہیں کرتا چنانچہ ہمارے لئے اس حدیث کی صحت کے ثبوت میں یہی کافی ہے کہ امام صاحب یا دیگر ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسے قابلِ استدلال سمجھ کر اس سے استدلال فرمایا ہے''۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ: امام صاحب کا ایک قول اپنے طریقہ استدلال کے بیان میں یوں ہے کہ: ''اذا صح الحدیث فھو مذھبی ''یعنی (جب کوئی حدیث معیارِ صحت پر پوری اتری تو ہی میرا مذہب بنی)۔ سبحان اللہ۔

☆۔ اسی طرح تمہاری مایہ ناز معتبر کتاب ''فتاویٰ نذیریہ'' جلد 3 صفحہ نمبر 316 میں ہے کہ: ''کسی حدیث سے کسی مجتہد کا دلیل پکڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ: وہ حدیث اس کے نزدیک صحیح وقابلِ استدلال ہے''۔

فائدہ: میں سمجھتا ہوں کہ: اتنے دلائل ایک سلیم الطبع کے لئے اس معاملے میں ''مکتفی بالیقین'' ہیں کہ: مذکورہ بالا حدیث بھی صحیح اور قابلِ استدلال ہے بلکہ امام صاحب کی روایت کردہ تمام احادیث صحیح ہیں اور قابلِ استدلال ہیں البتہ ان روایتوں پر تنقید کرنا صحیح نہیں۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پہ کلامِ نرم ونازک بے اثر

Marfat.com

(فصل)

داڑھی تراشنے میں بھی مشرکوں کی مخالفت ہے

' شاید تمہیں یاد ہو تم نے اپنے فتویٰ میں ایک حدیث نقل کی تھی جسے تم نے بلا تخصیص ''اعفاءِ لحیہ'' پر دلیل بنایا تھا اب ہم بھی اسی حدیث کو نقل کر رہے ہیں لیکن ذرا آنکھیں پھاڑ کر دیکھ لو کہ وہی حدیث لغوی اعتبار سے دراصل اخذِ لحیہ کے جواز کا فائدہ بھی دے رہی ہے چنانچہ:

"عن ابی امامۃ قال قلنا یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اھل الکتاب یقصون عثانینھم ویوفرون سبالھم قال فقال النبی قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل کتاب داڑھی کو ٹھوڑی کی جانب سے کاٹ ڈالتے ہیں اور بقیہ داڑھی بڑھا لیتے ہیں، فرمایا تم داڑھیوں کے زوائد کو تراشو اور ٹھوڑی پر اگنے والے چھوٹے بالوں کو بڑھاؤ۔

Marfat.com

(مسند امام احمد جلد 5 صفحه 264،265 رقم 22639)

(كنز العمال للهندی جلد 6 صفحه 279 رقم 17253)

(سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی صفحه 558 رقم 3077)

ہم جانتے ہیں کہ: ہمارا کیا ہوا یہ معنیٰ تمہیں بے حد بے چین کردیگا اسی لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ: اتمامِ حجت کے لئے اس کی وجہ بھی پیش کردیں، چنانچہ! اس روایت میں دو لفظ ''سبال'' اور ''عثانین'' ہی موضوعِ بحث ہیں جن کی لغوی تحقیق ملاحظہ کرلو!

(1)۔ ''السبال'' جسے لغت میں مونچھ کے معنیٰ میں بھی استعمال کرلیا جاتا ہے لیکن اس کا استعمال مونچھ کے مقابلے داڑھی کے معنیٰ میں ہونا محدثین واہلِ لغت کی اصطلاح میں زیادہ ہے جیسا کہ!

☆۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: ''فان السبال۔جمع سبلة بفتحتين وهي ماطال من شعر اللحية'' یعنی (بلاشبہ لفظ ''السبال''۔ ''سبلة'' کی جمع ہے سین اور باء کے زبر کے ساتھ اور وہ داڑھی کے بڑھے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں)۔

(فتح البارى شرح بخاری للعسقلانی جلد 10 صفحه 395)

☆۔ علامہ ابن ناصر الدین الدمشقی فرماتے ہیں کہ: ''وكانت العرب اهل الجاهلية يسمون اللحية: سبلة'' یعنی (زمانہ جاہلیت میں عرب داڑھی کو ''سبلہ'' کہا کرتے تھے)۔

(جامع الآثار لابن ناصر الدمشقی جلد 4 صفحه 1887)

☆۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ: ''وكانت اللحية تدعىٰ فی اول الاسلام

Marfat.com

سبلة ''یعنی (اسلام کے شروع میں داڑھی کو ''سبلہ'' کہا جاتا تھا)۔

(دلائل النبوة للبیهقی جلد 1 صفحه 177 رقم 148)

☆۔امام طبرانی اور امام نور الدین الہیثمی فرماتے ہیں کہ: ''و کانت العرب تسمی اللحیة السبلة ''یعنی (عرب لوگ داڑھی کو ''سبلة'' کہا کرتے تھے)۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 7 صفحه 191 رقم 14447)

(مجمع الزوائد للهیثمی جلد 8 صفحه 359 رقم 14047)

☆۔نیز ان کے علاوہ ''لسان العرب، القاموس، تاج العروس، مقاییس اللغة فقه اللغة، المنجد، المعجم الوسیط اور فیروز اللغات'' وغیرہ میں ''السبلة'' کو عام طور پر داڑھی کے معنیٰ میں مراد لیا گیا ہے۔

(2)۔''عثانین'' اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ: یہ لفظ ''عثنون'' کی جمع ہے اور اس کا استعمال داڑھی کے ان بالوں پر کیا جاتا ہے جو ٹھوڑی پر اُگے ہوتے ہیں جیسا کہ ''لسان العرب، القاموس، تاج العروس، مقاییس اللغہ، المنجد، المعجم الوسیط اور فیروز اللغات'' وغیرہ میں بالکل عام ہے۔

اب وضاحت ملاحظہ کرلو! شرع شریف کے داڑھی کے متعلق احکام اسی طرح مختلف ہیں جس طرح کفار کے مختلف طریقے کیونکہ سارے کفار اپنی داڑھیوں کو محض منڈا کے ہی نہیں رکھا کرتے تھے بلکہ بعض کافر منڈواتے اور بعض ایک مشت ہونے سے پہلے ہی کٹوا دیا کرتے اسی لئے ایسی حالت پر ''ارخوا، اور اترکوا'' یعنی (اپنی داڑھیاں چھوڑ دو) کا حکم لگایا گیا تا کہ ایسے کافروں کی مخالفت ہو، اسی طرح کفار کے کچھ گروہ اپنی داڑھیوں کو بے حد لمبا بھی کر لیا کرتے تھے جیسا کہ سابق میں جمہور علماءِ کی توضیحات میں گزر چکا اسی لئے حکمِ شرع میں داڑھی کے ایک مشت سے

Marfat.com

زوائد تراشنے کو بھی مشروع ٹھہرایا گیا تا کہ ایسے کفار کی بھی مخالفت ہو، اسی طرح کفار میں سے کچھ اپنی داڑھیوں کے نت نئے ڈیزائن بناتے اور دونوں جانب سے کٹوایا منڈوا کے ٹھوڑی کی جانب گدھے یا کبوتری کی دُم کی طرح داڑھی کے بال بڑھالیا کرتے تو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اعفوا'' یعنی اپنی داڑھیاں پوری کرو کا حکم فرمایا تا کہ ان کفار کی بھی مخالفت ہو، نیز کفار کا ایک گروہ اپنی داڑھیوں کی ایسی حالت کر دیتا کہ دونوں جبڑوں کی جانب سے داڑھیاں زیادہ بڑھا دیتے اور درمیان یعنی ٹھوڑی کی جانب سے کٹوا کر بہت کم کر لیا کرتے جیسا کہ: پرانے انگریزوں میں اس طرح کا حلیہ بہت عام تھا اسی لئے شرع شریف نے ان کے خلاف اس فرمان کو جاری کیا کہ تم دونوں جبڑوں کی جانب سے داڑھی کے مشت سے بڑھے ہوئے بال تراشو اور درمیانے بالوں کو چھوڑ دو تا کہ حدِ شرع کے موافق ہو جائیں اور کفار کی مخالفت ہو۔

چنانچہ یہ ایک بہترین توجیہ ہے جس سے حقیقتِ مسئلہ مزید واضح ہو جاتی ہے، نیز اگر تم اسے تسلیم کر لیتے ہو تو اس میں شرع شریف کا کوئی نقصان نہیں اور اگر نہیں مانتے تو ہمارا کوئی نقصان نہیں۔

Marfat.com

(فصل)

ایک اور شخص کو اخذِ لحیہ کا حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(1)."عن عطاء بن يسار انه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فى المسجد فدخل رجل ثائر الرأس واللحية، فاشار اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده ان اخرج فاصلح رأسك ولحيتك ففعل ثم رجع فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اليس هذا خير من ان احدكم ثائر الرأس كانه شيطان".

(كتاب الآداب للبيهقى صفحه 222رقم735)

(شعب الايمان للبيهقى جلد5صفحه225رقم6462)

یعنی (حضرت عطاء بن یسار تابعی فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ: ایک آدمی سر اور داڑھی کے الجھے ہوئے بکھرے بالوں والا داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ساتھ اس کی (داڑھی اور سر کی) طرف اشارہ فرمایا کہ: نکل جاؤ اور اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کی اصلاح (تراش خراش) کر کے آؤ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور پھر آیا تو رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا یہ حالت اُس حالت سے بہتر نہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے سر کو ایسا کر دے جیسے شیطان ہوتا ہے؟)

(2). "عن جابر بن عبد الله قال : رأى النبي صلى الله عليه وسلم رجلا مجفل الرأس واللحية فقال: على ما شوه احدكم امس ، قال: واشار النبي صلى الله عليه وسلم الى لحيته ورأسه يقول: خذ من لحيتك ورأسك".

(شعب الایمان للبیہقی جلد 5 صفحہ 221 رقم 6440)

یعنی (جناب سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکھرے ہوئے سر اور بکھری ہوئی داڑھی والے ایک آدمی کو دیکھا تو فرمایا: گزشتہ کل کس چیز نے تمہیں بدشکل کر دیا (راوی) کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سر اور داڑھی کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا: اپنے سر اور داڑھی کے زائد بکھرے ہوئے بالوں کو تراش لو)۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی "ابو ملک عبدالملک بن حسین النخعی" اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کا ضعف استدلال کو کچھ بھی مضر نہیں جس کی وجہ سابق میں اپنی اور تمہاری کتب سے اچھی طرح بیان کر دی گئی ہے۔

Marfat.com
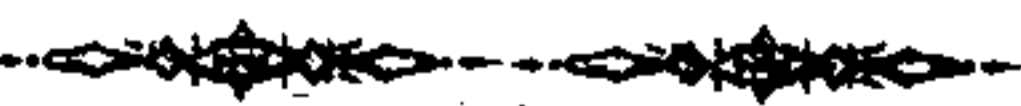
(فصل)

اخذِ لحیہ پر ایک یہودی کو دعاءِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی حجام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک تراشنے کی وجہ سے دعاء دی، چنانچہ!

"عن انس : ان یهودیا اخذ من لحیة النبی صلی الله علیه وسلم ، قال: فقال النبی صلی الله علیه وسلم :"اللهم جمّله" فاسودت لحیته بعد ما کانت بیضاء".

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 6 صفحہ 179 رقم 2475)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بلاشبہ ایک یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو تراشا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے فرمایا: اے اللہ! اسے باجمال بنادے! تو اس یہودی کی سفید داڑھی کالی سیاہ ہوگئی۔

نوٹ: اس روایت سے بھی ترمذی کی روایت کردہ "عمرو بن شعیب" کی روایت کو مزید تقویت وشہادت ملتی ہے، یہی وجہ ہے کہ: اخذِلحیہ کے مسنون ہونے کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء نے بھی تسلیم کیا ہے اور اس کا انکار کسی سے بھی ثابت نہیں۔

Marfat.com

(فصل)

چہرے کا جمال اخذِ لحیہ میں

"عن ام المؤمنین عائشة رضی اللّٰه عنها قالت : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : ینبغی للرجل اذا خرج لاصحابه ان یسوی من رأسه ولحیته فان اللّٰه عزوجل جمیل یحب الجمال"

یعنی (حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کو چاہیے جب بھی اپنے دوستوں کے پاس جانے لگے تو اپنے سر اور داڑھی کو برابر کرے کیونکہ بلاشبہ اللہ بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے)۔

(مسند الفردوس للدیلمی جلد5صفحہ502رقم8889)

(الکامل فی الضعفاء لابن عدی جلد2صفحہ6رقم180)

(میزان الاعتدال للذہبی جلد1صفحہ464رقم1102)

اس روایت کو باعتبار سند علماء کی نظر میں ''ایوب بن مدرک'' کی وجہ سے موضوع قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے معنی خوب ہیں اور شرع کے موافق ہیں جیسا کہ ظاہر ہے

Marfat.com

چنانچہ اس روایت میں لفظ ''یسوی'' استعمال ہوا ہے جس کا معنیٰ مرقاۃ میں یوں کیا گیا ہے کہ:

''وقال ابن الملك : تسوية شعر اللحية سنة ، وهي ان يقص كل شعرة اطول من غيرها ليستوى جميعها ''یعنی (ابن ملک فرماتے ہیں کہ: داڑھی کے بالوں کا ''تسویہ'' یعنی برابر کرنا سنت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ: حد سے بڑھے ہوئے ہر بال کو کاٹ دیا جائے تاکہ تمام طرفیں برابر ہو جائیں)۔'

(المرقاۃ شرح المشکوۃ لملا علی القاری جلد8صفحہ285)

چنانچہ اس معنیٰ کی رو سے سر اور داڑھی کو برابر کرنے سے مراد کنگھی کرنا بھی لیا جاسکتا ہے اور تراش کر نکھارنا بھی، کچھ بھی ممنوع نہیں جیسا کہ سابقہ بحث اس پر دال ہے۔

Marfat.com

(فصل)

معتدل داڑھی کا فائدہ

حسن و جمال کے ساتھ ساتھ خوش بختی اور سعادت مندی داڑھی کے ایک مشت تک ہونے میں ہی ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں جو روایت ہم پیش کرنے والے ہیں اس کے تین راوی ہیں!

(1). "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما :قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سعادۃ المرء خفۃ لحیتہ"

یعنی (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی خوش نصیبی اسی میں ہے کہ: اس کی داڑھی (ایک مشت تک) ہلکی ہو)۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی جلد 8صفحہ506، 507)

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد6صفحہ130رقم 12747)

(الجامع الصغیر للسیوطی صفحہ504رقم8251)

(فیض القدیر للمناوی جلد7صفحہ516رقم8251)

(البدر المنیر للشعرانی صفحہ269رقم1933)

(نسیم الریاض للخفاجی جلد1صفحہ331)

(کنوز الحقائق للمناوی جلد2صفحہ159رقم7076)

Marfat.com

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2صفحہ243)

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ لملا علی القاری جلد8صفحہ285)

(المقاصد الحسنة للسخاوی صفحہ439رقم1202)

(کشف الخفاء للعجلونی جلد2صفحہ255،256رقم2652)

(مجمع الزوائد جلد 5صفحہ215رقم8831و صفحہ 218رقم8853)

اسی طرح جناب سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے کہ:"ان من سعادة المرء خفة عارضیه" یعنی (بلاشبہ آدمی کی سعادت اس کی داڑھی کے (ایک مشت تک) ہلکا ہونے میں ہی ہے)

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی جلد 8صفحہ506)

(میزان الاعتدال للذھبی جلد7صفحہ303رقم9887)

(شرح الشفاء لملا علی القاری جلد 1صفحہ160)

(2)۔"عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : ان رأس العقل التحبب الی الناس وان من سعادة المرء خفة لحیته" یعنی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ عقلمندی کی علامت لوگوں میں محبت بانٹنا ہے اور بلاشبہ آدمی کی سعادت اس کی داڑھی کے (ایک مشت تک) ہلکا ہونے میں ہے)۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی جلد 3صفحہ239)

(میزان الاعتدال للذھبی جلد2صفحہ306رقم2059)

(3)۔"عن انس بن مالك : ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: من سعادة المرء ان یشبه اباه ومن سعادة المرء خفة لحیته" یعنی (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی خوش نصیبی اسی میں ہے کہ اپنے باپ کی طرح رحمدل ہو جائے اور آدمی کی خوش نصیبی اس کی داڑھی کے ایک مشت تک ہلکا ہونے میں بھی ہے)۔

(مسند الفردوس للدیلمی جلد 4 صفحہ 7، رقم 6012)

باوجود ضعفِ اسناد اس متن کو جمہور علماء نے تعددِ طرق اور غیر مخالفِ شرع ہونے کی وجہ سے قبول بھی کیا اور دائرہ استدلال میں بھی لے آئے اور اس حدیث کی شرح میں بہت سی تصریحات بھی وارد فرمائیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سند کا ضعف اس کے متن کو درجہ استدلال میں لانے سے مانع نہیں۔

لیکن اس کے باوجود تم نے اپنے فتوی میں اس متن کو ''موضوع'' قرار دے کر مطلقاً چھوڑ دیا، چنانچہ اس کی جوابی وضاحت بھی خوب توجہ سے ملاحظہ کرلو!

الجواب:

ہم مانتے ہیں کہ اس روایت پر علماء فن نے کافی کچھ رطب و یابس کلام فرمایا ہے کسی نے ضعیف، تو کسی نے اس روایت کو موضوع بھی قرار دیا ہے، اور کچھ علماء کے مطابق تو اس روایت کے الفاظ میں ''تصحیف'' واقع ہوئی ہے یعنی ان بعض کے نزدیک یہ روایت دوسرے الفاظ کے ساتھ زیادہ محفوظ ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں: ''من سعادة المرء خفة لحييه بذكر الله'' یعنی (آدمی کی خوش نصیبی اسی میں ہے کہ: اس کے جبڑے اللہ کے ذکر سے ہلکے رہیں)۔

بہر حال اصلی اعتراض دو باتوں کو محیط ہے!

اولاً یہ کہ اس روایت کو علماء نے موضوع قرار دیا ہے۔

Marfat.com

ثانیاً یہ کہ: اس روایت کو داڑھی کے معاملے میں غیر محفوظ قرار دیا گیا ہے۔

(1)۔تو پہلی صورت کا جواب یوں ہے کہ: ہم سابق میں اچھی طرح بیان کر چکے ہیں کہ موضوع روایت جب قرائن ومؤیدات سے خالی اور شرع کے مخالف ہو تو بے فائدہ اور مضر ہے لیکن جب اس کے حق میں شرع واسلاف کے اقوال وافعال موجود ہوں تو اس سے فائدہ لینا بھی جائز اور اسے بیان کرنا بھی درست ہوتا ہے بس اسناد درست نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ عجلونی نے ''کشف الخفاء'' جلد 2 صفحہ 256 میں اسی روایت پر نقد وجرح کے باوجود اس کی تائید میں علامہ مناوی کی فیض القدیر کے حوالے سے حضرت حسن مثنی رضی اللہ عنہ کا قول مأمون الرشید کا قصہ نقل کیا جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس سے استفادہ کو اہمیت دینے والوں میں شامل ہیں۔

پھر جب ہم نے علامہ عبد الرؤف المناوی کی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد 7 صفحہ 516 رقم 8251 پر اسی روایت کو دیکھا تو وہاں علامہ مناوی نے بھی اس روایت پر ائمہ حدیث کی نقد وجرح کو نقل کیا لیکن اس کے باوجود اس سے داڑھی ہلکے ہلکا ہونے کی مراد کو درست قرار دینے کے لئے معقول توجیہ کرتے ہوئے یوں بھی فرمادیا کہ: ''ففي خفة اللحية خفة الزينة وفي خفة الزينة سعادة'' یعنی (داڑھی کی میانہ روی میں زینت کی میانہ روی اور زینت کی میانہ روی میں ہی سعادت ہے)۔

اور تو اور علامہ عبد الرحمٰن السخاوی نے ''المقاصد الحسنة'' صفحہ 439 رقم 1202 پر اس حدیث کو نقل تو کیا لیکن اس پر کسی قسم کا بھی تنقیدی کلام نہیں فرمایا۔

اس کے علاوہ علامہ امام شہاب الدین الخفاجی نے ''نسیم الریاض'' جلد 1

Marfat.com

صفحہ 331 میں بھی محض تنقید کرنے کی بجائے اس روایت کے معنیٰ کی تائید کرتے ہوئے اور اس سے استدلال کو برقرار رکھتے ہوئے ایک اعتراض اور اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ: ''فان قلت ورد فی الحدیث :"من سعادة المرء خفة لحیته"وھو ینافی کونھا کثة ؟''یعنی اگر تو کہے کہ: حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: '' آدمی کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ: اپنی داڑھی کو (ایک مشت تک) چھوٹا کرے''یعنی (معترض کے نزدیک) یہ حدیث تو داڑھی کے (ایک مشت تک ہونے اور) گھنے ہونے کے خلاف ہے؟

تو (علامہ خفاجی) جواباً فرماتے ہیں کہ: ''قلت : المراد من ذالك عدم طولھا جدا لما ورد فی ذمه''یعنی میں کہتا ہوں کہ: اس سے مراد (مشت سے) زیادہ لمبا نہ کرنا ہے کیونکہ زیادہ لمبا کرنے کی مذمت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔

نیز ان کے ساتھ ساتھ امام ملا علی القاری بھی اس حدیث کو شرع کے موافق قرار دیتے ہوئے ''شرح الشفاء'' جلد 1 صفحہ 160 میں فرماتے ہیں کہ: ''قال التلمسانی: روی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال : من سعادة المرء خفة عارضته ویرویٰ لحیته ومعناہ انھا لاتکون طویلة فوق الطول'' یعنی (امام تلمسانی فرماتے ہیں کہ: روایت کیا گیا ہے کہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی سعادت اسی میں ہے کہ: اس کے عارض ہلکے ہوں اور یوں بھی روایت کیا گیا ہے کہ: اس کی داڑھی ہلکی ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ: حد سے زیادہ لمبی نہ ہو)۔

اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ: اس روایت کو ہم نے سابق میں 3 طریقوں سے نقل کیا

Marfat.com

ہے جن میں سے جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ''موضوع'' نہیں بلکہ خود تمہارے پیشوا ناصر الدین البانی نے اس روایت کو ''ضعیف الجامع'' میں صرف ضعیف ہی قرار دیا ہے، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے اس روایت کی کچھ تو اصل ہے یہی وجہ ہے کہ علماء فن نے اس روایت کو مطلقاً چھوڑ دینے کی بجائے اس کے معنیٰ کو ثابت رکھا، یہ اس مثال سے کہیں بہتر ہے جیسے کہہ دیا جاتا ہے کہ ''لیس له اصل فمعناه صحیح'' یعنی (اس کی کوئی اصل نہیں لیکن اس کا معنیٰ بالکل صحیح ہے) اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب اس روایت کا متن محمودِ شرعی اصولوں کے عین مطابق ہو، اور یہاں تو سند بھی موجود اگر چہ ضعیف سہی پھر اس کے معنوی ثبات پر شرع شریف سے ادلہ وافرہ بھی موجود، جن میں سے سب سے بڑی اور عمدہ دلیل تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا سینہ مبارک سے زیادہ لمبا نہ ہونا ہے اور اگر اس مقدار سے زیادہ میں خوش بختی ہوتی تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک اس سے بھی بڑی اور طویل یہاں تک کہ ناف تک ہوتی، کیونکہ ساری خوش بختیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی ختم ہو چکیں، بس یہی نکتہ علماء حق کے فہم وشعور میں آیا جس وجہ سے وہ اس روایت کے متن کی قبولیت کے قائل ٹھہرے۔ فللّٰه الحمد۔

(2)۔ اور رہا دوسرا اعتراض کہ بعض علماء نے اس روایت کو داڑھی کے معاملے میں غیر محفوظ قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے داڑھی کے سلسلہ میں ''غیر محفوظ'' ہونے والی بات درست نہیں کیونکہ الشیخ الامام ابوطالب المکی فرماتے ہیں کہ: ''وقد روینا خبرا من سعادة المرء خفة لحیته ، الاُ ان بعض الرواة رواه علی معنی آخر فان لم یکن صحفه فهو غریب ، کان

Marfat.com

يقول فيه خفة لحيته اى بتلاوة القرآن ولا اراه محفوظا ''یعنی (اور ہم اس حدیث کو بھی روایت کر چکے ہیں کہ ''آدمی کی سعادت اس کی داڑھی کے (ایک مشت تک) ہلکا ہونے میں ہی ہے'' اس کے باوجود بعض راویوں نے اس روایت کو دوسرے معنیٰ میں بھی روایت کیا ہے چنانچہ اگر اس میں تصحیف ثابت نہ ہو تو یہ روایت غریب ہے، اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ: یہ روایت اصل میں یوں تھی کہ ''آدمی کی خوش نصیبی اس کے جبڑوں کے ہلکا ہونے یعنی تلاوتِ قرآن کرنے میں ہی ہے'' لیکن میں اس کے اِن الفاظ کو محفوظ نہیں سمجھتا)۔

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد 2 صفحہ 243)

ان تقریروں کو غور سے پڑھ لو! ان بزرگوں (جو تم سے زیادہ اصولِ حدیث کے جاننے والے تھے) جن میں سے کچھ نے تو جواباً سند پر جرح بھی نہیں کی بلکہ اس کا اصلی مفہوم واضح کر دیا جو اس روایت کی ان کے نزدیک قابلِ استدلال ہونے کی علامت ہے اور جن علماء نے اس روایت کی سند میں کلام کیا بھی ہے تو وہ بھی اس روایت کے معنیٰ کو ثابت ہی رکھتے ہیں۔

چنانچہ اللہ کی توفیق سے میں کہتا ہوں کہ: داڑھی کے ایک مشت تک ہونے میں آخر سعادت مندی کیوں نہیں؟ حالانکہ اسی فعلِ سنت کو اسلاف نے بھی پسند کیا، اپنا شعار بھی بنایا اور دوسروں کو بھی اسی کی ترغیب فرمائی کیونکہ اسی میں جمال ظاہری کی نمود کے ساتھ ساتھ حُسنِ باطنی کی شہود بھی ہے۔ خدا! سمجھنے کی توفیق دے!۔

یاد رہے کہ: سابقہ جن روایات میں ''کث اللحیۃ'' وغیرھا یعنی ''گھنی داڑھی'' کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں انہیں بھی ہم نے ''ایک مشت'' پر محمول کیا اور یہاں

Marfat.com

''حفة لحيته'' یعنی ہلکی داڑھی کو بھی ہم نے ایک مشت پر ہی محمول کیا ہے جسے کند ذہن افراد تضاد ونزاع پر محمول کر سکتے ہیں حالانکہ یہ کوئی نزاع یا تضاد نہیں بلکہ صدور و ورود کے اعتبار کو ہی ایک مشت کا مصداق بنایا گیا ہے یعنی مشت سے کم کے خلاف ''گھنی داڑھی'' اور بے حد طویل کے خلاف ''ہلکی داڑھی'' کا اطلاق کیا گیا ہے جس میں نزاع ثابت کرنا جہالت ہے۔ خدا سمجھنے کی توفیق بھی دے! آمین۔

Marfat.com
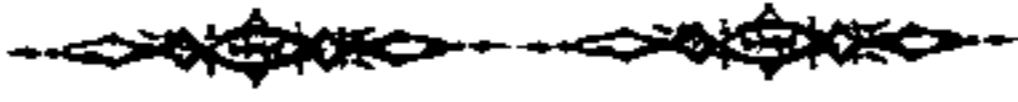
(فصل)

بے جا طویل داڑھی اور عقل کا نقصان

تمام علماء کا اتفاق ایک مشت داڑھی پر تو ہے ہی البتہ اس سے زائد اگر طولِ فاحش حدِ اعتدال سے خارج اور بے موقع، بدنما ہو تو بلاشبہ خلافِ سنت ومکروہ ہے کیونکہ اپنی صورت کو بدنما، بھیانک بنانا اور اپنے منہ پر دروازہ ءطعن وتمسخر کھولنا نیز بھولے بھالے مسلمانوں کو استہزاء وغیبت کی آفت میں ڈالنا اور کئی بے ریشوں کو داڑھی پر ابھارنے کی بجائے اس سنتِ عظیمہ سے متنفر کر دینا ہرگز بھی مرضی ءشرع نہیں، اور اس سے شرع کا بھی نقصان لازم آتا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان اور جمہور علماء کی تصریحات کے مطابق اسے حد سے زیادہ لمبا کرنے میں عقل کا نقصان بھی ہے چنانچہ اسی پر جمہور علماء کی متفقہ تصریحات بھی وارد ہیں، مثلاً!

(1)۔العلامہ الشیخ امام عبد الرحمٰن السخاوی نقل فرماتے ہیں کہ: ''طول اللحیة دلیل قلة العقل ''یعنی (داڑھی کا (حد سے زیادہ) لمبا ہونا عقل کے کم ہونے کی دلیل ہے)۔نیز علامہ سخاوی نے اس حدیث کو ذکر کر کے اس کے صحیح المعنیٰ ہونے پر مزید دلائل دیتے ہوئے لکھا کہ:''یروی عن عمرو بن العاص رفعه: "اعتبروا عقل الرجل فی ثلاث : فی طول لحیته، وکنیته، ونقش خاتمه"

Marfat.com

اسنده الديلمي ، وهو واه، ويقال: ان علي بن حجر نظر الى لحية ابي الدرداء عبد العزيز ابن القاضي منيب، فقال: ليس بطول اللحي، تستوجبون القضا، ان كان هذا كذا فالتيس عدل رضي، وفي لفظ نحوه وانه مكتوب في التوراة : لا يغرنك طول اللحي فان التيس له لحية''۔

(المقاصد الحسنة للسخاوی صفحہ284رقم665)

(المقاصد الحسنة للسخاوی صفحہ330رقم827)

یعنی (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: تم آدمی کی عقل کو تین باتوں سے پرکھ لو: اس کی داڑھی کی بے حد لمبائی سے، اس کی کنیت سے اور اس کی انگوٹھی کے نقش سے، اس حدیث کی جو سند دیلمی نے بیان کی ہے وہ فضول ہے اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ: بلاشبہ ''شیخ علی بن حجر'' نے ''ابو درداء عبد العزیز ابن القاضی منیب'' کی داڑھی کو دیکھا تو یہ شعر کہا: صرف طویل داڑھی کی وجہ سے تمہارا کسی کو قاضی بنانا درست نہیں ورنہ اگر ایسا ہوتا تو پہاڑی بکرا قاضی بننے کے زیادہ لائق ہوتا کیونکہ لمبی داڑھی تو اس کی بھی ہوتی ہے، اور اسی طرح کے لفظ تورات میں بھی لکھے ہوئے ہیں کہ: تجھے کسی کی بے حد لمبی داڑھی دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ ایسی داڑھی تو پہاڑی بکرے کی بھی ہوتی ہے)۔

(2)۔اسی طرح الامام الشیخ علامہ عبد الوہاب الشعرانی نے فرمایا: ''طول اللحية دليل على قلة العقل،هو بمعنى ما بعض نسخ التوراة :لا يغرنك طول اللحي فان التيس له لحية ويروى عن عمرو بن العاص

Marfat.com

رضي الله عنه : اعتبروا عقل الرجل في ثلاث : في طول لحيته، وفي كنيته وفي نقش خاتمه"۔

(البدر المنير للشعراني صفحه204رقم1487)

(البدر المنير للشعراني صفحه235رقم1687)

یعنی (طویل داڑھی عقل کے کم ہونے کی علامت ہے، اسی طرح کا معنی تورات کے بعض نسخوں میں بھی ہے کہ: تجھے کسی کی بے حد لمبی داڑھی دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ ایسی داڑھی تو پہاڑی بکرے کی بھی ہوتی ہے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: تم آدمی کی عقل کو تین باتوں سے پرکھ لو: اس کی داڑھی کی بے حد لمبائی سے، اس کی کنیت سے اور اس کی انگوٹھی کے نقش سے)۔

(3)۔العلامہ الشیخ الامام زرقانی فرماتے ہیں کہ: "قيل: كلما طالت اللحية تشمر العقل، قال الحسن بن المثنى : اذا رأيت رجلا له لحية طويلة ، ولم يتخذ لحية بين لحيتين كان في عقله شيء" یعنی (فرمایا گیا ہے کہ: جب داڑھی حد سے لمبی ہو جاتی ہے تو عقل کم ہو جاتی ہے۔۔۔۔ حسن بن مثنی فرماتے ہیں کہ: جب بھی میں نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا جس کی داڑھی حد سے زیادہ لمبی تھی اور وہ داڑھی میں میانہ روی کا لحاظ بھی نہیں رکھتا تھا تو اس کی عقل میں کمی ضرور ہوتی تھی)۔

(زرقاني على المواهب جلد5صفحه508،509)

(4)۔العلامہ الشیخ الامام شہاب الدین الخفاجی اسی حدیث کے معنی کی تصدیق میں یوں وضاحت فرماتے ہیں کہ: "وقد قيل : اعتبروا عقل الرجل في ثلاث في طول لحيته ونقش خاتمه وكنيته وقال الشاعر : ونقصان

Marfat.com

عقل الفتی عندنا، بمقدار ماطال من لحیتہ" یعنی (یوں بھی روایت کیا گیا ہے کہ: آدمی کی عقل کو تین باتوں سے پرکھو! اس کی زیادہ لمبی داڑھی سے، اس کی انگوٹھی کے نقش سے اور اس کی کنیت سے، اور ایک شاعر نے کہا: ہمارے نزدیک کسی مرد کی عقل میں اتنا ہی نقصان ہوتا ہے جتنا کہ: اس کی داڑھی (حدِ شرع سے) طویل ہوتی جائے گی)۔

(نسیم الریاض للخفاجی جلد1صفحہ331)

(5)۔العلامہ الشیخ الامام ملاعلی القاری اسی حدیث کی تائیدی وضاحت میں یوں لکھتے ہیں کہ: "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : اعتبروا عقل الرجل فی ثلاث : فی طول لحیتہ ونقش خاتمہ وکنیتہ، وعن الحسن بن المثنی : انہ قال: اذا رأیت رجلا ذا لحیۃ طویلۃ ولم یتخذ لحیۃ بین لحیتین کان فی عقلہ شیء وقیل: ما طالت لحیۃ انسان قط الا ونقص من عقلہ مقدار ما طال من لحیتہ ومنہ قول الشاعر: اذا کبرت للفتی لحیۃ ،فطالت وصارت الی سرتہ، فنقصان عقل الفتی عندنا، بمقدار ما طال من لحیتہ"۔

(شرح الشفاء لملا علی القاری جلد1صفحہ160)

یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی عقل کو تین باتوں سے پرکھو! اس کی داڑھی کے (حد سے) لمبا ہونے سے، اس کی انگوٹھی کے نقش سے اور اس کی کنیت سے، اور حسن بن مثنی فرماتے ہیں کہ: جب بھی میں نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا جس کی داڑھی حد سے زیادہ لمبی ہوتی اور وہ اس میں میانہ روی کا لحاظ بھی نہیں رکھ پاتا

Marfat.com

تھا تو اس کی عقل میں کمی ضرور تھی، اور بعض نے کہا ہے کہ: جس انسان کی بھی داڑھی حد سے زیادہ لمبی ہوئی اس کی عقل میں داڑھی کی بے جا لمبائی کے حساب سے نقصان ضرور ہوا، اسی بارے میں شاعر کا قول ہے کہ: جب بھی کسی مرد کی داڑھی لمبی ہو اور اتنی لمبی ہو جائے کہ: ناف تک پہنچ جائے تو ہمارے نزدیک اس کی عقل میں اتنا ہی نقصان ہوتا ہے جتنا کہ: اس کی داڑھی کی لمبائی ہوتی ہے)۔

(6)۔ العلامہ الشیخ الامام یعقوب البروسوی اسی حدیث کی تائید میں فرماتے ہیں کہ: "کلما طالت اللحیة نقص العقل" یعنی (حد سے زیادہ داڑھی جتنی بھی لمبی ہوتی جائے گی عقل اتنی ہی کم ہوتی جائے گی)۔

(مفاتیح الجنان للبروسوی صفحہ362)

(7)۔ العلامہ الشیخ الامام ملا علی القاری "مرقاۃ المفاتیح" میں تائیداً فرماتے ہیں کہ: "کلما طالت اللحیة نقص العقل" یعنی (داڑھی جتنی طویل ہوتی جائے گی عقل میں اتنا ہی نقصان ہوگا)۔

(المرقاۃ شرح المشکوۃ لملا علی القاری جلد8صفحہ285)

(8)۔ العلامہ الشیخ الامام ابن عابدین الشامی اسی حدیث کی تائید میں فرماتے ہیں کہ: "اشتھر ان طول اللحیة دلیل علی خفة العقل" یعنی (مشہور ہے کہ: داڑھی کا طویل ہونا عقل کے کم ہونے کی دلیل ہے)۔

(رد المحتار علی الدر المختار)

(9)۔ مجددِ وقت امام غزالی فرماتے ہیں کہ: "کلما طالت اللحیة تشمر العقل" یعنی (داڑھی جتنی طویل ہوتی جائے گی عقل میں اتنا ہی نقصان ہوگا)۔

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحہ166)

Marfat.com

مزید فرماتے ہیں کہ ''وروی عن مالك رحمه الله انه قال: قرأت فی بعض الکتب : لا تغرنکم اللحی فان التیس له لحیة وقال ابو عمرو بن العلاء : اذا رأیت الرجل طویل القامة صغیر الهامة عریض اللحیة فاقض علیه بالحمق ولو کان امیة بن عبد شمس''۔

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحه167)

یعنی مالک سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے بعض کتب میں پڑھا ہے کہ: لمبی داڑھیاں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں کیونکہ لمبی داڑھی تو پہاڑی بکرے کی بھی ہوتی ہے، اور ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں کہ: جب بھی تو لمبے قد، چھوٹی کھوپڑی اور لمبی چوڑی داڑھی والے کو دیکھے تو اس کے احمق ہونے کا فیصلہ کر لے اگر چہ وہ شخص امیہ بن عبد شمس ہی کیوں نہ ہو۔

(10)۔علامہ الشیخ ابو طالب مکی اسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ: ''روینا عن مالك بن معول قال: قرأت فی بعض کتب الله عزوجل: لا تغرنکم اللحی فان التیس له لحیة وقال بعض الادباء: کلما طالت اللحیة تشمر العقل وقال ابو عمرو بن العلاء : اذا رأیته طویل القامة صغیر الهامة عریض اللحیة فاقض علیه بالحمق ولو کان امیة بن عبد شمس وقال معاویة رحمه الله تعالیٰ : یتبین حمق الرجل من طول قامته وعظم لحیته وفی کنیته ونقش خاتمه''۔

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2صفحه244)

یعنی (ہم نے مالک بن معول سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ: لمبی داڑھیاں تمہیں دھوکے میں نہ ڈالیں ورنہ لمبی داڑھی تو پہاڑی بکرے کی بھی ہوتی ہے، اور بعض ادیب لوگ کہتے ہیں کہ: ''داڑھی جتنی طویل ہوتی جائے گی عقل میں اتنا ہی نقصان ہوگا'' اور ابوعمرو بن العلاء کہتے ہیں کہ: جب بھی تو لمبے قد، چھوٹی کھوپڑی اور لمبی چوڑی داڑھی والے کو دیکھے تو اس کے احمق ہونے کا فیصلہ کرلے اگرچہ وہ شخص امیہ بن عبد شمس ہی کیوں نہ ہو، اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: لمبے قد، لمبی داڑھی، کنیت اور انگوٹھی کے نقش سے آدمی کی حماقت کا بھی اظہار ہو جاتا ہے)۔

(11)۔الشیخ علامہ العجلونی فرماتے ہیں کہ: ''طول اللحية دليل على قلة العقل اسنده الديلمي عن عمرو بن العاص رفعه ، وقال: في التمييز اسنده الديلمي بسند واه بلفظ اعتبروا عقل الرجل في ثلاث : في طول لحيته وكنيته ونقش خاتمه وما احسن ما قيل : ''ان كان بطول اللحى يستوجبون القضا فالتيس عدل مرتضى'' وفي لفظ ''ليس بطول اللحى يستوجبون القضا ان كان هذا كذا فالتيس عدل رضا'' وروى : مكتوب في التوراة : لا يغرنك طول اللحى ، فأن التيس له لحية ، وروى عن ابى دوس الاشعرى انه قال كنا عند معاوية جلوسا اذ اقبل رجل طويل اللحية ، فقال معاوية : ايكم يحفظ حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم في طول اللحية ، فسكت القوم، فقال معاوية :لكني احفظه، فلما جلس الرجل قال له معاوية اما اللحية فلسنا نسأل عنها ، سمعت رسول الله صلى الله

Marfat.com

عليه وسلم يقول :"اعتبروا عقل الرجل في طول لحيته ونقش خاتمه وكنيته"، فما كنيتك ؟ قال: ابو كوكب ، قال: فما نقش خاتمك ؟ فقال: وتفقد الطير فقال: ما لي ارى الهدهد ام كان من الغائبين ، فقال معاوية : وجدنا حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم حقا"۔

(كشف الخفاء للعجلوني جلد2صفحه43رقم1675)

یعنی (''طویل داڑھی عقل کے کم ہونے کی دلیل ہے'' اس روایت کی دیلمی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اور''التمییز'' میں کہا گیا ہے کہ: دیلمی کی سند کمزور ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ: آدمی کی عقل کو تین چیزوں سے تولو، اس کی داڑھی کی لمبائی میں، اس کی کنیت میں اور اس کی انگوٹھی کے نقش میں، کسی نے کیا خوب کہا کہ:''اگر لمبی داڑھی والے کو قاضی بنا دینا چاہیے تو اس معیار پر پہاڑی بکرا پورا اترتا ہے'' اور دوسرے لفظوں میں یوں ہے کہ:''لمبی داڑھی والے کو قاضی نہیں بنانا چاہیے ورنہ پہاڑی بکرا قاضی بننے کے زیادہ لائق ہے'' اور روایت ہے کہ: تورات میں یوں لکھا ہوا ہے کہ:''تجھے کسی کی زیادہ لمبی داڑھی دھوکے میں نہ ڈالدے کیونکہ لمبی داڑھی تو پہاڑی بکرے کی بھی ہوتی ہے''، چنانچہ جناب ابو دوس الاشعری فرماتے ہیں کہ: ہم سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لمبی داڑھی والا آدمی آ گیا تو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کس کو لمبی داڑھی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد ہے؟ تو لوگ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: لیکن مجھے یاد ہے، چنانچہ جب وہ آدمی بیٹھ گیا تو اس

Marfat.com

سے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم تیری داڑھی کے بارے میں سوال نہیں کرتے، البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: آدمی کی عقل کو لمبی داڑھی، انگوٹھی کے نقش اور اس کی کنیت سے ناپو، چنانچہ تیری کنیت کیا ہے؟ وہ بولا: ابوکریب، فرمایا: تیری انگوٹھی میں کیا نقش ہے؟ بولا: پرندہ کی گمشدگی (اس کی انگوٹھی میں کچھ بھی منقش نہیں تھا) مزید بولا: یعنی میں ہدہد کو اپنی انگوٹھی میں نہیں دیکھتا گویا وہ کہیں غائب ہوگیا ہے، تو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو حق پایا ہے)۔

(12)۔علامہ الشیخ عبد الرؤوف المناوی فرماتے ہیں کہ: ''کلما طالت اللحية تشمر العقل كما حكاه الغزالي۔۔۔ قال الحسن بن المثنى : اذا رأيت رجلا له لحية طويلة ولم يتخذ لحيته بين لحيتين كان في عقله شيء ، وكان المأمون جالسا مع ندمائه مشرفا على دجلة يتذاكرون اخبار الناس ، فقال المأمون : ما طالت لحية انسان قط الا ونقص من عقله بقدر ما طالت منها ، وما رأيت عاقلا قط طويل اللحية ، فقال بعض جلسائه : ولايرد على امير المؤمنين انه قد يكون في طولها عقل ، فبينما هم يتذاكرون اذ اقبل رجل طويل اللحية ، حسن الهيئة ، فاخر الثياب ، فقال المأمون : ما تقولون في هذا؟ فقال بعضهم : عاقل، وقال بعضهم : يجب كونه قاضيا، فأمر المأمون باحضاره ، فوقف بين يديه فسلم فاجاد، فاجلسه المأمون واستنطقه فاحسن النطق، فقال المأمون: ما اسمك؟ قال: ابو

Marfat.com

حمدويه والكنية علويه ، فضحك المأمون وغمز جلساءه ، ثم قال: ماصنعتك ؟ قال: فقيه اجيد الشرع في المسائل، فقال: نسألك عن مسألة ، ماتقول في رجل اشترى شاة فلما تسلمها المشترى خرج من استها بعرة ففقأت عين رجل ، فعلى من الدية ؟ قال: على البائع دون المشترى، لانه لما باعها لم يشترط ان في استها منجنيقا، فضحك المأمون حتى استلقىٰ على قفاه ثم انشد :

ما احد طالت له لحية فزادت اللحية في هيئته

الا وما ينقص من عقله اكثر مما زاد في لحيته"

(فيض القدير للمناوى جلد 6صفحه578،579)

یعنی (جب بھی داڑھی حد سے لمبی ہوتی جائے گی عقل کا نقصان ہوتا جائے گا جیسا کہ امام غزالی نے بیان کیا ہے۔۔۔۔۔۔حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ: میں نے جب بھی کسی کو بہت لمبی داڑھی والا دیکھا جو اپنی داڑھی میں میانہ روی کا لحاظ نہیں رکھتا تو اس کی عقل میں نقصان ہی پایا۔

ایک مرتبہ بادشاہ مأمون الرشید اپنے درباریوں کے ساتھ دریاء دجلہ کے کنارے بیٹھا لوگوں کے واقعات سننے سنانے میں مصروف تھا تو مأمون بولا: جس آدمی کی داڑھی جتنی لمبی ہوتی جائے گی اس کی عقل اتنی ہی کم ہوتی جائے گی اور میں نے کسی بھی عقلمند انسان کو زیادہ لمبی داڑھی والا نہیں دیکھا ،تو مجلس میں سے کسی نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! بھلا داڑھی کے لمبا ہونے سے عقل کا کیا تعلق؟ اسی دوران وہاں ایک لمبی داڑھی والا ، اچھی صورت اور عمدہ کپڑوں والا ایک آدمی آتا دکھائی دیا،

Marfat.com

مأمون بولا: تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کچھ نے کہا: یہ تو عقلمند ہے، کچھ بولے: یہ تو ضرور کوئی قاضی ہی ہوگا، چنانچہ مأمون نے اس کو بلوایا، وہ سامنے آیا اور سلام جواب کے بعد مأمون نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور اس سے باتیں کرنا شروع کردیا اس نے بڑی میٹھی گفتگو کی، چنانچہ مأمون نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ بولا: ''ابوحمدویہ'' اور کنیت ''علویہ''، یہ سن کر مأمون ہنس پڑا اور اپنے درباریوں کو دیکھنے لگا، پھر پوچھا: تم کرتے کیا ہو؟ بولا: فقیہ ہوں اور شریعت کے مسائل سکھاتا ہوں، مأمون بولا: پھر تو ہم بھی تم سے ایک مسئلہ پوچھ لیتے ہیں، تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے ایک بکری خریدی جب خرید چکا تو بکری کی شرمگاہ سے مینگنی نکلی اور کسی شخص کی آنکھ میں چلی گئی جس سے اس کی آنکھ ضائع ہوگئی تو بتاؤ! اس آنکھ کی دیت کس پر ہوگی؟ بولا: خریدنے والے پر نہیں ہوگی بلکہ بیچنے والے پر ہوگی، کیونکہ جب بیچنے والے نے اسے بیچا تھا تو یہ واضح نہیں کیا تھا کہ: اس بکری کی شرمگاہ میں منجنیق لگی ہوئی ہے، یہ سن کر مأمون اپنی گردن کے بل ہنستا ہوا گر پڑا پھر اس نے یہ شعر پڑھا:

جس کسی کی داڑھی اتنی لمبی ہو جائے کہ اس کی شکل پر داڑھی زیادہ بڑی لگنی لگے تو جتنی لمبی اس کی داڑھی ہوگی اس سے زیادہ اس کی عقل کا نقصان ہوگا)۔

فائدہ: ان تمام تصریحات سے ثابت ہوا کہ: جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ: داڑھی کا حدِ شرع سے زیادہ طویل ہونا ''عقل'' کے لئے بھی نقصان دہ ہے، نیز ''طولِ لحیہ سے نقصِ عقل'' کا یہ قول مجربات میں سے ہے، تبھی تو اہلِ علم میں یہ قول شہرت کا حامل ہوا، لہٰذا داڑھی کا معتدل یعنی ایک مشت تک ہونا ہی ''اصوب'' اور ''مفیدِ عقل'' ہے۔

Marfat.com

(فصل)

داڑھی کا عقل سے تعلق
حدیث مرفوع کی روشنی میں

داڑھی کے عقل سے تعلق کے اثبات پر ایک نفیس روایت جسے کتب معتمدہ میں نقل فرما کر علماء نے قبول کر کے دائرۂ استدلال میں بھی داخل کر دیا، اس روایت کے دو راوی ہیں، لہٰذا شہادت کے لحاظ سے بھی اسے تقویت حاصل ہے، چنانچہ!

(1)۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

"عن عمرو بن العاص: قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم :اعتبروا عقل الرجل في ثلاث : في طول لحيته ، وكنيته، ونقش خاتمه"

یعنی (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم آدمی کی عقل کو تین باتوں سے پرکھ لو: اس کی داڑھی کی بے حد لمبائی سے، اس کی کنیت سے اور اس کی انگوٹھی کے نقش سے)۔

(مسند الفردوس للدیلمی جلد 1 صفحہ 89 رقم 287)

(المقاصد الحسنة للسخاوی صفحہ 284 زیر رقم 665)

Marfat.com

(کشف الخفاء للعجلونی جلد2صفحه43زیر رقم1675)

(البدر المنیر للشعرانی صفحه204زیر رقم1487)

(کنز العمال رقم30802)

(2)۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

"عن معاویة: قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول:اعتبروا عقل الرجل فی طول لحیته ، و نقش خاتمه و کنیته"

یعنی (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: تم آدمی کی عقل کو اس کی داڑھی کی لمبائی، اس کی انگوٹھی کے نقش اور اس کی کنیت سے پرکھو)۔

(کشف الخفاء للعجلونی جلد2صفحه43زیر رقم1675)

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2صفحه244)

اس روایت کو بھی علماء نے قبول فرمایا اور استدلال کے لئے برقرار بھی رکھا جیسا کہ سابق میں بیان کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

(فصل)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آخذِ لحیہ کی مزید روایتیں

اخذِ لحیہ کے جواز پر دلالت کرنے والی ایک اور روایت بھی ہے جسے کئی علماء نے اپنی کتب میں درج کیا ہے اور یہ روایت بھی دو حضرات سے مروی ہے چنانچہ!

(۱)۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

"عن عائشة قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :خذو من عرض لحاکم واعفوا طولها"

یعنی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی داڑھیوں کو چوڑائی سے تراشو اور اس کی لمبائی کو چھوڑ دو)۔

(مسند الفردوس للدیلمی جلد2صفحہ166 رقم2833)

(الجامع الصغیر للسیوطی صفحہ237رقم3898)

(فیض القدیر للمناوی جلد4صفحہ438رقم3898)

(کنوز الحقائق للمناوی جلد1صفحہ271رقم3433)

(کنز العمال للمتقی الہندی جلد6صفحہ277رقم17221)

(2)۔حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ

"عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

: لا یأ خذن احدکم من طول لحیتہ، ولکن من الصدغین"

یعنی (حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنی داڑھی کے طول سے نہ تراشے لیکن کنپٹیوں کی طرف سے تراشے)۔

(تاریخ بغداد للخطیب جلد5صفحہ396)

(مسند الفردوس للدیلمی جلد5صفحہ165رقم7835)

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم جلد3صفحہ94)

(کنز العمال للعلی الہندی جلد6صفحہ281رقم17277)

چنانچہ اگر تم ان دونوں روایتوں کو دلیل بنا کر یہ ثابت کرنا چاہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو بے حد لمبا کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے تراشنے سے منع فرمایا ہے تو مجھے تمہاری عقل پر بے حد حیرت ہوگی کیونکہ!

اولاً تو اس روایت میں تراشنے کا ذکر موجود ہے اگرچہ چوڑائی کی جانب سے اور تمہارے نزدیک تو یہ بھی خلافِ سنت ہے جیسا کہ تم اپنے فتویٰ میں بیان دے چکے ہو،

ثانیاً اس روایت کا مستفاد بھی ہماری پیش کردہ کسی بھی سابقہ روایت کے مخالف نہیں کیونکہ ذرا سا غور کرنے کی زحمت کرو اور خود سے یہ سوال کرو کہ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوڑائی سے داڑھی کے بال تراشنے کی اجازت کیونکر دی؟ تو جواب سیدھا سا ہے یعنی وہ اس لئے کہ: چوڑائی کے بال جب اس قدر بڑھ جائیں کہ عجیب صورتِ حال پیدا کر کے داڑھی کی زینت اور چہرے کے وقار میں بھیانک پن کا سبب بن جائیں تو ان بالوں کو تراش کر کم کرنے میں ہی زینت ہے کیونکہ داڑھی کو اللہ جل

Marfat.com

وعلا نے مردوں کی زینت بنایا ہے، اور احادیث و آثار اور جمہور علماء کی تصریحات بھی اسی پر دال ہیں، یہی وجہ ہے کہ علامہ مناوی ''فیض القدیر'' میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی اسی سابقہ روایت کا یہ مفہوم بیان فرماتے ہیں کہ: ''خذوا من شعر عرض لحاکم ما طال منه واعفوا طولها ای اترکواه فلا تأخذوا منه شیئا ندبا فیهما'' یعنی اپنی داڑھیوں کی چوڑائی کی جانب سے زیادہ لمبے بالوں کو تراش لو اور اسے لمبائی کی جانب سے چھوڑ دو یعنی اس میں سے کچھ بھی نہ تراشو ان دونوں میں حدِ شرع کا لحاظ کرتے ہوئے۔

جی ہاں! الحمدللہ جواب مل گیا کہ ان روایتوں میں چوڑائی اور لمبائی دونوں جانب حدِ شرع کا لحاظ رکھنا مشروع وماٴمور ہے اور وہ محض ایک مشت ہی ہے پھر تو لامحالہ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اگر چوڑائی میں زینت کا لحاظ رکھتے ہوئے تراشنے کی اجازت دی جارہی ہے تو اسی زینت کا لحاظ رکھتے ہوئے لمبائی سے بھی تراشنے کی اجازت ہونی چاہیے کیونکہ داڑھی کے بالوں کے مشت سے طویل ہوتے جانے کی وجہ سے بھی بھیانک پن پیدا ہوجاتا ہے جیسا کہ علماء کی تصریحات سابق میں گزرچکیں نیز تراش کر مشت سے کم کردینا شرع میں کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا کیونکہ مرد کی زینت داڑھی کے کم از کم ایک مشت تک ہونے میں ہی ہے اس سے کم میں بالکل نہیں، اسی لئے ایک مشت تک داڑھی بڑھانے کا حکم دینے کے لئے ''اعفوا، ارخوا، اترکوا'' وغیرہ کے ساتھ ساتھ اب ''واعفوا طولها'' اور ''لایأخذن من طول لحیته'' کے الفاظ وارد ہوئے ان الفاظ کا تعلق قطعاً بھی مشت سے بے حد زائد بڑھانے پر دال نہیں ہے کیونکہ عاقل باشعور کے لئے یہ سمجھنا ذرا بھی مشکل

Marfat.com

نہیں کہ: چوڑائی سے تراشنے کی اجازت کا عطف اس امر کی توضیح کر دیتا ہے کہ جو علتِ جواز وہاں چوڑائی میں ہے اس کا لحاظ یہاں طول میں بھی بدرجہء اتم رکھا جائے گا اسی پر کبارِ صحابہ وتابعین کا عمل اور جمہور علماء کا فتویٰ ہے۔

لہٰذا نتیجہء بحث یہ نکلا کہ: ان دونوں روایتوں میں داڑھی مطلقاً بڑھانے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ اس اجازت کو فقط ایک مشت تک بڑھانے پر ہی محمول کیا جائے گا ورنہ پھر وہی اشکال پیدا ہوگا کہ آخر چوڑائی سے اجازت کیونکر دی گئی؟ خدا سمجھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

Marfat.com

باب

اخذِ لحیہ اور

آثارِ صحابہ علیہم الرضوان

Marfat.com
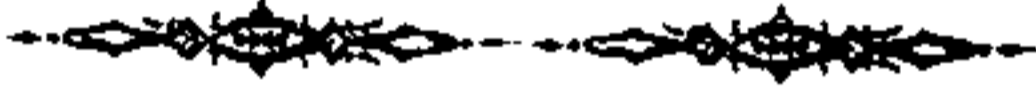
تم نے اپنے فتوی میں دواور دعوے کئے ہیں کہ:

(1)۔ ''داڑھی کومشت سے زائد تراشنا ''منفرد صحابی'' کا عمل ہے''۔

(2)۔ ''جوامت کے لئے حجت نہیں ہے''۔

دعویٰ نمبر 1 کا جواب:

داڑھی تراشنے کا جواز ''منفرد'' صحابی سے نہیں بلکہ کتب مستندہ میں موجود متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے جن کا بیان ان شاء اللہ العزیز بعد میں آئے گا، جمہور اہلِ علم میں سے کوئی بھی اخذِ لحیہ کا جواز فقط ''منفرد'' سے ثابت ہونے کا قائل نہیں بلکہ تمام اہلِ علم پر ظاہر ہے کہ: اخذِ لحیہ کا جواز اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مشہور ومعروف تھا، یہاں بطور تائید چند مستند علماء کی توضیحات ملاحظہ ہوں جن کے نزدیک اخذِ لحیہ ''منفرد'' نہیں بلکہ متعدد اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ:

(1)۔ سابق میں امام ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید القیر وانی کے حوالے سے یہ عبارت نقل کردی گئی ہے کہ: ''قال مالك: لابأس بالاخذ من طولها اذا طالت كثيرا وقاله غير واحد من الصحابة والتابعين'' یعنی (امام مالک فرماتے ہیں کہ: داڑھیاں جب بہت زیادہ لمبی ہوجائیں تو انہیں لمبائی کی طرف سے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ قول اکثر صحابہ وتابعین کا ہے)۔

(الرسالة فی فقه الامام مالك للقیروانی، باب فی الفطرة صفحه 113، 114)

(2)۔ ''عن منصور عن ابراهيم قال: كانوا يأخذون من جوانبها

Marfat.com

وینظفونها یعنی اللحیة''یعنی (منصور روایت کرتے ہیں حضرت ابراہیم نخعی سے کہ: صحابہ کرام اپنی داڑھیوں کے اطراف سے تراش لیا کرتے تھے اور انہیں سنوار کر رکھا کرتے تھے یعنی داڑھیوں کو)۔

(شعب الایمان للبیہقی جلد5صفحہ220رقم6438)

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد6صفحہ109رقم11)

(3)۔امام بیہقی فرماتے ہیں کہ:''عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس، قال الحليمی رحمه الله : فقد يحتمل ان يكون لعفو اللحی حد وهو ماجاء عن الصحابة فی ذالك فروی عن ابن عمر انه كان يقبض علی لحيته فما فضل عن كفه امر بأخذه وكان الذی يحلق رأسه يفعل ذالك بأمره ويأخذ عارضيه ويسوی اطراف لحيته وكان ابوهريرة يأخذ بلحيته ثم يأخذ ما يجاوز القبضة''۔

(شعب الایمان للبیہقی جلد5صفحہ219،220رقم6432)

یعنی (جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوس کی مخالفت کرو، علامہ حلیمی فرماتے ہیں کہ: داڑھیاں بڑھانے کے حکم میں ''حد'' کا احتمال ہے اور اس بارے میں صحابہ کرام سے بھی بہت کچھ مروی ہے چنانچہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: وہ بھی اپنی داڑھی کو پکڑ کر مٹھی سے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹنے کا حکم دیتے تھے اور آپ کا حجام آپ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہی ایسا کیا کرتا تھا، اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی کی چوڑائی لمبائی سے کانٹ چھانٹ کیا کرتا تھا، اور جناب

Marfat.com

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی داڑھی کو پکڑ کر مشت سے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ لیا کرتے تھے)۔

(4)۔"عن الحسن ، قال: كان يرخصون فيما زادعلى القبضة من اللحية ان يؤخذ منها" یعنی (حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام داڑھی کے مشت سے بڑے ہوئے بالوں کو تراشنے میں رخصت دیا کرتے تھے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6 صفحہ 109 رقم 5)

چنانچہ ثابت ہو گیا کہ: اخذِ لحیہ کے قائل "منفرد" نہیں بلکہ "متعدد" صحابہ ہیں ، نیز یہ تو ابھی جھلک تھی مزید روایات ہم آگے پیش کرنے والے ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ الحمدللہ اخذِ لحیہ کے جواز کا موقف ہی صحابہ کرام کا راجح موقف ہے۔اس حیثیت سے تمہارا "منفرد" کا پاٹ دہرانا جھوٹ اور بددیانتی قرار پایا۔

دعویٰ نمبر 2 کا جواب:

تم نے اپنے فتویٰ میں یہ دوسرا دعویٰ یہ کر دیا کہ: "منفرد صحابی کا عمل حجت نہیں" اور اسی پر بس نہیں بلکہ تمہارے مجہول مفتی نے اپنے فتوی میں ادلہ اربعہ کی پُٹھی ترتیب پیش کرنے کے بعد اُلٹا ہم ہی سے مطالبہ کر دیا کہ:

"اپنے حنفی اصول پر غور کرو کیا اس اصول کے مطابق "منفرد صحابی" کا عمل یا قول حجت ہے؟ اگر ہے تو فقہ کے اصول میں بیان کیوں نہیں کیا گیا؟"

چنانچہ اگر بات "حنفی اصول" کی ہی چل نکلی ہے تو اچھی طرح جان لو! "الحمدللہ" ہم احناف کے سرتاج اور اس امت کے سراج امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا استنباطِ

Marfat.com

مسائل کے بارے میں سیدھا اور بالکل صاف اصول یہ ہے کہ: قرآن وسنت کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حجت مانتے ہیں بلکہ اگر ہمیں کتاب وسنت یا اجماع سے کسی مسئلہ پر کوئی دلیل نہ بھی ملے تو بھی ہم خود قیاس کرنے کی بجائے ''منفرد صحابی'' کے قیاس کو ہی کافی اور حجت سمجھتے ہیں۔

نیز امام عبدالوہاب الشعرانی الشافعی کی ''المیزان الکبریٰ'' جلد 1 فصلِ ثانی کے حوالے سے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: ''ہم سب سے پہلے قرآن، پھر حدیث اور پھر صحابہ کے فیصلوں کو لازم پکڑتے ہیں اگر کسی حکم میں سب متفق ہوں تو ہم اس پر عمل کو لابدی اور ضروری سمجھتے ہیں اور اگر دلائلِ مذکورہ میں اختلاف پایا جائے تو اس وقت ایک حکم کو دوسرے پر قیاس کرکے تطبیق دیدیتے ہیں تاکہ ابہام اور اختلاف دور ہوجائے اور مطلب اچھی طرح واضح ہوجائے''۔ (انتہیٰ)

الحمدللہ کتبِ متداولہ معتمدہ میں ہمارے اس اصول کے اثبات وصحت پر طویل مباحث موجود ہیں جن کے ایراد کی یہاں گنجائش نہیں۔ وبہا الاکتفاء۔

ذرا انصاف کرو کہ صحابہ کرام کے کتاب وسنت کے اصولوں پر مبنی آثار واقیسہ اور فیصلوں کے ساتھ ساتھ تصریحاتِ جمہور کو تم ہی نے ٹھکرایا، حتی کہ: خود اپنے شیوخ کے فتوؤں کو بھی نظر انداز خود تم ہی نے کیا اور ''اصولوں'' پر نہ چلنے کا طعنہ ہمیں ماردیا، کیا یہ ظلم وزیادتی نہیں؟

اور تو اور ''متعدد'' کو ''منفرد'' کہا اور ''منفرد'' کو یہ کہہ کر رد کردیا کہ: ''حجت نہیں''۔۔۔۔۔۔ یہ کیا ہے؟۔۔۔۔ کیا اسے تحقیقِ حق سے دور کا بھی واسطہ

Marfat.com

ہے؟۔۔۔اسی طبعی تقلید نہ کہوں تو کیا کہوں؟۔۔۔۔ جو شخص حضرات صحابہ کرام کو اپنے لئے حجت سمجھے اوران بزرگوں کے آثار کو بطور دلیل لازم پکڑے تو تم اسے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیرنے والا قرار دیدیتے ہو اور جو آثارِ اسلاف کو ہی حجت نہ مانے ،حتی کہ:''متعدد'' کے آثار کو''منفرد'' کہہ کر ٹھکرادے تو تم اسے پکا ''سلفی'' کہتے ہو،تمہاری یہ بے جان اور مضحکہ خیز منطق ہماری سمجھ سے پرے ہے ۔۔۔تو اگر تمہارے نزدیک اثرِ صحابی کا کوئی اعتبار نہیں تو ہمارے نزدیک بھی فہمِ وہابی کی کوئی اوقات نہیں۔

صحابی کی حدیث''حدیث نبوی''صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں ہے:

حق تو یہ ہے کہ:منفرد صحابی کے قول وعمل کو جمہور علماء خواہ مخواہ رد نہیں کردیتے بلکہ اسے حکماً''مرفوع حدیث''یعنی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ دیتے ہیں، جیسا کہ تبیین الحقائق (کتاب الدیات) میں فرمایا گیا ہے کہ''الموقوف کالمرفوع'' (حدیث موقوف مرفوع کا درجہ رکھتی ہے) اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ موقوف حدیث''صحابی'' کی حدیث کو کہتے ہیں، چنانچہ پھر سونے پہ سہاگہ یہ کہ خود تمہارے معتبر ومسلم''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ نمبر 124، 125 میں بھی ایسا ہی لکھا ہے ملاحظہ کرلو!

''اور شرح نخبۃ الفکر میں شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

ومثال المرفوع من الفعل حکما ان یفعل الصحابی مالا محال فیه للاجتهاد فینزل علی ان ذالك عنده عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کما قال الشافعی فی صلوة علی رضی اللّٰه عنه کرم اللّٰه وجهه فی

Marfat.com

الکسوف فی کل رکعة اکثر من رکوعین انتہیٰ وقال السیوطی : من المرفوع ایضا ماجاء عن الصحابی ومثله لایقال من قبل الرای ولامجال لاجتهاد وفیه فیحمل علی السماع جزم به الرازی فی المحصول وغیر واحد من ائمة الحدیث وترجم علی ذالك الحاکم فی کتابه معرفة الاسانید التی لا یذکر مسندها۔الخ۔(تدریب الراوی)

دونوں عبارتوں کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ: جب کسی صحابی سے کوئی ایسا امر ثابت ہو جس کی بناء عموماً صرف عقل ہی پر نہ ہوا کرتی ہو اور نہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور اس صحابی کی عادت اسرائیلیات روایت کرنے کی بھی نہیں ہے تو وہ امر حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔۔۔۔۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور جو مٹھی سے زیادہ ہوتی اسے کٹوا دیتے اور اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔۔۔۔۔ان دونوں جلیل القدر صحابیوں کے فعل اور روایت میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جو داڑھی کٹوانے کی ممانعت ہے تو وہ جڑ سے کٹوانے کی ممانعت ہے (جیسا کہ آجکل عام رواج ہو رہا ہے) اور مطلقاً کٹوانے کی ممانعت نہیں ہے جیسا کہ راویانِ حدیث سے ثابت ہے اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک شخص کی داڑھی کم کرائی تھی''۔

چنانچہ اچھی طرح غور کرلو! تمہارے مرشدِ شہیر ''مولوی ثناء اللہ امرتسری'' نے اپنے فتاویٰ میں ''منفرد صحابی'' کے عمل کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا درجہ دیدیا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ: اس عمل کا صدور ''سیّدنا حضرت

Marfat.com

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ" سے بھی ہوتا رہا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ: تمہارے اپنے شیخ کے نزدیک بھی بلاشبہ یہ عمل "منفرد صحابی" کا نہیں بلکہ اس میں دوسرے کبار صحابہ کرام بھی شریک تھے چنانچہ اسی بات کی تائید تو تمہارے ایک اور مستند و معتمد فتاویٰ سے بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ!

(i)۔ "فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری" جلد 1 صفحہ نمبر 229 میں بھی کی گئی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ: "داڑھی اتنی کتروانی کہ: ایک مشت رہ جائے بعض صحابہ سے ثابت ہے"۔

(ii)۔ نیز "فتاویٰ ثنائیہ" جلد 2 صفحہ نمبر 128 میں مزید یوں بھی ہے کہ: "فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ: پھر طبری نے اس حدیث کی سند کو عبداللہ بن عمر تک پہنچایا کہ: انہوں نے خود یہ فعل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک کہ: انہوں نے کسی اور شخص سے یہ فعل کیا، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ: انہوں نے بھی یہ فعل کیا"۔

چنانچہ دیکھ لو! داڑھی کے معاملے میں جو انصاف تم سے نہ ہو سکا وہ تمہارے شیوخ کے "فتاویٰ" نے کر دکھایا، اور اسی مؤقف پر اہلِ علم کا فتویٰ بھی نقل کر دیا، چنانچہ کہاں تمہارا "عملِ صحابہ" کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدِ مقابل بنا کر منفرد قرار دینا اور کہاں تمہارے مرشد کا فعلِ صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیمی فعل قرار دینا۔

ایک گستاخی اور اس کا محاسبہ:

پھر تمہارے ظلم کی انتہاء بھی کیا؟ کہ خود تم نے اپنے فتوی میں اپنے مسلک بنام

Marfat.com

''اہل الحدیث'' کی مدح سرائی اور حجیتِ صحابہ کے خلاف جو رونا رویا وہ عداوت وبغاوت سے کم نہیں!۔۔۔۔کہ:

''اہل الحدیث'' مذہب ہے:''اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء''اورحضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے:''ولقد عفا عنکم''،''ویکفر عنھم سیأتھم''۔

میں کہتا ہوں کہ:مذکورہ بالا عبارت کے پیشِ نظر تم نے اپنے مسلک کو''متبع قرآن وسنت''اورصحابہ کرام کو''عنداللہ معذوراورشرعاً مجبور''قرار دیا۔

خدا کی پناہ!۔۔۔۔۔اپنے بارے میں وہ خوش فہمی؟۔۔اور۔۔۔۔۔اللہ!، اللہ!۔۔۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ زہر؟۔۔۔۔یہ کہاں کی اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟اللہ پاک کسی دشمن کو بھی ایسا سرکش نہ بنائے!۔۔۔۔ خبردار!حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بدگمانی جان لیوا نہیں بلکہ''ایمان لیوا''ہے۔

کیا تم نے غور نہ کیا کہ:''ریس میں دوڑے اندھے گھوڑے''کی طرح تمہاری اس خباثت نے حضرات صحابہ کرام کو کون سے طبقے میں داخل وشامل کردیا،تعجب ہے کہ:ایک طرف تو تمہارے''مرشد''محض''منفرد صحابی''کے عمل کو بھی حدیث مرفوع کا درجہ دے بیٹھے اور دوسری جانب تم نے پوری جماعتِ صحابہ کو خطا کار قرار دے ڈالا۔

میں پوچھتا ہوں کہ:آسمانِ ہدایت کے ستارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم اجمعین اگر ایمان وتقویٰ میں کامل نہ تھے تو تمہیں ایمان وتقویٰ اور اعتماد واستناد کی ڈگری کس نے جاری کردی؟

Marfat.com

عقل سے کام لو! آثارِ صحابہ کی حجیت کے انکار میں تمہارا یہ تشدد رافضیوں سے کچھ کم نہیں۔

قسم اس ذات کی جس نے ہمیں ''اہلسنت و جماعت'' میں پیدا فرمایا! ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں اس عقیدہ کو ہی نجات کا سامان سمجھتے ہیں کہ قرآن کی زبان میں وہ ہمارے لئے ایمان وتقویٰ کا اعلیٰ ترین معیار ہیں، چنانچہ جس کا عمل عملِ صحابہ کے ترازو پر پورا نہیں اترتا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا امین وعامل ہی نہیں کیونکہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اللہ ہی کی پیروی ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پیروی قرار پائی ہے۔

لہٰذا خدا کا خوف کرو! اور اپنے پورے فتوے پر انصاف کے ساتھ غور کر کے ذرا نظرِ ثانی کرو! کہ حدیث دانی کی آڑ میں عقل وشعور کا سہارا کس جگہ لیا گیا ہے؟ یہ بھی جاننے کی کوشش نہ کی کہ: اس بارے جمہور علماء کا مسلک کیا ہے؟ بلکہ اپنے اکابر کی عباراتِ صریحہ کو بھی نظر انداز کر دیا، اور خواہ مخواہ مطابقت کو مخالفت اور رخصت کو عزیمت میں بدل کے رکھ دیا، یہ ہے صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین سے دوری کا وبال، امام شافعی کا مقولہ یاد آیا، کیا خوب فرمایا: ''الحديث مضلة الا للفقهاء ''فقہاء کے بغیر حدیث بھی گمراہ کر دیتی ہے اسے دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لو کہ: فقہاء کا دامن چھوڑ کر حدیث دان بننے کی کوشش کرنا فقط گمراہی ہے۔

پھر چونکہ تم نے تو اپنے سابقہ دعووں پر سوائے عمومیتِ اعفاء کے کوئی اور دلیل نہیں دی اور ہمارے پیش کردہ آثار کو بلا دلیل ہی رد کرنے کی کوشش میں وقت اور صفحے

Marfat.com

برباد کئے، لہٰذا ہم مزید مدلل انداز کے ساتھ آثارِ صحابہ پیش کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں تاکہ مزید وضاحت ہو جائے کہ: یہ ''منفرد'' صحابی کا عمل ہے یا متعدد صحابہ کا اور اس کے ساتھ ساتھ ہم ان شاء اللہ العزیز انہی آثار کی تائید میں تابعین کرام وعلماء امت کے اقوال وافعال بھی پیش کریں گے تاکہ حق الیقین حاصل ہو جائے۔

نیز باقی رہا حج وعمرہ کی قید کا مسئلہ تو وہ بھی ان شاء اللہ العزیز اپنے مقام پر خوب وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

(فصل)

خلفاءراشدین کی مبارک داڑھیاں

ہمارادعویٰ ہے کہ: حضرات خلفاءراشدین رضوان اللہ علیہم کی مبارک داڑھیاں بھی میانہ روی کا بہترین نمونہ تھیں اور حدِ اعتدال سے کم یا زیادہ نہ تھیں، لیکن ہوسکتا ہے کہ: تمہیں چندِ عباراتِ متداولہ سے یہ وہم ہوجائے کہ: خلفاء راشدین کی ریشہائے مبارکہ زیادہ طویل تھیں جیسا کہ:

(1)۔ "احیاء العلوم" اور "قوت القلوب" میں ہے کہ: "وفي وصف رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان كث اللحية وكذالك ابو بكر وكان عثمان طويل اللحية دقيقها وكان علي عريض اللحيةقد ملأت ما بين منكبيه" یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مبارک یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھنی داڑھی والے تھے اور اسی طرح سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ باریک لمبی داڑھی والے تھے اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ چوڑی داڑھی والے تھے جو آپ کے دونوں کندھوں کو بھر دیتی تھی)۔

(احیاء العلوم للغزالی جلد1 صفحہ160)

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2 صفحہ240)

Marfat.com

(2)۔ نیز شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ: ''لحیہ ء امیر المؤمنین علی پُر می کرد سینہ او را وہم چنیں عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین'' (امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی ان کے سینہ کو بھر دیتی تھی، اسی طرح حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی مبارک داڑھیاں تھیں)''۔

(مدارج النبوۃ لعبد الحق الدھلوی حصہ 1 صفحہ 14)

(3)۔ نیز ''طبقات ابن سعد'' جلد 2 صفحہ نمبر 16 وغیرہ میں مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے بارے میں ''طویل اللحیۃ'' کے الفاظ روایت کئے گئے ہیں۔

علیہ الرحمۃ

الجواب:

تو میں کہتا ہوں کہ: ان منقولات سے بلا شک وشبہ یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ: خلفاء راشدین کی ''لحیات مبارکات'' مشت سے کم نہ تھیں البتہ سابقہ عبارات سے یہ بالکل بھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ: ان بزرگ حضرات کی داڑھیاں حدِ اعتدال سے متجاوز اور بے حد لمبی تھیں، کیونکہ!

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک:

احیاء العلوم اور قوت القلوب کی سابقہ عبارات میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال ہونے والے لفظ ''کذالك'' کا عطف ''کث اللحیۃ'' پر ہی ہے اور کوئی مائی کا لعل ثابت تو کرے کہ: ''کث اللحیۃ'' سے حدِ اعتدال سے متجاوز بے جا طوالت آخر مراد کیسے ہوسکتی ہے؟ حالانکہ ہم سابق میں اُسی لفظ ''کث اللحیۃ'' کی نفیس بحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ: ''کث اللحیۃ'' بھی حدِ اعتدال

Marfat.com

سے متجاوز کے معنیٰ میں مراد نہیں لیا جاسکتا۔

اس کے ساتھ ساتھ تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 350 میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے ''خفیف العارضین'' کے الفاظ بھی روایت کئے گئے ہیں جن کا معنیٰ اہلِ لغت کے نزدیک ''ایک مشت تک ہلکی داڑھی والا'' بھی کیا جاتا ہے۔

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک:

گزشتہ عبارات سے بھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ جناب سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک بھی حدِ اعتدال سے متجاوز تھی کیونکہ مدارج کی پیش کردہ عبارت میں ''ہم چنیں'' کا لفظ بھی ماقبل سے متعلق ہے اور وہاں بھی داڑھی کے سینہ سے متجاوز ہونے کا کوئی ذکر نہیں اس کے علاوہ ہم آئندہ بحث میں مستند کتب کے حوالے سے جمہور علماء کی تائید یافتہ روایت کے سہارے یہ ثابت کردیں گے کہ: سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود بھی اخذِ لحیہ کے قائل تھے اور سختی سے اس پر عمل کرتے کرواتے تھے۔

سیّدنا عثمان ذوالنورین اور سیّدنا مولیٰ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما کی مبارک داڑھیاں:

اسی طرح سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور مولیٰ علی المرتضٰی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو ''طویل اللحیۃ'' کے لفظ گزرے ہیں ان سے بھی یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ: آپ رضی اللہ عنہما کی داڑھیاں حدِ اعتدال سے متجاوز تھیں، ورنہ سیر کی روایاتِ مشہورہ متداولہ میں ان حضرات کی داڑھیوں کا ''سینہ تک'' ہونا

Marfat.com

ثابت ہے اور شیخِ محقق کا فرمان بھی اسی صراحت کا مؤید ہے جو مدارج النبوۃ کے حوالے سے گزر چکا۔

چنانچہ اگر ان حضرات کی داڑھیاں واقعی حدِ اعتدال سے متجاوز اور طویل تھیں تو ان کے لئے روایاتِ مستندہ میں ''سینہ تک'' کی قید لگانے کا مطلب کیا ہوتا؟ پھر تو راویوں کی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ یہ امر بھی واضح کر دیتے کہ: ان بزرگوں کی داڑھیاں سینہ سے بھی متجاوز تھیں، حالانکہ ایسا کچھ بھی کسی سے بھی ثابت نہیں، اگر ہے تو پھر دیر کس بات کی؟ ''فأتوا برھانکم ان کنتم صادقین''، نیز اگر خلفاء راشدین میں سے کسی سے بھی ایسا کچھ مروی ہوتا تو پھر داڑھیوں کو بے حد طویل کرنا خلفاء راشدین کی سنت کہلاتا اور اگر واقعی ایسا ہوتا تو یہ کوئی ایسی بات نہ رہتی جو بہت شاذ لوگوں کو معلوم ہو حالانکہ اس پر بھی اہلِ علم میں سے کسی نے ایک لفظ تک نہیں کہا کہ ''خلفاء راشدین کی داڑھیاں بے حد لمبی تھیں'' نیز جب خود جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وتابعین کے آثار اور جمہور علماء کی آراء ''ندائے نادی'' کی طرح پکار پکار کر داڑھی کے حدِ اعتدال تک ہونے کی ''اذانِ حق'' دے رہے ہیں تو بھلا ''طویل اللحیۃ'' کے روایت کردہ الفاظ سے بھلا ''سینے سے متجاوز'' کا معنیٰ خواہ مخواہ کیونکر مان لیا جائے بالخصوص جس پر کسی کی بھی تصریح موجود نہ ہو؟ لہٰذا اب لفظ ''طویل اللحیۃ'' کو کفار کے طریقے ''قص اللحیۃ'' کے خلاف پر ہی محمول کیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ: ''خلفاء راشدین کی داڑھیاں محض حدِ اعتدال تک ہی طویل تھیں''۔

اسی پر الشیخ ابو طالب المکی اور امام غزالی تحریر کرتے ہیں کہ: ''قد ذکر فی

Marfat.com

بعض الاخبار : "ان لله تعالٰی ملائکة یقسمون والذی زین بنی آدم باللحی" ویقال : ان اللحیة من تمام خلق الرجل وبها تمیز الرجال من النساء فی ظاهر الخلق ، فی وصف رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان کث اللحیة ، وکذالك کان ابوبکر وکان عثمان طویل اللحیة دقیقها وکان علی رضی الله تعالٰی عنه عریض اللحیة قد ملأت مابین منکبیه"۔

(قوت القلوب لابی طالب المکی جلد2صفحه240)

(احیاء العلوم للغزالی جلد1صفحه160)

یعنی (بعض احادیث میں آیا ہے کہ: اللہ کے کچھ فرشتے یوں قسم اٹھاتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس نے اولادِ آدم کو داڑھیوں سے سجایا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: داڑھی مردانگی کا کمال ہے اور ظاہری صورت میں اسی سے مردوں اور عورتوں کا فرق نمایاں ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک گھنی تھی، اور اسی طرح سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھی تھی اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک لمبی لیکن ایک مشت تک دقیق (چھوٹی) تھی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک چوڑی تھی جوسینہ کو بھر دیتی تھی)۔

غور کرو! الشیخ ابو طالب المکی، امام غزالی اور شیخِ محقق دہلوی کا "سینہ بھر دینے" کی قید لگانے سے مراد کے بارے میں بھی الحمد للہ ہم سابق میں دلائل کے ذریعے اچھی طرح کلام کر چکے ہیں کہ: سینہ سے مراد "نحر" یعنی سینہ کا بالائی حصہ ہی مراد لیا جائے گا جو فقط ایک مشت سے ہی بھر جاتا ہے اور اسی پر جمہور اہلِ علم وائمہ لغت کا

Marfat.com

فتویٰ ہے، اسی طرح لفظ ''دقیق'' کا اطلاق جب داڑھی کے معاملے میں کیا جائے تو اس سے ایک مشت تک ہلکی داڑھی ہی مراد لی جائے گی جیسا کہ سابق میں تسلی بخش بحث کی جا چکی ہے لہٰذا صاحبانِ عقل وشعور کے لئے یہی جواب کافی وشافی ہے ''بحمدہ تعالیٰ''۔

Marfat.com

(فصل)

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

اور اخذِ لحیہ

(1)۔امام بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں کہ:"روی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه: انه رأی رجلا قد ترك لحیته حتی کبرت فاخذ یجذبها ثم قال: ائتونی بحلمتین ثم امر رجلا فجز ما تحت یده ثم قال: اذهب فاصلح شعرك"۔

(عمدۃ القاری للعینی جلد22صفحہ72)

یعنی (حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ: بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنی داڑھی کو اتنا بڑھا رکھا تھا کہ: وہ بڑی ہو چکی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی کو پکڑا اور فرمایا کہ: مجھے کوئی اوزار دو پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا جس نے آپ کی مشت سے زائد بال اس کی داڑھی سے کاٹ دیئے پھر آپ ری اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ چلے جاؤ اور آئندہ اپنے بالوں کو نکھار سنوار کر رکھنا)۔

(2)۔چنانچہ الشیخ علامہ سراج الدین ابن ملقن بھی اس روایت کو نقل کرتے ہیں کہ:"وروی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه: انه رأی رجلا قد ترك

Marfat.com

لحيته حتی کثرت فاتخذ یجذبھا ثم قال: ائتونی بحلمتین! ثم امر رجلا فجز ما تحت یدہ ،ثم قال: اذھب فاصلح شعرك"۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن ملقن جلد28صفحہ116)

یعنی (حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ: بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنی داڑھی کو اتنا بڑھا رکھا تھا کہ: وہ بڑی ہو چکی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی کو پکڑا اور فرمایا کہ: مجھے کوئی اوزار دو پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا جس نے آپ کی مشت سے زائد بال اس کی داڑھی سے کاٹ دیئے پھر آپ ری اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ چلے جاؤ اور آئندہ اپنے بالوں کو نکھار سنوار کر رکھنا)۔

(3)۔اسی روایت کو علامہ ابن حجر عیسقلانی نے امام طبری کے حوالے سے برقرار رکھتے ہوئے نقل کیا کہ:"فقد قال الطبری: ذھب قوم الی ظاھر الحدیث فکرھوا تناول شیء من اللحیة من طولھا ومن عرضھا و قا ل قوم: اذا زاد علی قدر القبضة یؤخذ الزائد ثم ساق بسندہ الی ابن عمر انه فعل ذالك والی عمر انه فعل ذالك برجل ومن طریق ابی ھریرة انه فعله"۔

(فتح الباری شرح بخاری للعسقلانی جلد10صفحہ395)

یعنی (چنانچہ امام طبری کہتے ہیں کہ: کچھ لوگ حدیث کے ظاہر کی طرف گئے ہیں چنانچہ وہ داڑھی کے طول وعرض سے لینا مناسب نہیں سمجھتے حالانکہ ایک گروہ کا قول ہے کہ: جب اس کے بال ایک مشت سے زیادہ ہو جائیں تو انہیں تراش لیا جائے پھر

Marfat.com

امام طبری نے اپنی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ثابت کیا کہ انہوں نے خود اپنی داڑھی کو تراشا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت کیا کہ: آپ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک شخص کے ساتھ ایسا کیا تھا، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے بھی ثابت کیا کہ بلاشبہ انہوں نے بھی ایسا کیا تھا)۔

(4)۔ نیز اس روایت کو الشیخ شارح الحدیث امام قسطلانی نے بھی برقرار رکھتے ہوئے فرمایا کہ: ''یجوز کسرها ای زاد علی القبضة اخذه بالمقص او نحوه وروی مثل ذالك عن ابی هریرة وفعله عمر رضی اللہ عنه برجل'' یعنی (داڑھی کو کاٹنا جب وہ مشت سے زائد ہو جائے تو اسے قینچی وغیرہ کے ساتھ تراشنا جائز ہے کیونکہ ایسا ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ایسا ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے ساتھ کیا تھا)۔

(ارشاد الساری شرح بخاری للقسطلانی جلد 8 صفحہ 464)

میں کہتا ہوں کہ: چونکہ یہ روایت شرع شریف کے کسی طور بھی مخالف نہیں اسی لئے اس واقعے کو مستند و ماہر علماء حدیث نے نقل کر کے اسے ثبات وقرار بخشا، بس یہی امر اس روایت کی مقبولیت کے لئے کافی وشافی ہے، فللہ الحمد۔

Marfat.com
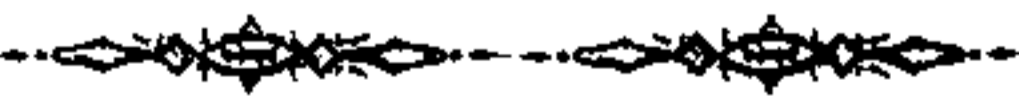
(فصل)

مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

اور اخذِ لحیہ

''عن سماك بن يزيد قال :كان على رضى الله عنه يأخذ من لحيته'' سماک بن یزید فرماتے ہیں کہ: سیّدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو تراشا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6صفحہ نمبر108)

ہم نے مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت کو پیش کیا تو تم نے اپنے فتوی میں تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس روایت پر یہ الزام لگا دیا کہ:

''یہ بہت بڑا جھوٹ ہے''

یہ الفاظ لکھتے وقت خدا کا خوف کیوں نہیں آیا؟ حیرت ہے کہ بغیر سوچے سمجھے فقط تعصب کی وجہ سے ''جھوٹ'' بلکہ ''بہت بڑا جھوٹ'' کا لیبل لگا ڈالا، ذرا اس روایت کی پوری سند بھی ملاحظہ ہو چنانچہ علامہ ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں کہ ''عبد الرحمٰن بن مهدى ، عن زمعة ، عن ابن طاؤس، عن سماك بن يزيد'' اب بتاؤ اس پوری سند میں کونسا راوی متہم بالکذب ہے؟

حالانکہ یہ تمام راوی مقبول ہیں جن میں سے ''عبد الرحمٰن بن مهدى''

Marfat.com

جس کا پورا نام ''ابو سعید عبد الرحمٰن بن مهدی بن حسان بن عبد الرحمن الازدی البصری اللؤلؤی'' ہے اسے سیر اعلام النبلاء جلد 7 صفحہ 579 میں: ''سید الحفاظ ، الناقد، الامام ، الحجة، قدوة فی العلم والعمل'' کہا گیا ہے۔

دوسرا راوی ''زمعة'' جس کا پورا نام ''زمعة بن صالح الجندی المکی الیمانی'' ہے اسے تہذیب التہذیب جلد 2 صفحہ 489، میزان الاعتدال جلد 3، الکامل فی الضعفاء لابن عدی جلد 4 صفحہ 197 میں اگرچہ ضعف کا نشانہ بنایا گیا ہے اس کے باوجود اسے ''صویلح الحدیث، اصلح حدیثا من صالح، جائز الحدیث مع الضعف، لابأس به، رجل صالح'' بھی کہا گیا ہے، البتہ کسی ایک نے بھی اسے ''جھوٹا'' یا ''وضاع'' نہیں کہا۔ بلکہ ابن عدی کہتے ہیں کہ: ''ان حدیثه صالح لابأس به'' اس کی روایات اچھی ہیں ان میں کوئی حرج نہیں۔

تیسرا راوی ''ابن طاؤس'' جس کا پورا نام ''ابو محمد عبد الله بن طاؤس الیمانی'' ہے، اسے سیر اعلام النبلاء جلد 6 صفحہ 258 میں ''الامام ، المحدث ،الثقة'' کہا گیا ہے۔

نیز اس روایت کا چوتھا اور آخری راوی ''سماك بن یزید'' جس کا پورا نام اکثر ائمہ فن کے مطابق ''ابو زمیل سماك بن ولید الیمامی الحنفی الکوفی'' ہے، لیکن دارقطنی کے مطابق اس کا نام ''سماك بن زید'' ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب جلد 3 صفحہ 69 رقم 3081 میں ہے، اور علامہ جمال الدین المزی ''تہذیب الکمال'' جلد 4 صفحہ 438 رقم 2585 میں ''سماک بن ولید یمامی'' کے

Marfat.com

بارے میں لکھتے ہیں کہ:"وقال الدارقطنی : وقیل: سماك بن یزید ،قال ذاك احمد بن حنبل عن عبد الوهاب بن همام "یعنی دار قطنی کہتے ہیں کہ: بعض نے کہا ہے کہ اس کا نام "سماك بن یزید" ہے اور ایسا امام احمد بن حنبل نے عبدالوہاب بن ہمام سے روایت کیا ہے۔

پھر انہیں تہذیب التہذیب اور تہذیب الکمال میں "ثقة ، لابأس به ، صدوق" کہا گیا ہے، "سماك اليمامی" کو میزان الاعتدال جلد 3 صفحہ 327 رقم 3554 میں "صاحب ابن عباس" بھی کہا گیا ہے، ابن حبان نے انہیں "کتاب الثقات" میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ فنِ رجال کی معتبر کتب کے مطابق "سماك اليمامی" حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسی شخصیات کی بارگاہ سے فیض یافتہ ہے، اور تہذیب التہذیب "سکن الکوفة" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ ان کی ملاقات حضرت مولیٰ علی المرتضٰی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے۔ اس توضیح کا ماحصل یہ ہے کہ یہ راوی بھی ثقہ ہے۔

مولوی صاحب! جب اس روایت کی پوری سند میں کوئی ایک راوی بھی "متهم بالکذب" نہیں، تو پھر جھوٹ کیسا؟ تو کیا یہ بھی ہمیں ہی بتانا پڑے گا کہ حکمِ کذب ووضع لگانے کے لئے سب سے پہلے کسی راوی کا وضاع وکذاب ہونا اس سند میں ثابت ہونا چاہیے، لیکن بجائے رواۃ پر جرح کے صرف "ملأت صدره" کی خود ساختہ مراد کو بہانہ بنا کے اخذِ لحیہ جیسے مشہور معروف عمل کو "بہت بڑا جھوٹ" کہہ دینا ظلم وزیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ حالانکہ متنِ روایت میں بھی وضع کی کوئی علامت

Marfat.com

نہیں۔

یہ ''جھوٹ'' لکھنے سے پہلے تمہیں ان دو باتوں پر ہی غور کر لینا چاہیے تھا کہ!

(1): ''اخذ و اعفاء میں کوئی منافات بھی نہیں''۔

(2): ''بغیر کاٹے پوری زندگی سینے سے متجاوز نہ ہونا بھی غیر ممکن ہے''۔

اگر تم اس روایت کو ضعیف بھی کہہ لیتے تو بھی اس کی مقبولیت کے سوا کوئی چھٹکارہ نہ تھا کیونکہ جمہور علماء کا یہ طریقہ ہے کہ: وہ موافقِ شرع مضمون والی روایات کو باوجود ضعف کے قبول فرمالیا کرتے ہیں، متعدد میں سے یہاں صرف ایک مثال پیشِ خدمت ہے چنانچہ ''الشیخ علامہ سراج الدین ابن ملقن نے بخاری شریف کی اپنی شرح ''التوضیح لشرح الجامع الصحیح'' جلد 28 صفحہ 117 میں امام باقر رضی اللہ عنہ کا داڑھی تراشنے والا عمل ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے باوجود ضعف بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: ''وهذا الحديث ان كان في اسناده نظر فهو جميل من الامر وحسن من الفعل'' یعنی (اگر چہ اس حدیث کی سند میں کچھ خامی ہے لیکن یہ (داڑھی کے زوائد تراشنا) جمالِ امر اور حسنِ فعل کی علامت ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حسن الظن من حسن العبادة'' (حسنِ ظن بہترین عبادت ہے) چنانچہ آنکھیں پھاڑ کے دیکھ لو! ایک طرف تو حدیث کے ایک ماہر امام باوجود ضعف کے اس حدیث کو موافقِ شرع ہونے کی وجہ سے حسنِ ظن اور وسیع ظرفی کی بناء پر قبول فرما رہے ہیں بلکہ داد و تحسین بھی دے رہے ہیں اور دوسری جانب تمہاری تنگی نظری اور تنگ علمی یہ ہے کہ: قابلِ

Marfat.com

استدلال ولائقِ عمل روایات کے فیض سے محروم ہوکر حدیثِ مستدل ومتداول کو بغیر کسی وجہ کے ''بہت بڑا جھوٹ'' قرار دے دیا، افسوس، صد افسوس! بہرحال اہلِ حق کے لئے حق واضح ہو چکا کہ: سیّدنا مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے بھی داڑھی تراشنا ثابت ہے۔

Marfat.com
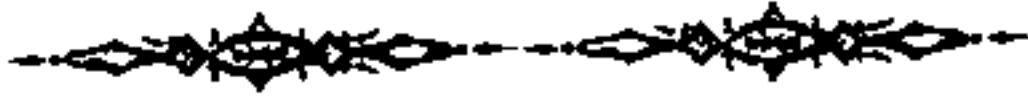
(فصل)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

اور اخذِ لحیہ

"عن ابی زرعة قال : کان ابو هریرة یقبض علی لحیته ثم یأخذ ما فضل عن القبضة" یعنی (ابوزرعہ سے روایت ہے کہ: جناب سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور زائد بالوں کو تراش لیا کرتے تھے)

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد6صفحہ108، 109رقم2، 9)

(شعب الایمان للبیہقی جلد5صفحہ220رقم6432)

(فتح الباری لابن حجر عسقلانی جلد10صفحہ395)

(عمدة القاری لبدر الدین العینی جلد22صفحہ72)

(ارشاد الساری للقسطلانی جلد8 صفحہ464)

(منحة الباری شرح بخاری للنووی جلد9صفحہ121)

چنانچہ اس حدیث کی سند و متن میں بھی کوئی ایسا عیب نہیں تھا جس کی وجہ سے اس کو رد کر دیا جاتا نیز اس حدیث کو مستند ائمہ مثلاً! امام ابن جریر طبری، امام بیہقی، امام ابن حجر عسقلانی، امام قسطلانی، امام بدر الدین عینی، امام نووی، امام ابن ابی شیبہ اور امام ملا علی قاری وغیرہم نے بلا تنقید قبول کر کے استدلال قائم کیا ہے، لیکن تم نے اس روایت کا بھی کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسے ایامِ حج پر محمول کرتے ہوئے رد کر دیا

Marfat.com

حالانکہ ہماری پیش کردہ اس روایت میں حج کا ذکر بھی نہیں، نیز ایامِ حج کے ساتھ داڑھی تراشنے کا کوئی تعلق ہے یا نہیں؟ اس پر تسلی بخش کافی وشافی ومدلل بحث آگے آئے گی۔

------ان شاء اللہ العزیز------

Marfat.com
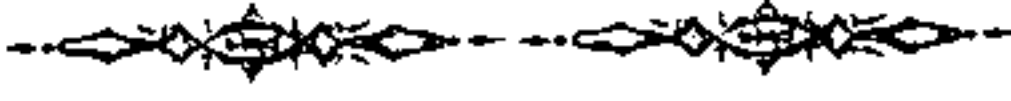
(فصل)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اخذِ لحیہ

''واخرج سعید بن منصور وعبد بن حمید و ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ، انہ قال فی التفث: حلق الرأس والاخذ من العارضین۔۔۔'' یعنی (سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہما نے ''التفث'' کے بارے میں فرمایا: وہ سر منڈانے اور داڑھی کی دونوں طرفیں تراشنے۔۔۔کو کہتے ہیں)۔

(تفسیر ابن جریر الطبری جلد8صفحہ184رقم25122)

(تفسیر در منثور للسیوطی جلد6صفحہ38سورہ حج)

میں کہتا ہوں کہ: یہ روایت اگرچہ حج سے فراغت کے سلسلے میں نقل کی گئی ہے، لیکن جس طرح سر کے بال کاٹنا یا منڈانا، زیرِ ناف بال صاف کرنا، مونچھیں پست کرنا، بغلوں کے بال صاف کرنا اور ناخن تراشنا وغیرہ حج کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی جائز و مشروع ہیں صرف حج کے ساتھ ہی خاص نہیں، اسی طرح داڑھی کے زوائد تراشنا جس طرح حج سے فراغت پر جائز ہے اسی طرح دوسرے دنوں میں بھی جائز

Marfat.com

ومشروع ہے، مزید مدلل بیان آگے آئے گا کہ: داڑھی کا مناسکِ حج سے کوئی تعلق نہیں البتہ ان کا ذکر مناسکِ حج کے ساتھ صرف اسلئے کیا جاتا ہے تاکہ دوسرے بڑھے ہوئے بالوں کے ساتھ انہیں بھی تراش کر طوالت کی قباحت وکراہت سے بچا جائے۔

(کماسنذکر)

نیز سابق میں ہم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک مرفوع روایت بھی پیش کر چکے ہیں کہ: آدمی کی خوش بختی اس کی داڑھی کے ایک مشت تک ہلکا ہونے میں ہی ہے، جس کا مدلل بیان سابق میں گزر چکا۔

Marfat.com

(فصل)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ اور اخذِ لحیہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دو راویوں سے مروی ہے!

(1)۔ ''عن قتادة قال :قال جابر : لا نأخذ من طولها الا فی حج او عمرة ''یعنی (حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ :حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم داڑھیوں کی لمبائی کو حج یا عمرہ سے فراغت پر تراش لیا کرتے تھے)۔

(مصنف ابن ابی شیبه جلد6صفحه109رقم8)

(2)۔ ''عن ابی الزبیر ،قال جابر : کنا نعفی السبال الا فی حج او عمرة ''یعنی (حضرت ابو الزبیر فرماتے ہیں کہ :حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم داڑھیوں کی لمبائی کو چھوڑ دیا کرتے تھے مگر حج یا عمرہ سے (فراغت پر تراش لیا کرتے تھے))۔

(سنن ابی داؤد صفحه829رقم4201)

(فتح الباری شرح صحیح بخاری للعسقلانی جلد10صفحه395)

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ: ''السبال'' سے مراد داڑھی کے زائد بال ہیں جیسا کہ گزر چکا، نیز تخصیصِ حج و عمرہ والے امر پر تسلی بخش کلام ان شاء اللہ العزیز آگے ہوگا، بہر حال الحمد للہ یہاں سے بھی حکمِ اعفاء کی عمومیت میں تخصیص البعض ثابت ہوگئی جیسا کہ ہمارا موقف تھا۔

Marfat.com

(فصل)

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

اور اخذِ لحیہ

"كان ابن عمر رضی الله عنهما اذا حج او اعتمر قبض علی لحيته فما فضل اخذه" یعنی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد بالوں کو کاٹ لیتے)۔

(صحیح بخاری صفحہ نمبر 1036)

الحمدللہ ہم نے صحیح بخاری سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی بطور دلیل پیش کیا کہ: آپ رضی اللہ عنہما بھی داڑھی تراشا کرتے تھے بیشتر روایتوں میں حج اور عمرہ کا ذکر ہے جس کی وجہ سے بالخصوص تمہارے فہم وشعور میں یہ وہم پیدا ہو گیا کہ: شاید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فقط حج یا عمرہ سے فراغت پر ہی داڑھی تراشنے کے جواز کے قائل ہوں عام حالات میں نہیں!

تو میں کہتا ہوں کہ: یہ قطعاً وہم ہے اور روایات پر عدمِ توجہی کی علامت ہے، چنانچہ ہم اس وہم کو رفع کرنے کے لئے اور حقیقتِ حال کی جانب توجہ مبذول کرانے کے لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے داڑھی تراشنے والی روایات کا تجزیہ کرتے ہیں چنانچہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی داڑھی تراشنے کو روایت

Marfat.com

کرنے والے چند حضرات ہیں مثلاً!

(1)۔ ''نافع''

(2)۔ ''مروان بن سالم المقفع''

(3)۔ ''الہیثم'' (4)

اور ان کے علاوہ اسی سلسلے کے ایک اور راوی ''عبد الکریم الجزری'' بھی ہیں اور یہ اُسی حجام سے روایت کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بالوں کو تراشا کرتا تھا۔

(5)۔ اسی طرح کا مضمون غالباً ''مجاہد'' سے بھی روایت ہے۔

بہر حال ''نافع'' کی روایتوں میں خود دو طرح کا مضمون ہے بعض میں حج وعمرہ کا ذکر ہے اور بعض میں نہیں، لیکن میری معلومات کے مطابق بقیہ چاروں راویوں کی روایت میں صرف ایک ہی طرح کا مضمون ہے جس میں حج یا عمرہ کا ذکر نہیں ہے، یعنی اب ہمارے پاس دو طرح کی روایتیں ہیں پہلی وہ جن میں حج، عمرہ کا ذکر ہے اور دوسری وہ جن میں حج، عمرہ کا ذکر بالکل نہیں۔ چنانچہ!

(1)۔ حج وعمرہ کے ذکر والی روایتیں!

''عن نافع قال: کان ابن عمر رضی اللہ عنهما اذا حج او اعتمر قبض علی لحیته فما فضل اخذه'' یعنی (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد بالوں کو کاٹ لیتے)۔

(صحیح بخاری صفحہ نمبر 1036)

(المؤطا للامام مالک بن انس صفحہ 421 "التقصیر")

Marfat.com

(الموطا للامام محمد بن حسن الشيبانی صفحہ220)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد2صفحہ409،411)

(شعب الایمان للبیہقی جلد5صفحہ220رقم6435،6437)

(شعب الایمان للبیہقی جلد5صفحہ223رقم6450)

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد5صفحہ259رقم9403)

(2)۔حج وعمرہ کے عدمِ ذکر والی روایتیں!

(i)۔"عن نافع قال: كان ابن عمر يقبض هكذا ويأخذ ما فضل عن القبضة ويضع يده عند الذقن" یعنی (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس طرح اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مٹھی سے زائد بال ہوتے ان کو تراش لیا کرتے اور اپنا ہاتھ ٹھوڑی کے بالکل ساتھ رکھا کرتے تھے)۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد2صفحہ409،411)

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد6صفحہ109رقم7)

(جامع المسانید للخوارزمی جلد2صفحہ441،466رقم1690،1724)

(کتاب الآثار لابی یوسف جلد2صفحہ699رقم990،992،995)

(کتاب الآثار للامام محمد صفحہ192باب الرقیہ من العین)

(ii)۔"عن الهيثم عن ابن عمر رضي الله عنهما: انه كان يقبض على لحيته ثم يقص ما تحت القبضة" یعنی (ہیثم سے روایت ہے کہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو پکڑ کر مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ لیتے تھے)۔

(جامع المسانید للخوارزمی جلد2صفحہ445رقم1697)

(کتاب الآثار لمحمد بن حسن الشیبانی صفحہ194)

(کتاب الآثار لابی یوسف جلد2صفحہ699رقم991)

(iii)۔"عن مروان المقفع قال: رأيت ابن عمر يقبض على لحيته

Marfat.com

فيقطع ما زاد على الكف "یعنی (مروان المقفع کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی داڑھی کو پکڑا اور ہتھیلی سے زائد بالوں کو کاٹ دیا)۔

(سنن ابی داؤد صفحہ 479 رقم 2357)

(شعب الایمان للبیہقی جلد 5 صفحہ 220 رقم 6436)

(عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی للمالکی جلد 10 صفحہ 162)

(iv)۔ "عن عبد الكريم الجزري قال اخبرني الحجام الذي كان يأخذ من لحية ابن عمر ما فضل عن القبضة "یعنی (عبد الکریم الجزری کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حجام نے خبر دی کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی داڑھی کے مٹھی سے بڑھے ہوئے بالوں کو تراش دیا کرتا تھا)۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 409)

توجیہ:

ان دونوں طرح کی روایتوں سے کئی احتمالات جنم لیتے ہیں!

(i)۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ: یہ دونوں قسم کی روایتیں دراصل مختلف نہ ہوں بلکہ ایک ہی موقع کی تفصیل ہوں، اور واقعی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا داڑھی تراشنے کا فعل حج وعمرہ سے ہی مروی ہو لیکن بعض میں موقع کا ذکر کر کے تفصیلاً روایت کر دیا گیا ہو اور بعض کو مجمل چھوڑ دیا گیا ہو۔

(ii)۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ: یہ مختلف مواقع کی الگ الگ روایتوں کی کڑیاں ہوں یعنی جن روایتوں میں حج وعمرہ کا ذکر ہے اُن کا تعلق تو یقیناً اسی موقع پر داڑھی تراشنے سے ہو لیکن جن میں حج وعمرہ کا بیان نہیں تو وہ عام حالات سے متعلق ہوں۔

Marfat.com

بہر حال ہمیں ان دونوں صورتوں سے کوئی تکلیف نہیں بلکہ اگر یہ مان لو کہ: یہ الگ الگ موقع کی روایتیں ہیں تو بات ہی ختم ہوگئی اور مزید بحث میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں، اور اگر یہ مانو کہ: دراصل یہ دونوں ایک ہی موقع یعنی حج وعمرہ کی روایتیں ہیں جنہیں اجمال وتفصیل کے طریقے پر روایت کر دیا گیا ہے تو بھی پریشانی کی بات نہیں بلکہ اصل پریشانی تو تب شروع ہوتی ہے جب اس سے استدلال کر کے یوں ہی سمجھ لیا جائے کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی صرف حج یا عمرہ کے موقع پر ہی داڑھی تراشنے کے قائل تھے۔

پھر اگر تم یہ اعتراض کرو کہ: ان مذکورہ بالا دونوں احتمالوں میں سے پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ اس کی تائید ان روایتوں سے بھی ہوتی ہے جن میں حرفِ استثناء کے ساتھ حج یا عمرہ سے ہی داڑھی تراشنے کو مقید کر دیا گیا جیسا کہ: الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 409، 411 میں ہے کہ: ''عن نافع: کان ابن عمر یعفی لحیته الا فی حج او عمرة'' یعنی (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج یا عمرہ کے سوا داڑھی کو بڑھائے رکھتے تھے) نیز شعب الایمان للبیہقی جلد 5 صفحہ 220 رقم 6437 اور صفحہ 223 رقم 6450 میں ہے کہ: ''عن نافع: عن ابن عمر انه لم یکن یأخذ من لحیته الا لحل'' یعنی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج یا عمرہ کے سوا داڑھی کو نہیں کاٹا کرتے تھے) ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ: حج وعمرہ کے علاوہ داڑھی کو تراشنا جائز نہیں۔؟

الجواب:

سبحان اللہ! میں کہتا ہوں کہ: یہ استدلال دراصل واقفیتِ حقیقت سے عدمِ

Marfat.com

تو جہی کا وبال ہے، کیونکہ اگر اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ: ''آپ رضی اللہ عنہما صرف حج اور عمرہ کے موقع پر ہی داڑھی تراشنے کے قائل تھے'' تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ: شاید حج وعمرہ سے فراغت کے بعد سر کے بالوں کے ساتھ ساتھ داڑھی کا تراشنا بھی مشروع ہے اور یہ بات نہ تو ہم مانتے ہیں اور نہ ہی تمہیں ہضم ہوگی، کیونکہ اس پر نہ تو کتاب وسنت سے کوئی تصریح وارد اور نہ ہی اجماع صحابہ سے کوئی دلیل موجود اور نہ ہی اس کے مشروع ہونے پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی ایسا کچھ ثابت!

حالانکہ حدیث مشہور ''اعفوا اللحی '' کے راویوں میں خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں اور تم اپنے فتویٰ میں ''تعمیمِ اعفاء'' پر زور دے چکے ہو تو پھر حج یا عمرہ کی خصوصیت کہاں سے ثابت ہوگئی؟ حالانکہ حج وعمرہ سے فراغت پر داڑھی تراشنے کی مشروعیت اس روایت سے ثابت کرنا خواہ مخواہ کی زور زبردستی ہے، اور تو اور یہ تو تمہیں بھی قطعاً مفید نہیں کیونکہ تم اپنے فتویٰ میں یہ بھی کئی بار الاپ چکے ہو کہ: ''منفرد صحابی کا عمل حجت نہیں''، لہٰذا مذکورہ روایت کا تمہارا بیان کردہ یہ ''حج وعمرہ کی قید والا'' مفہوم تو مراد ہو ہی نہیں سکتا۔

تو چلو آؤ! ہم تمہیں اب وہ روایت پیش کرتے ہیں جسے امام بخاری بھی ''اصح الاسانید'' قرار دے چکے ہیں اس روایت سے ''حج وعمرہ'' کے قید واستثناء کی پریشانی ہی ختم ہو جائے گی اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما پورے سال میں کتنا عرصہ داڑھی کو تراشا نہیں کرتے تھے؟

چنانچہ: الموطا امام مالک میں ہے کہ: ''مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا افطر من رمضان وهو يريد الحج لم يأخذ من رأسه

Marfat.com

ولا من لحيته شيأ حتى يحج''یعنی (امام مالک، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ: بلاشبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رمضان شریف گزار کر حج کا ارادہ کرتے تو جب تک حج نہیں کر لیتے تھے سر اور داڑھی کے بال بالکل نہیں تراشتے تھے)۔

(الموطا للامام مالک صفحہ 421،420)

کیا اب بھی سمجھ نہیں آئی؟ تو اچھی طرح سن لو کہ داڑھی نہ تراشنے کا عرصہ صرف احرام کی وجہ سے ہی ''شوال، ذی قعدہ اور عشرہ ذی الحجہ'' ہوا کرتا تھا کیونکہ بعید مکانی کے عموماً حاجی حضرات انہی دنوں حج کا احرام باندھ لیا کرتے تھے، لہٰذا اسی روایت کی بدولت جنابِ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بقیہ سارا سال داڑھی کو تراشنا بھی ثابت ہو جاتا ہے، بہرحال ''شوال، ذی قعدہ اور پہلا عشرہ ذی الحجہ'' تک جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تراش خراش سے رُکے رہنا احرام ہی کی وجہ سے شرعی ممانعت کو محیط ہے اس کے علاوہ نہیں، لہٰذا ممانعت والی روایات کو حالتِ احرام اور رخصت والی روایات کو عام حالت پر ہی محمول کیا جائے گا اور یہی بہترین تطبیق اور حفظِ روایات کی ضامن ہے۔

اس سے تو یہ بھی ثابت ہو گیا جو محرم نہیں اس کے لئے ان دنوں بھی ایک مشت سے بڑھی ہوئی داڑھی تراشنے کی اجازت ہے۔

اخذِلحیہ اور تخصیص حج وعمرہ کا مزید مدلل جواب:

چونکہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایات بھی سابق میں گزر چکیں جن میں حج وعمرہ کی قید تھی جس سے بھی تمہیں وہم ہو سکتا ہے کہ داڑھی کا تراشنا حج یا عمرہ میں خاص ہوگا حالانکہ جو جواب ہم حضرت

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کا دے چکے ہیں وہ اپنی صراحت میں بالکل "لاریب" تھا لیکن اگر مذکورہ بالا صراحت سر کے اوپر سے گزر گئی ہو تو ذرا فرصت پا کر اس پر بھی غور کرلو! کہ (اولاً) تو ان صحابہ کرام کے آثار سے حکمِ اعفاء کی عمومیت میں تخصیص من البعض تو ثابت ہوگئی، اور (ثانیاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم یا فعل حج وعمرہ کے ساتھ داڑھی کی تخصیص پر ثابت نہیں، اور یہ تمہارے اصولوں کے سراسر خلاف ہے کیونکہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے تو تم ٹھہرے "آثارِ صحابہ حجت نیست" کے داعی جیسا کہ تمہاری کتب میں بھی جابجا اس اصول کا پرچار کیا گیا ہے، لہٰذا آثارِ صحابہ کے سہارے حج یا عمرہ کی تخصیص ثابت کرنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں۔

اور (ثالثاً) شاید تمہیں معلوم نہیں لیکن حج وعمرہ سے فراغت پر بال تراشنے کے متعلق اصل مشروعیت تو وہ بھی سر کے بالوں کی تقصیر وتحلیق میں ہی ہے، اور مذکورہ بالا حضرات صحابہ کا حج وعمرہ سے فراغت پر داڑھی تراشنا کسی کے نزدیک بلکہ خود ان کے نزدیک بھی لازمی نہیں اور نہ ہی ایسا کچھ مشروع قرار دیا گیا ہے اسی کی تائید ائمہ جمہور سے بھی ہوتی ہے چنانچہ!

(1)۔ مؤطا امام مالک صفحہ 421 میں امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حج وعمرہ سے فراغت پر داڑھی تراشنے کے حوالے سے پیدا ہونے والے اسی وہم کا رفع خود ہی یوں فرمادیا کہ: "لیس ذالك علی الناس" یعنی (لوگوں پر ایسا کچھ بھی مشروع نہیں)۔

(2)۔ مؤطا امام محمد صفحہ 220 میں ہے کہ: "قال محمد: لیس هذا بواجب من شاء فعله ومن شاء لم یفعله" یعنی (امام محمد فرماتے ہیں کہ: ایسا

Marfat.com

کچھ بھی واجب نہیں ہے البتہ جو چاہے کر لے اور جو چاہے نہ کرے)۔

چنانچہ اسی کی صراحت میں تمہارے نزدیک گاہے بگاہے سند کی حیثیت پانے والے مولوی عبدالحیٔ لکھنوی نے مؤطا امام محمد کے حاشیہ ''التعلیق المجد'' میں اسی مقام پر امام محمد کے قول کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''ای لیس ھذا من واجبات الحج ومناسکه کحلق الرأس وتقصیره وانما فعله ابن عمر اتفاقا'' یعنی (یہ (حج وعمرہ سے فراغت پر داڑھی تراشنا) حج یا اس کے ارکان کے ساتھ سر کے بالوں کو منڈانے یا تراشنے کی طرح کوئی لازمی امر نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تو اس عمل کو اتفاقی طور پر کیا ہے)۔

(3)۔ شمس الائمہ امام ابو بکر السرخسی فرماتے ہیں کہ: ''قال: ولیس علی الحاج اذا قصر ان یأخذ شیأ من لحیته او شاربه او اظفاره او یتنور لان التقصیر قائم مقام الحلق ولو اراد الحلق لم یکن علیه ذالك فی لحیته ولا فی شاربه فکذالك التقصیر وان فعل لم یضره''۔

(المبسوط للسرخسی جلد4صفحہ82)

یعنی (حاجی جب قصر کروائے تو اس پر داڑھی، مونچھیں یا ناخن تراشنا یا نورہ استعمال کر کے جسم کے زائد بال صاف کرنا کوئی لازمی نہیں، کیونکہ قصر کروانا (بال کٹوانا) حلق (سر منڈوانے) کے قائم مقام ہے، لہٰذا اگر حاجی حلق کروانے کا ہی ارادہ کرے تو اس پر اس وجہ سے داڑھی یا مونچھ کاٹنا لازم نہیں ہے چنانچہ یہی حکم قصر کروانے کا ہے لیکن اگر حاجی وہ ساتھ ہی (داڑھی یا مونچھیں تراشنے والا) کام کر بھی لے تو اس پر کوئی حرج نہیں)۔

Marfat.com

(4)۔علامہ امام علاء الدین الکاسانی فرماتے ہیں کہ: ''هذا ليس بشیء لان الواجب حلق الرأس بالنص الذی تلونا، ولان حلق اللحية من باب المثلة لان الله تعالیٰ زين الرجال باللحی والنساء بالذوائب علی ما روی فی الحديث: ان لله تعالیٰ ملائكة تسبيحهم سبحان من زين الرجال باللحی والنساء بالذوائب" ولان ذالك تشبه بالنصاریٰ فيكره''۔

(بدائع الصنائع للكاساني جلد2صفحه329)

یعنی (حج وعمرہ سے فراغت پر داڑھی تراشنے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں کیونکہ ہماری بیان کردہ نص سے سر کا حلق کروانا ہی مشروع ثابت ہوتا ہے ورنہ داڑھی کا حلق کروانا تو شکل بگاڑ دینے سے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو داڑھیوں اور عورتوں کو مینڈیوں سے زینت بخشی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ: ''بلاشبہ اللہ کے کچھ فرشتے ایسا ہیں جو یوں تسبیح کرتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں اور عورتوں کو مینڈیوں سے زینت بخشی'' اسی لئے داڑھی کا حلق کرنا کروانا عیسائیوں سے مشابہ ہے لہٰذا ناجائز ہے)۔

(5)۔نیز علامہ ابن حجر عسقلانی کا فتویٰ بھی فتح الباری جلد 10 صفحہ 395 کے حوالے سے سابق میں بیان کردیا گیا ہے کہ: وہ بھی داڑھی تراشنے کو حج یا عمرہ سے ہی خاص نہیں مانتے۔

تو ذرا غور کرو کہ! ایک طرف یہ فنِ حدیث وفقہ کے ماہر اور دوسری طرف تم، بتاؤ کس کی توضیح قابلِ قبول ہوگی؟ بلاشبہ ان کی جو آثارِ صحابہ کو حجت مانتے ہیں، اس کے

Marfat.com

باوجود ہم تمہیں تمہارے ہم مسلک وہم مذہب بلکہ تمہارے پیشوا اور مرشدِ شہیر کی کتاب کا حوالہ بھی پیش کردیتے ہیں شاید کہ تم اس عبارت سے وہ کام لے لو جو تم آثارِ صحابہ سے نہیں لے پائے، چنانچہ!

(6)۔ نیز مذکورہ بالا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حج وعمرہ میں اخذِ لحیہ کے اسی اثر کی توجیہ کرتے ہوئے تمہارے مرشدِ شہیر ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ نمبر 137، 138 میں یوں رقمطراز ہیں کہ:

''پس ثابت ہوا کہ: یہ عدمِ قصر وحصر صرف شوال وذے قعدہ و9 یوم ذی الحجہ کا بسبب احرام ہوتا تھا نہ کہ: عام طور پر سال بھر تک پس حسبِ ضرورت سال بھر تک عدمِ قصر نہ تھا اور چونکہ اکثر لوگ بعد رمضان حج کے لئے محرم ہو جاتے ہیں اور وہ احرام میں ریش بروت وغیرہ کی اصلاح جائز نہیں الا یوم النحر، اس لئے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حج وعمرہ کا ذکر ہے ورنہ ویسے حسبِ ضرورت شرعی اصلاح کے ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں''۔

جمہور علماء کے ساتھ ساتھ تمہارے مرشدِ کی ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ: حضرت ابن عمر وحضرت جابر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل حج وعمرہ کے ساتھ مشروع سمجھ کر نہیں تھا بلکہ آپ محض کراہت وقباحتِ طوالتِ لحیہ سے بچنے کے لئے ایسا کیا کرتے تھے۔

اسی طرح اگر تخصیصِ حج ثابت کرنے کے لئے تم یہ اعتراض کردو کہ: ''عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری'' جلد 22 صفحہ نمبر 72 اور ''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' جلد 10 صفحہ 395 میں امام کرمانی کا قول یوں منقول ہے کہ:

''لعل ابن عمر اراد الجمع بین الحلق والتقصیر فی النسك فحلق

Marfat.com

رأسه كله وقصر من لحيته ليدخل في عموم قوله تعالىٰ: "محلقين رؤوسكم ومقصرين" (الفتح: 27) وخص ذالك من عموم قوله: "وفروا اللحى" فحمله على حالة غير حالة النسك" یعنی (شاید کہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج سے فراغت پر حلق (مونڈنا) اور تقصیر (کاٹنا) دونوں کو جمع کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے سارے سر کو منڈوایا اور اپنی داڑھی کو ترشوایا تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان کے عموم کی تعمیل ہو کہ: "محلقين رؤوسكم ومقصرين" یعنی جو اپنے سروں کو منڈواتے ہیں اور بال کٹواتے ہیں، لہٰذا "وفروا اللحى" یعنی داڑھیاں بڑھاؤ والی حدیث کا حکم ایسے عموم میں داخل ہوگا جس سے کچھ خاص کر لیا گیا ہو اور اس تعمیم کو حج کے دنوں کے علاوہ پر ہی محمول کیا جائے)۔

الجواب:

تو اس کا جواب یوں ہے! کہ اولاً تو امام کرمانی کا یہ قول لفظِ "لعل" سے شروع کیا گیا ہے جس کا معنیٰ احتمال کی صراحت پر دال ہے اب "شاید اور کاش" سے استدلال کرنا "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" دینے والی بات ہے۔

ثانیاً! علامہ کرمانی کا قول نقل کرنے کے بعد خود علامہ ابن حجر نے اس کا بڑا پیارا اور مسکت جواب دیدیا جو "لیت ولعل" سے بھی پاک ہے اور جمہور ائمہ کے حق میں بھی ہے فرمایا: "قلت: الذي يظهر ان ابن عمر كان لا يخص هذا التخصيص بالنسك بل كان يحمل الامر بالاعفاء على غير الحالة التي تتشوه فيها الصورة بافراط طول شعر اللحية او عرضه" یعنی (میں کہتا ہوں کہ: ظاہر یہی ہے کہ بلاشبہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما داڑھی

Marfat.com

تراشنے والے عمل کو حج وعمرہ کے ساتھ ہی خاص نہیں کرتے تھے بلکہ داڑھیاں بڑھانے والی حدیث کو اس حالت پر ہی محمول کیا جائے گا جب داڑھی کے طول وعرض کے بال زیادہ لمبائی کی وجہ سے صورت کو بگاڑنے نہ لگیں)۔

(فتح الباری شرح بخاری للعسقلانی جلد10 صفحہ395)

جی ہاں! علامہ ابن حجر نے علامہ کرمانی کے احتمال کو فقط رد ہی نہیں کیا بلکہ اپنی بات کو ''لیت ولعل'' سے کوسوں دور ''مؤکد بتأکیدِ اَنَّ'' کا سہارا دے کر لفظ ''یظھر'' کے حسین امتزاج سے ایسا قابلِ استدلال بنادیا جس نے علامہ امام ابن حجر کے خود اپنے موقف کے اظہار کے ساتھ ساتھ جمہور علماء کی اس صراحت کی بھی تائید کردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ''اعفو االلحی'' کا حکم اپنی داڑھیوں کو فقط اتنا بڑھانے تک ہی محمول کیا جائے گا یعنی جس ''اعفاء'' سے شکل نہ بگڑے، اور وہ محض ایک مشت تک ہے، البتہ اس سے بھی زیادہ بڑھا دینا جس سے شکل میں بھیانک پن پیدا ہوجائے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں ہوسکتا۔

نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ: حضرت عبداللہ بن عمر وحضرت جابر رضی اللہ عنہما کا حج وعمرہ سے فراغت پر داڑھی تراشنا حج وعمرہ سے خصوصیت ثابت کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ ایک امرِ اتفاقی تھا جو فقط بڑھی ہوئی داڑھی کو حدِ اعتدال تک کرنے کے لئے تھا، یہی جمہور کا موقف ہے جس سے اختلاف کی گنجائش نہیں۔

چنانچہ اگر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کے داڑھی تراشنے والی روایتوں کو شرعی زاویہ سے دیکھا جائے تو اس کا مفہوم کچھ ایسا بنے گا جس سے جمہور علماء کے موقف کو تائید کے ساتھ ساتھ تقویت بھی حاصل ہوگی، یعنی حضرت عبد

Marfat.com

اللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما عام حالات میں بھی داڑھی تراشا کرتے تھے لیکن حج یا عمرہ کی نیت کرتے ہی تراشنا چھوڑ دیتے اور جب مناسکِ حج سے فارغ ہوتے تو سر کے بالوں کے ساتھ ساتھ بڑھی ہوئی داڑھی کو بھی تراش لیا کرتے تھے تا کہ مزید طوالت باعثِ کراہت وقباحت نہ ہوتو یہ مفہوم کسی احتمال سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس پر گزشتہ تمام روایات کی تطبیق اور موطا امام مالک کی روایت سابق میں بہترین دلیل تھی جو پیش کر دی گئی نیز اسی پر جمہور علماء کرام کی متعدد تصریحات بھی وارد ہیں اور آثار بھی اس پر شاہد ہیں نیز تمہاری کتبِ معتمدہ میں بھی اس پر تائیدی مفصل وواضح بیانات موجود ہیں جو اپنے مقام پر بیان کئے جائیں گے۔

ورنہ خوب غور کرنے والی بات یہ ہے کہ سر کے بالوں کو عام حالات میں بھی کاٹا جاتا ہے اور حج عمرہ سے فراغت پر تو ان کا کاٹنا یا منڈوانا مشروع ٹھہرادیا گیا لیکن داڑھی جس کے بڑھانے کا حکم مشروع ہے اسے حج یا عمرے سے فراغت پر صحابہ کے تراشنے سے ایک تو ''تخصیص من تعمیم الاعفاء'' ثابت ہوتی ہے اور دوسرا عام حالات میں بھی تراشنے کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو کام حج سے فراغت پر جائز ہے وہ عام حالات میں بھی جائز ہے، اور اگر بقول تمہارے داڑھی تراشنے کو حج یا عمرہ سے فراغت پر مشروع قرار دے دیا جائے تو لامحالہ اس سے عام حالات میں بھی تراشنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مشروع من المأمور بہ قرار پائے گا اور یہ بات تمہیں تو کبھی بھی ہضم نہ ہوگی، چنانچہ ان مذکورہ بالا حضرات صحابہ کرام کا حج یا عمرہ سے فراغت پر داڑھیاں تراشنا بھی تمہارے دعوے کو ہی نقصان دہ ہے، ہمیں نہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ: مذکورہ بالا وضاحت نے اب تک کے تمام شکوک وشبہات رفع

Marfat.com

اور تمام احتمالاتِ موہومہ مختلفہ کو رد کر دیا، اور تمہارا ''منفرد، منفرد'' کا لگایا ہوا رٹا بھی ہوا میں اُڑ گیا۔

چنانچہ اس فیصلہ کن توضیح کے بعد اب گزشتہ بالا تینوں طرح کی روایات میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عام حالات میں بھی داڑھی تراشا کرتے تھے اس کی دلیل وہ روایتیں ہیں جن میں حج یا عمرہ کا ذکر نہیں، پھر جب حج یا عمرہ کا ارادہ کر لیتے تو حج یا عمرہ سے فارغ ہونے تک سر کے بالوں کے ساتھ ساتھ داڑھی کو تراشا بھی چھوڑ دیتے اس کی دلیل مؤطا امام مالک کی مؤخر الذکر حدیث ہے، پھر جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تو اب کی بار سر کے بالوں کے ساتھ ساتھ داڑھی کو بھی تراش لیا کرتے اور اس کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جن میں حج یا عمرہ کی قید ہے، جی ہاں! ''الحمدللہ'' یہ ایک بہترین تطبیق ہے جو تقریباً سبھی کے لئے کافی وشافی ہے۔

پھر چونکہ تم نے اپنے فتویٰ میں سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے داڑھی تراشنے اور تقریباً تمام آثار کے حوالے سے یہ کہہ دیا کہ: ''یہ حج کے ساتھ خاص ہے'' اور اس تخصیص پر کوئی دلیل بھی نہیں دی حالانکہ تصریحاتِ علماء بھی اس کے خلاف وارد ہیں۔

پھر تم نے اپنے فتویٰ میں جو مزید موتی بکھیرے ہیں کہ: ''عام حالات اور حج، عمرہ کے حالات میں داڑھی کے معاملے میں فرق ہوتا ہے'' تو جناب! جو خود کو سب سے بڑا ''اہل الحدیث'' کہے اور مطالعہ کی وسعت کا بھی اخیر دعویدار ہو، اور پھر خوب چیخ چیخ کر کہے کہ: ''داڑھی کے معاملے میں حج وعمرہ اور عام حالات میں فرق ہوتا

Marfat.com

ہے" تو لازمی ہوا کہ یہ وضاحت کرنا بھی اسی کی ذمہ داری قرار دی جائے کہ: داڑھی کے بارے عام حالات اور حج وعمرہ کے حالات میں جو فرق تمہیں معلوم ہے وہ ذرا ہمت کر کے بیان ہی کردو جس سے کسی اور کے بھی علم میں اضافہ ہو جائے۔

نیز اتنی زبردست تصریحات کے باوجود تم داڑھی تراشنے کو اب تک حج، عمرے سے خاص سمجھتے ہو تو کیا ہم اسے تمہارا فتویٰ سمجھ لیں کہ: تمہارے نزدیک بھی حج سے فراغت پر سر کے بال منڈوانے کے ساتھ ساتھ داڑھی تراشنے کی بھی اجازت ہے۔

تب سوال یہ ہوگا کہ: بتاؤ! اب حکمِ "اعفاء" کی تعیم بلا تخصیص کدھر گئی؟ حالانکہ تمہیں تو شاید یہ بھی معلوم نہ ہو کہ: مطلق کو مقید یا عام کو خاص کرنے کے لئے کونسی صورت اور اس کے لئے کس طرح کی دلیل درکار ہوتی ہے؟ نیز یاد آیا تم تو متعدد کو منفرد قرار دے کر "منفرد صحابی" کو حجت ہی نہیں مانتے تو پھر یہ کیا ہے؟ کیا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا فرمان یا عمل تمہیں مل گیا جس میں حج سے فراغت پر داڑھی کترنے کی اجازت دینا ثابت ہو؟

اسی طرح یہ بھی بتاؤ کہ: تم "اہل الحدیث" حج یا عمرہ سے فراغت پر سر کے بالوں کا "مُنڈن" کروانے کے ساتھ ساتھ داڑھی کو بھی ہلکا کراتے ہو یا نہیں؟ اگر کراتے ہو تو کیا اس کی دلیل کہیں "منفرد صحابی" کا یہی فعل تو نہیں؟ اس صورت میں تو تم بہت ہی بُرے پھنسے اور اگر "اخذ لحیہ" نہیں کراتے تو پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو حج یا عمرہ سے مقید کرنے کا تمہیں کیا فائدہ؟

نیز "الاحتمال بالمحال" اگر تم حج یا عمرہ میں ایسا کرنا جائز قرار دے رہے ہو تو یہ تمہارا اپنے ہی پہلے فتوی سے رجوع ہوگا جس کی امید "کالعنقاء" ہے، حالانکہ

Marfat.com

تمہیں پہلے سے ہی داڑھی کے زوائد تراشنے کے ''خلافِ سنت'' ہونے کے اپنے فتویٰ میں کم ازکم دلائل کے ذریعے ''حج کا استثناء'' کر دینا چاہیے تھا ورنہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس عمل پر فتویٰ لگا کر ایک گوہر افشانی اور کر دیتے حالانکہ نہ تو ہمیں تمہارے فتوے میں کہیں حکمِ اعفاء میں ''حج سے فراغت کا استثناء'' نظر آیا اور نہ ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات کے داڑھی تراشنے والے عمل کے اچھے یا برے ہونے پر کسی حکم کی وضاحت، بلکہ فقط اتنا ہی نظر آیا ہے کہ جی: ''یہ منفرد صحابی کا عمل ہے جو حجت نہیں'' یہ بہت بڑی لاپرواہی ہے۔

اور اگر تم عادت سے مجبور ہو کر ابن ابی شیبہ کی سابق میں ذکر کردہ ہماری یہ روایت حج وعمرہ کی تخصیص کے طور پر ہمیں ہی پیش کر دو کہ: ''عن منصور، قال: سمعت عطاء بن ابی رباح قال: كانوا يحبون ان يعفوااللحية الا فی حج او عمرة'' یعنی (منصور کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے سنا ہے کہ: صحابہ کرام اپنی داڑھیوں کو بڑھانا ہی پسند کرتے تھے مگر حج یا عمرہ میں)۔

جی ہاں یہ روایت بظاہر تو تمہارے منہ سے خوشی کی رالیں ٹپکا ہی دے گی لیکن ذرا اس پر پھر سے غور کرلو تو حق واضح ہو جائے یعنی اگر صحابہ کرام عام دنوں میں داڑھیاں بڑھانا پسند کرتے تھے تو حرفِ استثناء یہ کہتا ہے کہ حج وعمرہ سے فراغت پر داڑھیاں تراشنا بھی پسند کرتے تھے تو کیا یہ عمل تمہیں پسند ہے؟ اگر نہیں تو یہ روایت تمہیں مفید نہیں اور اگر ہاں تو ذرا تیسری بار پھر سے الفاظ کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہو کہ حج یا عمرہ سے فراغت پر صحابہ کو داڑھیاں تراشنا محض پسند تھا وہ اسے فرض یا واجب یا سنت نہیں سمجھتے تھے بلکہ محض اس لئے تراشا کرتے تھے کہ اتنے عرصے تک نہ کاٹنے کی وجہ سے داڑھی

Marfat.com

کے بال بھی ایسے بڑھ جاتے کہ بدصورتی اور طبیعت پر بوجھ کا باعث بنتے لہٰذا حضرات صحابہ کرام اسی قباحت وکراہت سے بچتے ہوئے زائد بالوں کو کاٹ ڈالنا ہی پسند کیا کرتے تھے، پھر مزید زحمت اٹھاؤ اور ذرا چوتھی بار بھی غور کرلو کہ اگر حج وعمر کے مختصر عرصے میں نہ تراشتے تو فراغت پر داڑھی کے بڑھنے کا یہ عالم ہوتا کہ انہیں تراشنا ہی پڑتا تو سارا سال داڑھیاں بڑھنے کی کیا کیفیت ہوگی پھر اسی قباحت وکراہتِ طوالت سے بچنے کے لئے زوائدِ لحیہ کو کیونکر نہ تراشتے ہونگے؟

نیز اگر جی نہیں بھرا تو چلو! ذرا یہ بھی دیکھ لو! کہ خود تمہاری اپنی کتب اس مسئلہ میں کیا کہتی ہیں؟ مثلاً!

(1)۔''فتاویٰ اہلحدیث'' جلد 2 صفحہ نمبر 577 میں ہے کہ: ''رہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل، سو اس سے مجھے اتنا تردد ہے کہ اگر غیر حج، عمرے میں داڑھی کو چھیڑنا ناجائز ہوتا تو ناجائز کام حج، عمرے میں کس طرح جائز ہوگیا؟ احرام سے نکلنے کے لئے وہی کام کیا جاتا ہے جو غیر احرام میں جائز ہو خاص کر جب ظاہر الفاظ قرآن میں سر منڈانے، کٹانے کا ذکر ہے اور احادیث میں بھی اس کا ذکر ہے تو آیت کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے داڑھی کے کٹانے پر کس طرح چسپاں کردیا؟ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ: غیر حج، عمرے میں وہ کٹانے کے قائل تھے اس لئے حج، عمرے میں سر کے علاوہ بقیہ حجامت (ناخن وغیرہ) کی طرح مٹھی سے زائد داڑھی بھی کٹا لیتے''۔

(2)۔''فتاویٰ نذیریہ'' جلد 3 صفحہ نمبر 360 میں ہے کہ: ''ہاں! حضرت ابن عمر سے بسند صحیح ثابت ہے کہ: وہ حج اور عمرہ میں اپنی داڑھی کو ترشواتے اور بقدر ایک

Marfat.com

قبضہ کے رکھتے تھے، صحیح بخاری میں ہے: ’’وكان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه‘‘ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور مٹھی سے جو داڑھی بڑھتی اس کو لے لیتے، حافظ ابن حجر اس اثر کے تحت میں لکھتے ہیں: (۔۔۔۔۔عربی عبارت۔۔۔۔۔) یعنی ظاہر بات یہ ہے کہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا داڑھی کو ترشوانا اور بقدر ایک مشت کے رکھنا حج اور عمرے کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ داڑھی کے بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے تھے کہ: داڑھی طول وعرض میں زیادہ بڑھ کر صورت کو بھدی اور بدنمانہ کردے، اس واسطے کہ: طبری نے کہا کہ: ایک قوم ظاہر حدیث کی طرف گئی ہے اور داڑھی کے طول وعرض سے کچھ لینے کو مکروہ سمجھتی ہے اور ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ: جب داڑھی ایک مشت سے بڑھ جاوے تو زائد لے لینا چاہیے، پھر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کے ساتھ ایسا کیا ہے اور ابو ہریرہ نے بھی ایسا کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم‘‘

(3)۔ ’’فتاویٰ ثنائیہ‘‘ جلد 2 صفحہ نمبر 128 میں مولوی عبد الجبار غزنوی کا فتویٰ یوں منقول ہے کہ: ’’موطا میں ہے کہ: عبد اللہ بن عمر جب رمضان مبارک سے فارغ ہوتے اور حج کا ارادہ بھی ہوتا تو اپنی داڑھی اور سر کے بال نہ کٹاتے یہاں تک کہ: حج مبارک سے فارغ ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ: شوال اور ذیقعدہ اور عشرہ ذی الحج تک نہیں کتراتے تھے باقی مہینوں میں قبضہ سے اگر زائد ہو جاتی تھی تو کتراتے اور سبب کترانے کا طول داڑھی کا ہے نہ کہ: ’’نسک‘‘ (اعمالِ حج) کیونکہ ’’اخذ من اللحية‘‘ (داڑھی کا کٹانا) کسی اہلِ علم کے نزدیک ’’نسک‘‘ سے نہیں ہے، سر کے

Marfat.com

بالوں کا حلق اور قصر بلاشک ''نسک'' سے ہے، زیادہ طولِ لحیہ بعض علماء مکروہ لکھتے ہیں ،کالقاضی عیاض وغیرہ، مگر حدیث صحیح ''اعفوا اللحی'' سے ثابت ہے کہ: مکروہ نہیں اور قبضہ سے زائد کترانا منافی ''اعفاء'' کا نہیں ہے۔۔۔۔۔ حافظ ابن عبد البر ''الاستذکار'' میں لکھتے ہیں کہ: ''وفی اخذ ابن عمر فی الحج من مقدم لحیته دلیل علی جواز اخذ من اللحیة فی غیر الحج لانه لو کان ذالك غیر جائز فی سائر الزمان ما جاز فی الحج۔۔۔۔۔'' (ترجمہ) اور عبد اللہ بن عمر کا ایام حج میں اپنی داڑھی کے آگے سے بال لینا اس بات کی دلیل ہے کہ: غیر ایام حج میں بھی یہ فعل جائز ہے کیونکہ اگر یہ فعل تمام ازمنہ میں ناجائز ہوتا تو حج میں بھی جائز نہ ہوتا''

نتیجہ:

جی جناب! ''گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'' تمہاری اپنی کتب سے بھی اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا داڑھی تراشنا حج یا عمرہ سے قطعاً خاص نہیں۔۔۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے!

پھر تم نے اپنے فتویٰ میں یہ بھی کہا تھا کہ: ''امام محمد بن جریر الطبری نے سورۃ الحج کی آیت۔۔ (۔۔ثم لیقضوا تفثھم۔۔۔الخ) کی تفسیر میں ایسے آثار نقل کئے ہیں جن کا مطلب ہے کہ: ان کا تعلق حج کے ساتھ ہے عام حالات کے ساتھ نہیں''۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ: تم نے علامہ ابن جریر کی طرف غلط موقف کی نسبت کی ہے کیونکہ امام ابن جریر الطبری نے ایک ناقل کی حیثیت سے وہ آثار نقل کئے ہیں جن میں حج یا عمرہ کی قید ہے، لیکن کاش تم امام ابن جریر الطبری کی جملہ منقولات ملاحظہ

Marfat.com

کرنے کے ساتھ ساتھ ذرا اس پر بھی غور کر لیتے کہ خود امام محمد بن جریر الطبری کے نزدیک کس مذہب کو ترجیح ہے؟ یعنی کیا وہ بھی داڑھی تراشنے کو حج کیساتھ ہی خاص کرتے ہیں؟ چنانچہ امام ابن جریر کا مذہب علامہ ابن حجر عسقلانی ''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' جلد 10 صفحہ 395 میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ: ''واختار قول عطاء'' یعنی امام طبری نے خود حضرت عطاء کے قول کو اختیار کیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ: حضرت عطاء کا مذہب کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں فتح الباری، عمدۃ القاری اور ارشاد الساری میں یوں فرمایا گیا ہے کہ: ''وقال عطاء: لابأس ان یأخذ من لحیته الشیء القلیل من طولها وعرضها اذا کبرت وعلت کراهة الشهرة وفیه تعریض نفسه لمن یسخر به (انتهی کلام عمدة القاری) (وفی ارشاد الساری وفتح الباری) وقال عطاء: ان الرجل لو ترك لحیته لایتعرض لها حتی افحش طولها وعرضها لعرض نفسه لمن یسخر به''۔

(فتح الباری جلد 10 صفحہ 395)

(عمدۃ القاری جلد 22 صفحہ نمبر 72)

(ارشاد الساری جلد 8 صفحہ 464)

یعنی (اور عطاء فرماتے ہیں کہ: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ: داڑھی کے طول وعرض کچھ بالوں کو تراش لیا جائے جبکہ داڑھی طویل ہو جائے اور طوالت قباحت کا باعث بنے اور اسی میں اس شخص کو ترغیب بھی ہے جو داڑھی رکھنے پر آمادہ ہے (یہاں تک کلام امام بدر الدین عینی کی ''عمدۃ القاری'' کا تھا) (اور امام قسطلانی کی ''ارشاد

Marfat.com

الساری'' اور امام ابن حجر کی ''فتح الباری'' میں یوں ہے کہ) عطاء فرماتے ہیں کہ: بلاشبہ اگر ایک آدمی اپنی داڑھی کو یونہی چھوڑ دے اور اس کے طول وعرض سے کچھ بھی نہ تراشے یہاں تک کہ اس کے طول وعرض کے بال بدنمائی تک لمبے ہوجائیں تو اس نے اس شخص کو نفرت ہوجائے گی جو داڑھی رکھنے پر آمادہ ہے)۔

ثابت ہوا کہ: امام ابن جریر طبری کا روایات وآثار کو نقل کرنے کا اصل منشأ ان روایتوں کو ترجیح دینا نہیں تھا بلکہ فقط ناقل کی حیثیت سے انہوں نے ہر طرح کے آثار نقل کردیئے لیکن ان کا اپنا موقف انہی روایات کے حق میں تھا جن میں حج یا عمرہ کی کوئی قید نہیں نیز یہی امام طبری اور جمہور علماء کا مؤقف ہے۔ لہٰذا علامہ طبری کے حوالے سے کیے جانے والے اعتراض کا جواب مکمل ہوا۔

لطیف نکتہ:

سابقہ تفصیلات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنے کا ہمیں حق حاصل ہوگیا کہ حج یا عمرے سے داڑھی کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ غیر محرم کے لئے سارا سال جائز ہے، چنانچہ اس نفیس بحث سے فراغت کے بعد اب دلچسپ امر یہ ہے کہ: جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کے راویوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں یعنی ایک طرف تو وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''اعفاءِ لحیہ'' یعنی داڑھیاں بڑھانے کی روایت کرتے ہیں اور دوسری طرف خود ''اخذِ لحیہ'' یعنی داڑھیاں تراشتے رہے، چنانچہ یہ کیسے ممکن ہے کہ: ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی جانتا ہو اور خود بلاوجہ اس کے خلاف عمل کرے؟ چونکہ ''الصحابۃ کلھم عدول'' صحابہ سے ایسی بات محال

Marfat.com

ہے، اور دونوں طرح کی روایتوں کی سند میں بھی کوئی خرابی نہیں تو لامحالہ آثارِ صحابہ وحکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تطبیق دے دی جائے گی اور یہی حق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

چنانچہ! علامہ حافظ ابن عبد البر "الاستذکار" میں لکھتے ہیں کہ: "وابن عمر روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم "اعفوا اللحی" وھو اعلم بمعنٰی ماروی وکان المعنٰی عندہ وعند جمھور العلماء الاخذ من اللحیۃ ما نظائر وتفاحش وسبج واللّٰہ اعلم"

یعنی (اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "داڑھیاں بڑھاؤ" والی حدیث بھی روایت کی ہے (حالانکہ خود مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ دیتے تھے) چنانچہ اس حدیث کا مفہوم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی بہتر جانتے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء کے نزدیک یہ معنیٰ مراد لینا جائز ہے کہ: داڑھی کے وہ بال کاٹ دیئے جائیں جو مشت سے زائد اور پراگندہ ہوں اور برے معلوم ہوں، واللہ اعلم")۔

علامہ ابن عبد البر کی اس عبارت کو تمہارے شیوخ کے "فتاویٰ ثنائیہ" جلد 2 صفحہ نمبر 129 میں بھی مولوی عبد الجبار غزنوی کے حوالے سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ نیز تمہارے "شیوخانِ اہل الحدیث" اس بارے میں مزید کیا کہتے ہیں وہ بھی دیکھ لو!

(1)۔ "فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری" جلد 1 صفحہ 229 میں ہے کہ: "روی ابو داؤد والنسائی من طریق مروان بن سالم: "رأیت ابن عمر یقبض علی لحیتہ مازاد علی الکف" واخرجہ ابن ابی شیبہ وابن سعد و محمد بن حسن، وروی ابن ابی شیبہ عن ابی ھریرۃ نحوہ، والجمع

Marfat.com

بین فعلهما واحادیثهما فی اعفاء اللحیة وتکثیرها وتوفیرها ان یحمل النهی علی الاستیصال او ماقاربه ، بخلاف الاخذ المذکور ولا سیما ان الذی فعل ذالك هو الذی رواه ، ویقال انهما کان یحملان، الامر بالاعفاء علی غیر الحالة التی تتشوه فیها الصورة ، بافراط طول شعر اللحیة او عرضه"۔

یعنی (ابوداؤد اور نسائی مروان بن سالم کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو مشت سے زائد داڑھی تراشتے ہوئے دیکھا، اور اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، ابن سعد اور امام محمد بن حسن نے بھی روایت کیا ہے نیز ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے، چنانچہ ان دونوں صحابیوں کے داڑھی تراشنے والے فعل اور داڑھیاں بڑھانے، وافر کرنے اور زیادہ کرنے والی حدیثوں کے درمیان جوانہوں نے خود روایت فرمائیں یوں موافقت کی جائے گی کہ: داڑھیاں کٹانے کی ممانعت کو جڑ سے اکھیڑنے یا اس کے قریب کر دینے پر ہی محمول کیا جائے گا بخلاف صحابہ کرام کے داڑھیاں تراشنے کے، اس کی خاص بات یہ ہے کہ: داڑھیاں تراشنے کا عمل ان صحابہ کا ہے جو خود داڑھیاں بڑھانے کی حدیث روایت کرتے ہیں لہٰذا یوں کہا جائے گا کہ: یہ دونوں حضرات داڑھیاں بڑھانے والے حکم کو اس حالت کے سوا پر محمول کرتے تھے جس میں صورت بگڑے اور یہ صورت کا بگڑنا داڑھی کا طول و عرض سے حدِ اعتدال سے بھی طویل ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے)۔

(2)۔ "فتاویٰ اہلحدیث" جلد 2 صفحہ نمبر 577 میں ہے کہ: "چونکہ عبداللہ بن

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہما حدیث ''اعفوا اللحی'' (داڑھیاں بڑھاؤ) کے راوی ہیں اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ: یہ صحابی کا خیال ہے جو حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتا، یا شاید اس کو حدیث نہ پہنچی ہو کیونکہ حدیث تو وہ خود روایت کررہے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سی بات میں خلاف برداشت نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ: عادت کے طور پر آپ سے کوئی فعل صادر ہوتا تو اس سے بھی موافقت کی کوشش کرتے، بخاری میں لمبی حدیث ہے جس میں حج عمرہ کو جاتے ہوئے ان کا ان جگہوں میں نماز پڑھنا مذکور ہے جہاں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتفاقیہ اترے اور نماز پڑھی اس کی بہت کوشش کرتے اس طرح دیگر باتوں میں بھی ان کا حال تھا، اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہ نے اتباعِ نبوی میں خصوصیت کے ساتھ مشہور ہیں ان کے اس فعل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ: انہوں نے ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سند لی ہے ورنہ داڑھیاں بڑھانے کی حدیث کے راوی ہو کر ایک ناجائز کام کا ارتکاب نہ کرتے اس لئے اگر کوئی شخص مٹھی سے زائد داڑھی کٹا دے تو اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے''۔

(3)۔ ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ نمبر 129 میں ہے کہ: ''یہ دونوں جلیل القدر صحابی (ابن عمر و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما) داڑھی کو کٹوایا کرتے تھے حالانکہ داڑھی بڑھانے کی حدیث بھی ان دونوں حضرات سے منقول ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو حدیث بخاری شریف میں مروی ہے وہ تو اوپر تحریر ہوچکی ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مونچھوں کو خوب کٹوایا کرو اور داڑھی کو بڑھاؤ'' بہر حال ان حضرات کے فعل اور روایت میں تعارض واقع ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ: ان حضرات نے دیدہ

Marfat.com

ودانستہ حدیث کے خلاف کیا نعوذ باللہ اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ: ان کو حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پہنچی تھی (کیونکہ وہ تو خود ہی روایت کرتے ہیں) اس صورت میں سوائے اس کے کہ: ان کے فعل اور روایت میں تطبیق دی جائے اور کوئی چارہ نہیں ہے چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے جو تطبیق دی ہے اس کو اس جگہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے: (۔۔۔۔۔عربی عبارت۔۔۔۔۔) خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ: ان دونوں جلیل القدر صحابیوں کے فعل اور روایت میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جو داڑھی کٹوانے کی ممانعت ہے تو وہ جڑ سے کٹوانے کی ممانعت ہے (جیسا کہ آجکل عام رواج ہو رہا ہے) اور مطلقاً کٹوانے کی ممانعت نہیں ہے جیسا کہ راویانِ حدیث سے ثابت ہے اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک شخص کی داڑھی کم کرائی تھی''

(4)۔ نیز اسی فتاوی کے صفحہ نمبر 130 میں مولوی عبدالجبار غزنوی کے حوالے سے مزید منقول ہے کہ: ''ابن ابی نجیح، مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ: انہوں نے اپنی داڑھی کی مٹھی بھری، پھر حجام کو کہا جو مٹھی سے نیچے ہے کاٹ ڈال''۔

ان تمام توضیحات سے معلوم ہوا کہ: تمہارے شیوخ کے نزدیک بھی حضرات صحابہ عام حالات میں بھی اخذِ لحیہ کے قائل تھے اور اور وہ اخذ و اعفاء میں کوئی منافات نہیں سمجھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ وہ تعمیم اعفاء میں ''تخصیص'' کے اثبات کے حق میں بھی تھے۔

Marfat.com

باب

اخذِ لحیہ اور

تابعین وائمہ

Marfat.com

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور اخذِ لحیہ:

''مالك انه بلغه ان سالم بن عبد الله كان اذا اراد ان يحرم دعا بالجلمين فقص شاربه واخذ من لحيته قبل ان يركب وقبل ان يهل محرما'' یعنی (امام مالک کو یہ خبر پہنچی کہ: بلاشبہ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو قینچی منگواتے اور اپنی مونچھوں کو کاٹ لیتے اور داڑھی کے زوائد کو تراش لیتے اور یہ عمل حج وعمرہ کے لئے سواری پر سوار ہونے سے پہلے اور حج وعمرہ سے فراغت پر احرام کھولنے سے پہلے بھی ہوا کرتا تھا)۔

(الموطا للامام مالك صفحه 422)

اس روایت کو تمہارے ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ نمبر 128 میں بھی داڑھی تراشنے کے جواز پر نقل کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: جس طرح آج کل ذوالحجہ شریف کا چاند نظر آنے سے پہلے ہی لوگ بال وغیرہ کتروا لیتے ہیں پھر ذوالحجہ کے مقررہ دس دن گزار کر قربانی سے فراغت پر بڑھے ہوئے بال وغیرہ پھر سے تراشتے ہیں یہ بالکل اسلاف کے اسی عمل کی طرح ہے جو روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

''الحمدللہ'' اس اثر نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کے عمل کی مزید تائید و وضاحت کر دی، اور ہمارے مؤقف کو مزید نکھار دیا۔

Marfat.com
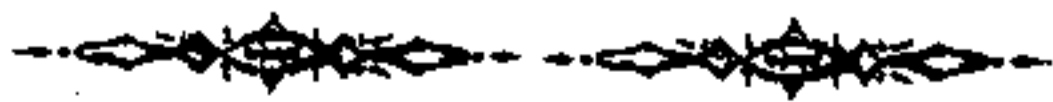
حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ اور اخذِ لحیہ :

"روی مروان بن معاویة ، عن سعید بن ابی راشد المکی،عن ابی جعفر محمد بن علی،قال:کان یأخذ اللحیةفما طلع علی الکف (جزہ)" یعنی (مروان بن معاویہ نے سعید بن ابی راشد مکی سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے کہ: آپ رضی اللہ عنہ مشت سے زائد داڑھی کے بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے)۔

(التوضیح شرح الجامع الصحیح لابن ملقن جلد28صفحہ117)

اس روایت کو ضعف کے باوجود علامہ امام سراج الدین ابن ملقن نے قبول فرما کر استدلال کے لئے برقرار رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ: "وھٰذا الحدیث ان کان فی اسنادہ نظر فھو جمیل من الامر وحسن من الفعل" یعنی (لہٰذا اگرچہ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے لیکن یہ عمل جمالِ امر اور حسنِ فعل کی علامت ہے)۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور اخذِ لحیہ :

"عن افلح قال: کان القاسم اذا حلق رأسه اخذ من لحیته وشاربه" یعنی (افلح سے روایت ہے کہ: حضرت قاسم رحمہ اللہ جب بھی اپنے سر کو منڈواتے تو اپنی داڑھی اور مونچھوں کو بھی تراشا کرتے تھے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد6صفحہ 109رقم6)

Marfat.com

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا داڑھی تراشنے کے جواز پر فتویٰ اور اس پر انکا اپنا ذاتی عمل دو روایتوں میں پیش ہے!

(1)۔ ''عن حماد عن ابراهيم انه قال: لابأس ان يأخذ الرجل من لحيته ما لم يتشبه باهل الشرك'' یعنی (حضرت حماد رحمہ اللہ جناب ابراہیم رحمہ اللہ کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ: جب تک مشرکوں سے مشابہت نہ ہو داڑھی کے زوائد تراشنے میں کوئی حرج نہیں)۔

(کتاب الآثار لابی یوسف جلد 2 صفحہ 699 رقم 993)

(2)۔ ''عن منصور قال: كان ابراهيم يأخذ من عارض لحيته'' یعنی (منصور فرماتے ہیں کہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اپنی داڑھی کے بڑھے ہوئے بالوں کو تراش لیا کرتے تھے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6 صفحہ 109 رقم 3)

نیز ہم سابق میں کئی کتب کی پیش کردہ عبارات کے ضمن میں حضرت ابراہیم نخعی کا یہ قول بھی پیش کر چکے ہیں کہ ''مجھے عقلمند شخص کی لمبی داڑھی پر بے حد تعجب ہے کہ وہ اپنی داڑھی کو تراش کر معتدل کیوں نہیں کر لیتا کیونکہ اعتدال ہر امر میں اچھا ہے''۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

''عن ابن طاؤس، عن ابيه انه كان يأخذ من لحيته ولا يوجبه'' یعنی (عبداللہ ابن طاؤس اپنے والد گرامی کے بارے میں روایت کرتے

Marfat.com

ہیں کہ: وہ اپنی داڑھی کے زوائد تراش لیا کرتے تھے اور حدِ شرع سے کم نہیں کرتے تھے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6 صفحہ 109 رقم 4)

حضرات حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ کا فتویٰ:

''عن ابی هلال قال: سألت الحسن وابن سيرين فقالا: لابأس به ان تأخذ من طول لحيتك'' یعنی (ابو ھلال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری اور حضرت محمد سیرین رحمہما اللہ سے داڑھی کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تو اپنی داڑھی کو لمبائی کی جانب سے تراش لیا کرے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6 صفحہ 109 رقم 10)
(عمدۃ القاری شرح الصحیح البخاری للعینی جلد 22 صفحہ 72)
(ارشاد الساری شرح البخاری للقسطلانی جلد 8 صفحہ 464)
(فتح الباری شرح البخاری للعسقلانی جلد 10 صفحہ 395)
(التوضیح شرح الجامع الصحیح لابن ملقن جلد 28 صفحہ 116)

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا اخذِ لحیہ کے جواز پر فتویٰ:

ہم یہ قول سابق میں بھی پیش کر چکے ہیں کہ: ''وعن الحسن المثنى: انه قال: اذا رأيت رجلا ذا لحية طويلة ولم يتخذ لحية بين لحيتين كان في عقله شيء'' یعنی (حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے جب

Marfat.com

بھی کسی لمبی داڑھی والے کو دیکھا ہے جو داڑھی میں میانہ روی نہیں رکھتا تو اس کی عقل میں کمی ضرور تھی)۔

(شرح الشفاء لملا علی القاری جلد 1 صفحہ 160)

(کشف الخفاء للعجلونی جلد 2 صفحہ 256)

(فیض القدیر للمناوی جلد 7 صفحہ 516)

(زرقانی علی المواھب جلد 5 صفحہ 508)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

''قال قتادة :عن ابن عمر کان یقبض علی لحیته ویقطع ما فضل عنها ، فقبضت علی لحیتي وقطعتها من فوق ''یعنی (قتادہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زوائد کو کاٹ لیا کرتے تھے تو میں بھی اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد بالوں کو کاٹ لیتا ہوں)۔

(خلاصۃ الاحوذی شرح ترمذی لابی بکر المالکی جلد 10 صفحہ 162)
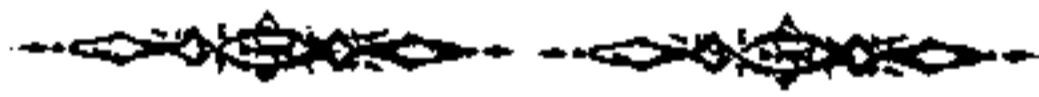
امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ اور اخذِ لحیہ:

امام الائمہ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب ''الآثار'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی داڑھی تراشنے والی روایت کو ذکر فرمانے کے بعد اخذِ لحیہ کے بارے میں فرمایا کہ: ''وبه نأخذ وهو قول ابی حنیفة'' (یعنی ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول ہمارے امام امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی ہے)۔

(کتاب الآثار لامام محمد صفحہ 194 باب حف الشعر من الوجه)

Marfat.com
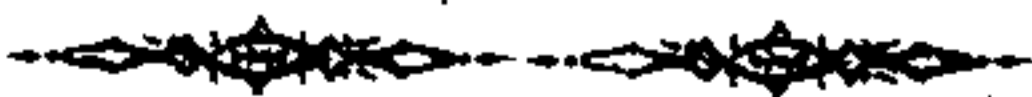
امام مالک بن انسؒ رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

امام ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید القیروانی فرماتے ہیں کہ:''وامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تعفی اللحیة،وتوفرولا تقص،قال مالك:لابأس بالاخذ من طولهااذا طالت كثيراوقاله غير واحد من الصحابة والتابعين''یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ: داڑھیاں بڑھائی جائیں اور زیادہ کی جائیں اور کاٹی نہ جائیں ، امام مالک فرماتے ہیں کہ: داڑھیاں جب بہت زیادہ لمبی ہو جائیں تو انہیں لمبائی کی طرف سے کاٹ لینے میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول اکثر صحابہ وتابعین کا ہے)۔

(الرسالة في فقه الامام مالك للقيرواني صفحه113،114)

امام شافعی رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

''قال الزعفرانی : قدم علينا الشافعي بغداد في سنة خمس وتسعين ، فاقام عندنا شهرا، ثم خرج ، وكان يخضب بالحناء وكان خفيف العارضين''یعنی زعفرانی فرماتے ہیں کہ: امام شافعی ہمارے پاس بغداد سن 195ھ میں تشریف لائے چنانچہ ہمارے پاس وہ ایک مہینہ مقیم رہے پھر تشریف لے گئے ،آپ بالوں کو مہندی لگایا کرتے تھے اور آپ ایک مشت تک ہلکی داڑھی والے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء للذهبي جلد8صفحه272)

اس روایت کے''خفيف العارضين'' سے''ایک مشت تک ہلکی داڑھی

Marfat.com

والے" مراد لینا سیاق سباق اور ظاہر کے بالکل عین مطابق ہے کیونکہ امام شافعی بھی داڑھی کے ایک مشت سے بڑھے ہوئے بالوں کو تراش دیا کرتے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ:

"قال المزنی: ما رأیت احسن وجها من الشافعی رحمہ اللہ وکان ربما قبض علیٰ لحیتہ ، فلا یفضل عن قبضتہ "یعنی جناب مزنی فرماتے ہیں کہ: میں نے امام شافعی سے بڑھ کر کسی کو اتنا حسین نہیں دیکھا آپ کبھی اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیتے اور ان بالوں کو اپنی مٹھی سے بڑھنے نہیں دیا کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء للذھبی جلد 8 صفحہ 238)

چنانچہ ثابت ہوا کہ امام شافعی بھی اخذ واعفاء کے مابین منافاۃ کے قائل نہیں تھے۔
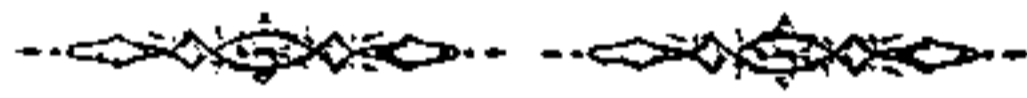
حضرات مجاہد اور ابن جریج رحمہما اللہ اور اخذِ لحیہ :

"عن ابن ابی نجیح ، عن مجاھد : (ثم لیقضوا تفثھم) قال: حلق الرأس و حلق العانۃ ، وقص الاظفار والشارب ورمی الجمار وقص اللحیۃ "یعنی (ابن ابی نجیح حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کی اس آیت (ثم لیقضوا تفثھم) کے بارے میں فرمایا کہ: اس سے مراد سر اور گدی کا حلق کروانا، ناخن اور مونچھیں تراشنا، جمرات کو رمی کرنا اور داڑھی تراشنا ہے)۔

(تفسیر مجاھد صفحہ 168 رقم 1038)

Marfat.com

(تفسیر ابن جریر الطبری جلد8صفحه185رقم25128)

اس روایت پر اگر تم یہ اعتراض کرو کہ: اس میں "وقص اللحیة" کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں کیونکہ "عن ابن جریج ، عن مجاهد مثله الا انه لم یقل فی حدیثه : وقص اللحیة "یعنی (ابن جریج فرماتے ہیں کہ: جناب مجاہد رحمہ اللہ سے روایت تو اسی طرح ہے مگر انہوں نے اپنی روایت میں داڑھی تراشنے کا ذکر نہیں کیا)۔

(تفسیر ابن جریر الطبری جلد8صفحه185رقم25129)

تو میں کہتا ہوں مجاہد کا جو قول تم نے ابن جریج کے حوالے سے پیش کیا ہے وہ ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی "حسین بن داود المصیصی" جس نے اپنے شیخ "حجاج" کو روایت میں تلقین کی ہے اور "قص اللحیه" کے اثبات والی جو سند اوپر پیش کی گئی ہے وہ تفسیر ابن جریر الطبری کے ذیل میں محقق کی جانب سے "صحیح" قرار دی گئی ہے۔ اور رہا "ابن جریج" کا معاملہ تو اولاً تو انہوں نے مجاہد سے تفسیر کا سماع نہیں کیا اور دوسرا یہ کہ: صحیح سند کے ساتھ خود ابن جریج کا اپنا قول "اخذ لحیه" کے جواز پر شاہد ہے چنانچہ: "قال ابن جریج عن قوله (ثم لیقضوا تفثهم) قال : الاخذ من اللحیة ومن الشارب۔۔۔۔الخ۔ "یعنی (ابن جریج، قرآن مجید کی اس آیت (ثم لیقضوا تفثهم) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد داڑھی اور مونچھ وغیرہ کے تراشنے کی اجازت ہے۔۔۔۔۔الخ۔)

(تفسیر ابن جریر الطبری جلد8صفحه185رقم25125)

معلوم ہوا کہ: "قص اللحیة" کے الفاظ والی روایت درست ہے اور غیر محفوظ قرار دینے بات صحیح نہیں۔

Marfat.com

حضرت وکیع رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

’’عن ابن عمر انه کان یأخذ ما فوق القبضة وقال وکیع : ما جاوز القبضة‘‘ یعنی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کے مشت سے زائد بالوں کو تراش لیا کرتے تھے اور جناب وکیع فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ: داڑھی کے وہ بال جو مشت سے بڑھے ہوئے ہوتے تھے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6 صفحہ 109 رقم 7)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

’’عن منصور قال: سمعت عطاء بن ابی رباح قال: کانوا یحبون ان یعفوا اللحیة الا فی حج او عمرة‘‘ یعنی (منصور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: صحابہ کرام داڑھیاں بڑھانے کو ہی پسند فرمایا کرتے تھے لیکن جب حج وعمرہ سے فارغ ہوتے (تو مشت سے زائد بالوں کو تراش لیا کرتے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6 صفحہ 109 رقم 3)

اس روایت سے اگر تم تخصیصِ حج وعمرہ پر اخذِ لحیہ کے لئے استدلال کرو تو یہ درست نہیں ہوگا کیونکہ خود جناب عطاء بن ابی رباح جو اسے روایت کر رہے ہیں وہ بھی تخصیص کے قائل نہیں تھے کیونکہ انہوں نے مطلقاً اخذِ لحیہ کے جواز پر فتویٰ دیا ہے چنانچہ!

’’قال عطاء : لابأس ان یأخذ من لحیته الشیء القلیل من

Marfat.com

طولها وعرضها اذا كبرت وعلت كراهة الشهرة وفيه تعريض نفسه لم يسخر به" یعنی (عطاء فرماتے ہیں کہ: داڑھی جب زیادہ بڑی ہو جائے تو اس کے طول وعرض سے تھوڑا تراش لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ زیادہ لمبا ہونا کراہت کا سبب ہے اور اسی میں اس شخص کے نفس کو ابھارنا بھی ہے جو داڑھی رکھنے پر مائل نہیں)۔

(عمدة القاری شرح الصحیح البخاری للعینی جلد22صفحه72)

(ارشاد الساری شرح البخاری للقسطلانی جلد8صفحه464)

(فتح الباری شرح البخاری للعسقلانی جلد10صفحه395)

چونکہ علماءِ اصول کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ: جب راوی کا اپنا عمل یا فتویٰ روایت کے خلاف ہو تو ترجیح راوی کے فتویٰ کو ہی ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ: جناب عطاء بن ابی رباح کے نزدیک بھی اخذِ لحیہ کا جواز احرام سے ہی خاص نہیں ہے۔
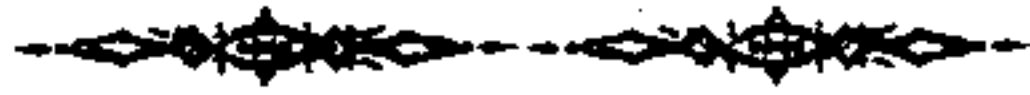
حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

"قال ابو صخر، عن محمد بن كعب القرظي انه كان يقول في هٰذه الاية: (ثم ليقضوا تفثهم) رمي الجمار، وذبح الذبيحة، واخذ من الشاربين واللحية والاظفار والطواف بالبيت وبالصفاوالمروة" یعنی (ابو صخر کہتے ہیں کہ جناب محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ قرآن کی اس آیت (ثم ليقضوا تفثهم) کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جمرات کو رمی کرنا، جانور ذبح کرنا، مونچھیں، داڑھی اور ناخنوں کو تراشنا اور بیت اللہ شریف اور صفاء ومروہ کا طواف ہے)۔

(تفسیر ابن جریر الطبری جلد8صفحه185رقم25125)

Marfat.com
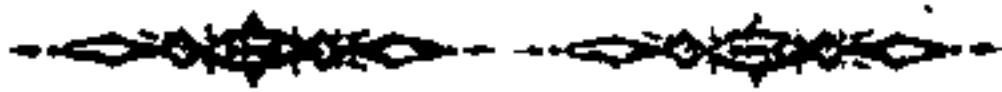
حضرت قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

"قال القاضی عیاض رحمه الله تعالیٰ : یکره حلقها وقصها وتحریقها واما الاخذ من طولها وعرضها فحسن وتکره الشهرة فی تعظیمها کما تکره فی قصها وجزها" یعنی (قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: داڑھی کا منڈانا، کاٹنا یا صاف کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن وہ جب بڑھ جائے تو اس کے طول وعرض سے تراش لینا اچھا عمل ہے اور داڑھی کو بہت زیادہ طویل کر دینا اسی طرح مکروہ ہے جیسا کہ اسے کاٹ یا اکھیڑ کر حد سے کم کرنا)۔

(المنہاج شرح مسلم للنووی جلد 1 صفحہ 270)

حضرت ابن الملک رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

ہم اسے بھی سابق میں نقل کر چکے ہیں کہ: "قال ابن الملك : تسوية شعر اللحية سنة ، وهی ان یقص کل شعرة اطول من غیرها لیستوی جمیعها" یعنی (شیخ ابن الملک فرماتے ہیں کہ: داڑھی کے بالوں کو برابر کرنا سنت ہے اور وہ یوں کہ: حد سے بڑھے ہوئے ہر بال کو کاٹ دیا جائے تا کہ تمام طرفیں برابر ہو جائیں)۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ لملا علی القاری جلد 8 صفحہ 285)

امام ابوبکر ابن العربی المالکی رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

اسے بھی ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں کہ علامہ ابوبکر مالکی نے فرمایا: "ان ترك

Marfat.com

لحيته فلا حرج عليه الا ان يقبح طولها فيستحب ان يأخذ منها''
یعنی (اگر اپنی داڑھی کو یونہی چھوڑ دے تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کی لمبائی قباحت کی باعث نہ ہو ورنہ اسے تراش لینا مستحب ہے)۔

(عارضہ الاحوذی شرح جامع ترمذی جلد 10 صفحہ 162)

بحمدہ تعالیٰ کتبِ معتمدہ مستندہ کی روشنی میں ان تمام شیوخانِ امت کے عمل سے واضح ہو گیا کہ یہ سب کے سب حضرات داڑھی کے مشت سے زائد بالوں کو تراشنے کے حق میں تھے اور ان کے ساتھ اس مؤقف میں وہ کثیر علماء امت بھی شامل ہیں جن کا ذکر سابق میں ان کی کتب کے حوالے سے کر دیا گیا ہے مثلاً! ''بدر الدین العینی، ابن حجر عسقلانی، قسطلانی، زرقانی، ملا علی القاری، امام زادہ، بروسوی، کاسانی، سرخسی، شامی، حصکفی، بیہقی، ابن ابی شیبہ، بخاری، ترمذی، ابوداؤد، ابن ملقن، حلبی، دیار بکری، شیخ محقق، ابن حجر مکی، ابن نجیم، ابن ہمام، قاضی سلیمان، النبہانی، غزالی، ابو طالب مکی، ابن ناصر الدین الدمشقی، صالحی دمشقی، بوصیری، سہارنپوری، خوارزمی وغیرہم رحمہم اللہ'' اور یہ سب کے سب بھی اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے، اور باقی رہی حج یا عمرہ کی تخصیص تو اس کا تسلی بخش جواب بھی سابق میں دیدیا گیا ہے، کچھ بھی ہو ان تمام مباحث سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ ان سب کے نزدیک بھی حکمِ اعفاء ''عمومیت بالتخصیص منہ'' پر ہی محمول تھا۔ کیونکہ تمہارے لگائے ہوئے فتویٰ کی رو سے تو حج، عمرہ سے فراغت پر بھی داڑھی تراشنا خلافِ سنت ہے، حالانکہ یہ تمام آثار تو حج، عمرہ سے فراغت پر بلکہ عام حالات میں بھی داڑھی تراشنے کے حق میں ہیں۔

Marfat.com

باب

اخذِ لحیہ اور

اختلافِ علماء

Marfat.com

اعتراض:

جمہور علماء میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو داڑھی تراشنے کو مطلقاً منع کرتا ہے مثلاً!

(1)۔امام ملا علی القاری ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' جلد 8 صفحہ 285، امام غزالی ''احیاء العلوم'' جلد 1 صفحہ 166 اور امام ابو طالب المکی کی ''قوت القلوب'' جلد 2 صفحہ 243 میں ہے کہ: ''کرھه الحسن وقتادۃ'' یعنی (حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ داڑھی تراشنے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے)۔

(2)۔ امام ابو طالب المکی ''قوت القلوب'' جلد 2 صفحہ 285 میں خود اپنا مؤقف پیش کرتے ہیں کہ ''وترکھا عافیۃ علی خلقتھا احب الی'' یعنی (اور داڑھی کو اس کی حالت پر چھوڑ دینا میرے نزدیک زیادہ اچھا ہے)۔

(3)۔امام غزالی کے نزدیک داڑھی کو کسی بھی حال میں کٹوانا جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے ''احیاء العلوم'' جلد 1 صفحہ 166 میں فرمایا ہے کہ: ''ترکھا عافیۃ احب لقوله صلی الله علیه وسلم "اعفوا اللحی"'' یعنی داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داڑھیاں بڑھاؤ۔

(4)۔امام نووی کی شرح صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 270 میں ہے کہ: ''والمختار ترك اللحیة علی حالھا وان لایتعرض لھا بتقصیر شیء اصلا'' یعنی (اور مختار یہ ہے کہ: داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے)۔

Marfat.com

(5)۔اسی طرح بہجۃ الاسرار صفحہ 90 میں ہے کہ: سیّدنا ومولانا الشیخ عبدالقادر الجیلانی ''عریض اللحیۃ طویلھا'' تھے یعنی آپ رضی اللہ عنہ چوڑی اور لمبی داڑھی والے تھے، نیز یہی بات امام موفق بن قدامہ حنبلی نے ''المغنی'' میں بھی لکھی، اسی طرح شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی ''مدارج النبوۃ'' جلد1 صفحہ 2 میں لکھا ہے کہ: ''کان الشیخ محی الدین رضی اللہ تعالٰی عنہ طویل اللحیۃ وعریضھا'' یعنی شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ لمبی اور چوڑی داڑھی والے تھے۔

(6)۔ امام بدر الدین عینی ''البنایۃ شرح الھدایۃ'' جلد3 صفحہ 346 میں فرماتے ہیں کہ: ''اختلف فی اعفاء اللحیۃ قال بعضھم : یترکھا حتی تکثف وتکبر'' یعنی داڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ: داڑھی کو یونہی چھوڑ دے تاکہ وہ خوب گھنی اور بڑی ہو جائے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ: بعض علماء داڑھی کو لمبا کرنے کے حق میں ہیں اور تراشنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

الجواب:

اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے میں کہتا ہوں کہ: جب ہم نے صحابہ کرام وتابعین کے آثار کو بطور دلیل پیش کیا تھا تو ان آثار کو بڑی ''بے دردی'' کے ساتھ ''منفرد'' کا لیبل لگا کر رد کر دیا گیا، لیکن یہ عجب بھی کیا غضب ؟ کہ: وہ حضرات جو صحابہ کرام کو ''حجت نیست'' کہہ کر چھوڑ چکے وہ بے یارے اب تابعین وعلماء کا سہارا لے رہے ہیں؟ ایسے صاحبان کو تو جمہور علماء کی مدد لینے کا بھی حق نہ تھا پھر بھی ہماری دریا دلی یہی کہتی ہے کہ تمہارا یہ وہم بھی دور کر دیا جائے، چنانچہ!

Marfat.com

(1)۔ حضرت حسن بصری و حضرت قتادہ رحمہما اللہ اور اخذِ لحیہ :

حالانکہ ہم سابق میں ان دونوں بزرگوں کے آثار بھی کئی کتب کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ یہ دونوں حضرات بھی بعد میں ''اخذِ لحیہ'' کے قائل ہو گئے تھے، یعنی یہ دونوں بزرگ پہلے داڑھیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کے قائل تھے پھر ان دونوں بزرگوں نے اپنے سابقہ مؤقف سے رجوع کر لیا اور یہ بھی داڑھی کے زوائد تراشنے کے جواز پر ہی فتویٰ دینے لگے جیسا کہ ہم نے عارضہ الاحوذی شرح ترمذی کے حوالے سے جناب قتادہ اور تقریباً 5 کتب کے حوالے سے جناب حسن بصری کا قول داڑھی تراشنے کے حق میں پیش کر دیا ہے۔

اور اسی پر تمہارے بڑے بھی راضی و مائل تھے چنانچہ تمہارے مرشدِ شہیر ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ 127 میں لکھتے ہیں کہ: ''جب کبھی داڑھی کے بال بکھر جاویں اور داڑھی ایک مٹھی سے بڑی ہو اس وقت داڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر زیادہ کو کٹوا دینا جائز ہے، اسی کے قائل حسن بصری، عطاء، قاضی عیاض اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور یہی مذہب اکثر علماء کا ہے، بموجب تحریر استاذ الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے، چنانچہ شاہ صاحب ممدوح شرح موطا کے حاشیہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر مذکور کے تحت فرماتے ہیں ''وعلیہ اھل العلم......الخ'' (یعنی اسی پر اہلِ علم کا اتفاق ہے)۔

جی جناب! ثابت ہوا کہ: یہ دونوں حضرات بھی اخذِ لحیہ کے ہی قائل تھے، چونکہ کراہت والا قول مرجوح ہے اور جواز والا قول راجح و قوی ہے جس پر دلائلِ متداولہ شاہد ہیں لہٰذا اخذِ لحیہ کا قول دونوں حضرات سے ثابت ہوا۔

Marfat.com

(2)۔امام ابوطالب المکی رحمہ اللہ اور اخذ لحیہ:

بلاشبہ امام ابوطالب المکی نے قوت القلوب میں داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا اپنے نزدیک ''احب'' قرار دیا ہے لیکن تعجب ہے کہ: خود انہوں نے ہی قوت القلوب جلد 2 صفحہ 243 میں داڑھی کی حد کو بھی بیان کیا اور اس سے کم یا زیادہ کرنے کو محدثات (بری بدعات) میں سے قرار دیا جس کا بیان سابق میں تفصیلاً کر دیا گیا ہے اور تم تو اچھی طرح جانتے ہو کہ محدثات کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ تمہارے خطیب ہر تقریر سے پہلے خطبوں میں راگ لگا کر یہی تو پڑھتے ہیں ''کل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار''۔

بہر حال چونکہ دونوں طرح کا قول قوت قلوب کی روشنی میں ملاحظہ ہو چکا تو اب اس میں تطبیق کی گنجائش صرف یہی تسلیم کرنے میں ہے کہ: امام ابوطالب المکی بھی اسی کے قائل ہیں کہ داڑھی کو اتنا بڑھانا ہی اچھا عمل ہے جس سے کراہت پیدا نہ ہو۔

(3)۔امام غزالی رحمہ اللہ اور اخذ لحیہ:

امام غزالی کے حوالے سے ایسی کوئی بات ہماری نظروں سے نہیں گزری جس میں یہ ہو کہ: ''آپ داڑھی کو کسی بھی حال میں کٹوانا جائز نہیں سمجھتے تھے'' خوب چھان بین کے بعد یہ بات اگر ملی بھی ہے تو بے حوالہ اور وہ بھی صرف تمہارے ہی معتبر ''فتاویٰ ثنائیہ'' میں، لیکن وہاں بھی امام غزالی کے بارے میں صرف قیاس آرائی سے ہی کام چلایا گیا ہے جو خلافِ حقیقت ہے، اور رہی وہ عبارت جو احیاء العلوم کے حوالے سے سابق میں پیش کی گئی کہ ''تركها عافية احب لقوله صلى الله عليه وسلم

Marfat.com

''اعفوا اللحی'' '' تو اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ: یہ قول امام غزالی کا اپنا نہیں بلکہ اس سے پہلے ''قالا'' کی صراحت جناب حسن بصری اور جناب قتادہ کی جانب راجع ہے، اور یہ انہی دونوں حضرات کا سابقہ مؤقف تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور یہی امام غزالی نقل کر رہے ہیں تو اس قول کو امام غزالی کی جانب منسوب کرنا خالص غلطی ہے۔

کیونکہ بذاتِ خود امام غزالی اپنی ''احیاء العلوم'' میں داڑھی کے مشت سے زائد بالوں کو تراشنے کے جواز پر فتوی دیتے ہوئے ایک مفصل اور تسلی بخش بحث کر چکے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ: امام غزالی نے اپنی احیاء العلوم میں داڑھی کے بے جا لمبا ہونے کی کراہت کی صراحت بھی فرما دی ہے جو اہلِ علم پر مخفی نہیں، جسے سابق میں ہم کئی مواقع پر بیان کر چکے ہیں چنانچہ امام غزالی کے اسی مؤقف کو امام ملا علی قاری نے بھی اپنی ''المرقاۃ'' میں بھی نقل کیا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ امام غزالی بھی مشت سے زائد بالوں کو تراشنے کے ہی حق میں ہیں اس کے خلاف نہیں۔

(4)۔ امام نووی رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

پھر جہاں تک بات امام نووی کی ہے تو ہاں!۔۔۔۔ انہوں نے واقعی ''المنہاج شرح صحیح مسلم'' میں اسی مؤقف کو اپنایا ہے، لیکن نہ تو وہ جمہور علماء کا مؤقف ہے اور نہ ہی اس پر قوی و مؤثر دلائل شاہد، حالانکہ خود علامہ نووی نے اسی جگہ امام قاضی عیاض مالکی کا مؤقف بھی نقل فرمایا کہ: ''وقال القاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ: یکرہ حلقها وقصها وتحریقها، واما الاخذ من طولها وعرضها

Marfat.com

فحسن، وتكره الشهرة في تعظيمها كما تكره في قصها وجزها، قال: وقد اختلف السلف، هل لذالك حد؟ فمنهم من لم يحدد شيأ في ذالك الا انه لا يتركها لحد الشهرة ويأخذ منها، وكره مالك طولها جدا، ومنهم من حدد بما زاد على القبضة فيزال، ومنهم من كره الاخذ منها الا في حج او عمرة''۔

(المنهاج شرح الصحيح للمسلم الحجاج جلد1 صفحه129)

یعنی (اور قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: داڑھی کو مونڈنا، کاٹنا اور کم کرنا مکروہ ہے لیکن اس کے طول وعرض سے (زوائد کو) تراشنا اچھا عمل ہے، اور جس طرح اس کا کاٹنا وغیرہ مکروہ ہے اسی طرح اسے حدِ اعتدال سے بھی زیادہ کردینا مکروہ ہے، نیز فرمایا: اسلاف میں صرف اتنا اختلاف ہے کہ: کیا اس کاٹنے کی کوئی حد بھی ہے؟ چنانچہ ان میں سے کچھ وہ حضرات ہیں جو کوئی حد تو نہیں لگاتے البتہ وہ اسے بے حد لمبا بھی نہیں ہونے دیتے اور اس سے تراش لیا کرتے ہیں، نیز امام مالک نے بھی داڑھی کو بے جا طویل کرنا مکروہ قرار دیا ہے، اور ان میں سے کچھ وہ حضرات ہیں جو مشت سے زائد کی قید لگاتے ہیں کہ اس سے زائد کو زائل کردیا جائے گا، اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو حج یا عمرہ کے علاوہ داڑھی کاٹنے کے قائل نہیں)۔

حیرت ہے علامہ نووی نے امام قاضی عیاض مالکی کے بیان کردہ جن مذاہب کا ذکر فرمایا ہے وہ سب کے سب تو کسی نہ کسی صورت ''اخذِلحیہ'' کے ہی قائل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہ تمام ''حدیثِ اعفاء'' کی تعمیم کو ''تعمیم بالتخصیص منه'' پر ہی محمول کرتے ہیں، جن کا بالخصوص تمہیں تو کوئی فائدہ ہی نہیں، لیکن ہاں!۔۔۔

Marfat.com

تمہیں یہ جان کر ہلکی پھلکی خوشی تو ضرور ہوگی کہ: مذاہب مذکورہ بالا سے ہٹ کر علامہ نووی نے اپنا موقف حدیثِ اعفاء کی تعمیم کو "تعميم بلا تخصيص منه" پر محمول کرتے ہوئے اپنایا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ: "والمختار ترك اللحية على حالها وان لايتعرض لها بتقصير شيء اصلا" یعنی (ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ: داڑھی کو اپنے ہی حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس سے بالکل کچھ بھی کم نہ کیا جائے)۔

لیکن جناب!۔۔ ذرا مذکورہ عبارت پر پھر سے نظر دوڑاؤ! لفظ "والمختار" نے تمہارے کئے کرائے پر پانی پھیر کے رکھ دیا کیونکہ تم تو "داڑھی تراشنے" کی سرے سے ہی اجازت نہیں دیتے لیکن علامہ نووی کے "المختار" نے داڑھی تراشنے والے فعل میں ذرا تخفیف اور لچک کا اظہار کر دیا۔

ثابت ہوا کہ: علامہ نووی خود بھی "اخذِلحیہ" کو جائز ہی سمجھتے تھے اگر چہ انہوں نے داڑھی بڑھانے کو ہی اختیار کیا ہو رنہ ایک طرف اجماعِ امت اور دوسری جانب امام نووی کا "منفرد" قول ہے، بلکہ یوں کہو! کہ: ایک طرف جمہور علماء کے مختار کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کے واضح آثار اور دوسری جانب علامہ نووی کا قولِ مختار، تو میں پوچھتا ہوں کہ: تمہارے ہاں علامہ نووی کے قول کو جمہور کے مقابلے میں حیثیتِ استناد بالترجیح کیونکر حاصل ہوگئی؟

چلو یہ سب بھی چھوڑ دو! تم تو یہ بھی کہا کرتے ہو کہ: بغیر دلیل جانے کسی کے قول پر اعتماد کر لینا تقلید کہلاتا ہے تو ذرا سعی کر کے یہ بھی بتا دو کہ علامہ نووی کے پاس ترکِ لحیہ کی کونسی دلیل ہے؟ اگر نہیں تو تم امام نووی کے مقلد ہوئے اور اگر تعمیمِ اعفاء بلا تخصیص

Marfat.com

کو دلیل سمجھو تو یہ بھی تمہارے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں کیونکہ اگر علامہ الشیخ نووی نے ''المنهاج شرح صحیح مسلم'' میں اس قول کو ترجیح دی ہے جو تمہیں پسند ہے تو خود علامہ الشیخ نووی نے ہی اپنی دوسری کتاب ''منحة الباری شرح صحیح بخاری'' میں اس قول کو ترجیح دی ہے جو ہمارا مؤید ہے جیسا کہ سابق میں بھی گزر چکا، چلو پھر سے ملاحظہ کرلو! لیکن اس بار ذرا دیدۂ ظاہر کے ساتھ ساتھ عیونِ باطن کو بھی کھول لینا! چنانچہ علامہ نووی نے فرمایا! ''(خالفوا المشركين) اى : المجوس كما فى الرواية: لانهم كان يقصرون لحاهم ومنهم من يحلقها ، (وكان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه) روى مثله عن ابى هريرة ، وحمل النهى على منع ما كانت الاعاجم تفعله من قصها وتخفيفها''

(منحة البارى شرح صحيح بخارى للنووى جلد9صفحه121)

یعنی (مشرکین کی مخالفت کرو یعنی مجوسیوں کی جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کیونکہ وہ اپنی داڑھیوں کو کاٹ کر مشت سے بھی کم کردیا کرتے تھے اور ان میں سے کچھ تو مونڈ دیا کرتے تھے لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد بالوں کو کاٹ لیا کرتے تھے اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے، لہٰذا داڑھیاں کٹانے سے جو ممانعت ہے اسے عجمیوں کی طرح کاٹنے یا مونڈ دینے پر ہی محمول کیا جائے گا)۔

چنانچہ اس تمام تصریح سے علامہ نووی کے دو قول سامنے آئے! ایک وہ جس میں داڑھیاں بڑھانے کو ترجیح ہے، اور دوسرا وہ جس میں مشت سے زائد داڑھی کٹانے کو

Marfat.com

ترجیح ہے۔ پھر چونکہ بلا ترجیح واختیار دونوں پر افتاء تو ہو نہیں سکتا لہٰذا افتاء کے لئے کسی ایک قول کو ترجیح دینا لازم آیا۔

چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے کہ: ''منحة الباري'' علامہ نووی کی بعد والی تصنیف ہے اور ''المنهاج'' پہلے والی، لہٰذا اس سے علامہ نووی کا اپنے سابقہ مؤقف سے رجوع ثابت ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ: علامہ نووی بعد میں داڑھی کے زوائد تراشنے کے قائل ہو گئے تھے۔

لیکن اگر آپ رجوع نہ مانو تو اختلافِ اقوال کی وجہ سے ترجیحاتِ نووی ہی موقوف، اور اس سے بھی آپ ہی کا نقصان ہوا، مزید برآں کسی مؤقف کو اپنانا اور ہے اور اپنے مدِ مقابل کے مؤقف کو ''خلافِ سنت'' کا فتوی لگا کر رد کرنا اور ہے اور بلاشبہ امام نووی نے ''المنهاج'' میں ایسا کچھ بھی نہیں کہا، لہٰذا ''المنهاج'' میں ذکر کردہ امام نووی کا قول آپ حضرات کو کسی بھی حال میں قطعاً مفید نہیں۔

(5)۔ سیّدنا غوث اعظم صمدانی سبحانی رحمہ اللہ اور اخذِ لحیہ:

پھر رہی بات سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک کے حوالے سے! تو بیشک سرکارِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک خوب گھنی اور لمبی چوڑی تھی لیکن اتنی لمبی بھی نہ تھی کہ: حدِ اعتدال سے ہی متجاوز ہو جائے اور یہی تحقیق ہے۔

کیونکہ سرکار غوث پاک نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "غنية الطالبين" کے "الباب الخامس في الآداب" میں داڑھی کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آثار کا نقل کیا ہے، فرمایا کہ!

''(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: وہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ

Marfat.com

کر زائد بالوں کو کاٹ لیا کرتے تھے نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: داڑھی کے مٹھی سے زائد بال کاٹ لیا کرو)''

اس سے معلوم ہوا کہ: خود سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ بھی داڑھی کے ایک مشت سے زائد بالوں کو تراشنے کے حق میں تھے، کیونکہ ان آثار کو بلا تنقید نقل کرنے سے پہلے یا بعد میں آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسا مؤقف بیان نہیں فرمایا کہ: جس سے ثابت ہوتا ہو کہ: ان کے نزدیک داڑھی کو حدِ اعتدال سے بڑھا دینا ہی صحیح عمل ہے۔

لہٰذا جب حضور شہنشاہِ بغداد و جیلاں رضی اللہ عنہ خود اپنی کتاب میں داڑھی تراشنے کے آثار نقل فرمائیں تو بھلا خود سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کی داڑھی حدِ اعتدال سے کیونکر متجاوز مان لی جائے؟

پھر تم تو یہاں یہ بہانہ بھی نہیں لگا سکتے کہ: ''غنیۃ الطالبین'' سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کتاب ہی نہیں، کیونکہ اسی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کا ترجمہ خود تمہارے ایک عالم ''حافظ مبشر حسین لاہوری'' نے بھی کیا ہے بلکہ اس کے ''پیش لفظ'' میں اس کتاب کا سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کی جانب کچھ یوں منسوب نامہ بھی پیش کیا ہے کہ:

''غنیۃ الطالبین: اس کتاب کا معروف نام تو یہی ہے مگر اس کا اصل اور بذاتِ خود شیخ کا تجویز کردہ نام یہ ہے: ''الغنیۃ لطالبی طریق الحق'' یہ کتاب نہ صرف یہ کہ: شیخ کی سب سے معروف کتاب ہے بلکہ شیخ کے افکار و نظریات پر مشتمل ان کی مرکزی تالیف بھی یہی ہے۔ دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسے شیخ کی کتاب تسلیم کرنے سے انکار یا تردد کا اظہار بھی کیا ہے لیکن اس سے مجال انکار نہیں کہ: یہ شیخ ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ اپنی کتاب ''کشف الظنون'' میں رقم طراز ہیں کہ:

Marfat.com

''الغنية لطالبی طریق الحق للشیخ عبد القادر الکیلانی الحسنی المتوفی سنة ۵٦۱ھ احدی وستین وخمس مائة'' (ص:۲/۱۲۱۱) غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی جو ۵٦۱ ہجری میں فوت ہوئے انہی کی کتاب ہے، حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تاریخ (البدایہ: ۲۵۲/۱۲) میں اور شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ (ج ۱۵/ص ۱۵) میں اسے شیخ کی تصنیف تسلیم کیا ہے''۔۔۔۔۔ (انتہی کلامہ)

لیجیے جناب! اب تو سارے ابہامات بھی دور ہو گئے اور ثابت ہو گیا کہ: تمہارے نزدیک ''غنیۃ الطالبین'' سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ ہی کی تصنیف ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ: حضور شیخ جیلاں رضی اللہ عنہ نے خود اس میں داڑھی کے تراشنے سے متعلق آثار نقل فرمائے جو آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی اسی عمل کی ترجیح ثابت کرنے کے لئے کافی وشافی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ فافهموا۔

(6)۔ بعض علماء کا موقف اور اخذِ لحیہ :

''البنایۃ'' کی عبارت کو بطور دلیل پیش کر کے یہ ثابت کرنا کہ ''بعض علماء داڑھی کو لمبا کرنے کے قائل تھے'' یہ استدلال انتہائی ضعیف اور مردود ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ: لفظ ''بعض'' کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے اور تمہارے نزدیک بھی ''منفرد'' کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ البنایۃ کے قول ''بعضهم'' کے ابہام کو تم خود بھی دور نہیں کر سکتے، کیونکہ جن چند ایک سے داڑھی کو یونہی بڑھا دینے کا قول مروی تھا انہی سے رجوعاً اخذِ لحیہ کے جواز و مسنون ہونے پر بھی فتویٰ موجود ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے۔

Marfat.com

تیسری وجہ یہ ہے کہ: خود امام بدر الدین عینی نے ''قال بعضھم'' فرما کے اس پر اپنے عدمِ اعتماد کا اظہار کر دیا اور اس کے بعد یوں لکھ دیا کہ: ''والقص سنۃ ما زاد علیٰ قبضۃ'' یعنی مشت سے زائد بالوں کا تراش دینا ہی سنت ہے۔

اب آؤ دیکھتے ہیں کہ اس موہوم اختلاف کے پیشِ نظر تمہارے اپنے علماء کس قول پر فتویٰ دیتے ہیں؟ چنانچہ!

(1)۔ ''فتاویٰ ثنائیہ'' جلد 2 صفحہ نمبر 127 میں یوں ہے کہ: ''آج ہم اس مسئلہ پر حضرت الامام مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کا ایک فتویٰ ان کے مطبوعہ مجموعۃ الفتاویٰ صفحہ ۲۴۱ مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی کے توجہ دلانے سے شائع کر رہے ہیں امید ہے کہ: حضرت امام صاحب کا یہ فتویٰ اس مسئلہ میں قولِ فیصل کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، داڑھی اگر قبضہ سے زائد ہو اس کا کتروانا ''جائز'' ہے''۔

(2)۔ تمہارے مؤیدہ اور مسلمہ مشہورِ زمانہ مجلّہ ''ہفت روزہ الاعتصام لاہور صفحہ 11 جلد 50 شمارہ 3، 17 رمضان 1418ھ، 16 تا 22 جنوری 1998ء'' میں ہے کہ: ''مٹھی تک داڑھی رکھنا جائز ہے اس سے کم حرام ہے''۔

(3)۔ تمہارے فقیہ اعظم اور نوابِ اہل حدیث وحید الزمان حیدر آبادی نے ''لغات الحدیث'' جلد 1 صفحہ 24 باب الہمزہ مع الخاء میں لکھا ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے بال کترواتے تھے''۔

ثابت ہو گیا کہ: داڑھی کے مشت سے بڑھے ہوئے بال تراشنا تم ''Latest'' اہلحدیثوں کو چھوڑ کر باقی سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔

Marfat.com

لطیفہ:

علامہ سعد الدین تفتازانی کی ''شرح المقاصد'' کے شروع میں صفحہ 94 پر اس کتاب کے محقق نے مقدمہ لکھتے ہوئے 780ھ میں وفات پانے والے ایک بزرگ ''ضیاء الدین بن سعد اللہ بن محمد بن عثمان بن قاضی عششی قزوینی'' کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ: ''كانت لحيته طويلة جدا بحيث تصل الى قدميه كان اذا ركب يفرقها فرقتين ''یعنی ان کی داڑھی اتنی لمبی تھی کہ قدموں تک پہنچ جاتی تھی اور جب وہ سوار ہونے لگتے تو داڑھی کو درمیان سے دو حصوں میں کر لیا کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آثارِ صحابہ کرام وتابعین وفتاویٰ ائمہ وعلماءِ امت کو چھوڑ کر اس ایک بزرگ کے غیر شرعی ذاتی فعل کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا، جس کی متعدد وجوہات کا بیان تو خود تمہارے اپنے سابقہ دونوں فتووں میں موجود ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سمجھنے اور قبول کرنے کی بھی توفیق بخشے! آمین۔

ـ تم بيان جواز اخذ اللحية شرعا۔

Marfat.com

باب

داڑھی کے اردگرد کے

زائد بالوں کا خط کروانا

Marfat.com

تم نے اپنے فتوی میں ایک دعوی کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ: خط بنانا یعنی پورے منہ کے کسی بھی حصے سے بال اکھیڑنا خلافِ سنت ہے کیونکہ وہ داڑھی میں شامل ہیں۔

الجواب:

میں کہتا ہوں کہ: تم اپنے اس مؤقف پر کوئی دلیل تو دے نہیں پائے اور دلیل بنایا بھی تو خودساختہ اسی معنوی تعیین ''العام الذی لم یخص منه البعض ''کو، جس کا اہلِ علم میں سے کوئی بھی قائل نہیں، اور ہم الحمدللہ سابق میں اچھی طرح یہ ثابت کر چکے ہیں کہ: اس عمومیت سے مراد عام کی پہلی قسم یعنی ''العام خص منه البعض ''ہی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: بلاشبہ اس مسئلہ میں بھی علماء کا ہلکا پھلکا اختلاف ضرور ہے لیکن راجح ترین مسلک یہی ہے کہ داڑھی کے علاوہ چہرے اور گلے کے زائد بال صاف کرنا جائز ہے چنانچہ اس کی وضاحت یوں ہے کہ!

لغت میں منہ کے دونوں جبڑوں کو''لحیین'' کہتے ہیں جیسا کہ: علامہ علی بن اسماعیل المعروف ''امام ابن سیدہ'' ''المحکم والمحیط الاعظم'' جلد 3 صفحہ 341 میں لکھتے ہیں کہ: ''واللحیانِ حائطا الفم، وهما العظمان اللذان فیهما الاسنان من داخل الفم'' (اور ''لحیین'' منہ کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ ان دو ہڈیوں کا نام ہے جن پر منہ کے اندرونی جانب دانت لگے ہوتے ہیں (یعنی جبڑے)۔

چنانچہ اسی وجہ سے ان جبڑوں پر چڑھے ہوئے گوشت پر اُگے ہوئے بالوں کو

Marfat.com

’’لحیۃ‘‘ (داڑھی) کہہ دیا جاتا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ: اوپری جبڑے پر اگنے والے بالوں پر ’’لحیہ‘‘ (داڑھی) کا اطلاق مناسب نہیں، ورنہ مونچھوں کو بھی (جو اوپری جبڑے پر اگتی ہیں) داڑھی ہی ماننا پڑے گا اور یہ حدیثِ صحیح اور ظاہر و باہر کے ہی خلاف ہے، چنانچہ نچلے جبڑے پر اگنے والے بالوں کو ہی ’’لحیہ‘‘ کہنا درست ہے، اور یہی روایات و آثار اور اصطلاحاتِ شارحین کی رو سے ثابت بھی ہے، اور یہی جمہور اہلِ علم کے نزدیک اظہر و اصوب معنیٰ ہے۔

لیکن اگر تم یہ کہو کہ: لغت کی معروف کتب مثلاً! ’’المحکم والمحیط الاعظم‘‘ ’’لسان العرب‘‘، ’’القاموس‘‘ ’’تاج العروس من جواهر القاموس‘‘ ، ’’المنجد‘‘ اور ’’المعجم الوسیط‘‘ وغیرھا میں ’’لحیۃ‘‘ کا معنیٰ یوں بیان کیا گیا ہے کہ: ’’شعر الخدین والذقن‘‘ (یعنی گالوں اور ٹھوڑی پر اگنے والے بالوں کو داڑھی کہتے ہیں) جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ: خد یعنی گال پر اگنے والے بال بھی داڑھی کہلاتے ہیں تو حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے گالوں سے بھی بالوں کو صاف کرنا غیر شرعی ہے۔

الجواب:

میں کہتا ہوں کہ: مسئلہء خط کو سمجھنا دراصل ’’داڑھی‘‘ کی حدود پر موقوف ہے اور داڑھی کی حدود سمجھنے کے لئے ’’خد‘‘ اور ’’عارض‘‘ کی ماہیت کو جاننا لازم، چنانچہ جب ہم ائمہ لغت کے نقل در نقل مذکورہ بالا تمہارے پیش کردہ اقوال پر غور کرتے ہیں تو ان میں ’’خد‘‘ کے بالوں کو بلا توقف ’’داڑھی‘‘ کہہ دیا گیا ہے، یہاں تک کہ انہی علماءِ لغت نے ’’العارض‘‘ کی وضاحت میں بھی ’’خد‘‘ کو بیان کر دیا ہے و

Marfat.com

كذالك العكس۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ:ان کے نزدیک ''خد'' اور''عارض'' دونوں ایک ہی چیز کے دو الگ الگ نام ہیں لیکن یہ بالکل درست نہیں کیونکہ خود یہی علماء لغت جب''خد'' اور''عارض'' کی وضاحت کرتے ہیں تو وہ یکسر مختلف ہوتی ہے جس سے عقل وشعور کو بھی یہی ماننے پر مدد ملتی ہے کہ: بلاشبہ "خد" اور "عارض" دو مختلف حصے ہیں لہٰذا انہیں ایک ہی چیز قرار دینا انصاف نہیں چنانچہ ہم''خد'' اور ''عارض'' کی وضاحت کے سلسلے میں انہی علماء لغت کے وہ اقوال بھی پیش کرتے ہیں جو ایک سلیم الطبع کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کردیں گے کہ: بلاشبہ''خد'' اور ''عارض'' میں فرق ہوتا ہے، چنانچہ!

(خد) کی وضاحت:

"لسان العرب" اور "تاج العروس من جواهر القاموس" میں ہے کہ: "الخدان : جانبا الوجه وهما ما جاوز مؤخر العين الى منتهى الشدق وقيل: الخد من الوجه من لدن المحجر الى اللحى من الجانبين جميعا" یعنی (دونوں گال: چہرے کی دونوں جانب آنکھ کی انتہاء سے بڑھ کر نیچے کی طرف جبڑے کی بالائی حد تک ہوتے ہیں، اور بعض نے کہا ہے کہ: چہرے کے گال دونوں جانب آنکھ کے قریب سے جبڑوں تک تمام درمیانی حصے کو کہتے ہیں)۔

نیز''لسان العرب''کے ساتھ ساتھ''المفردات فی غریب القرآن'' میں مزید یوں بھی کہا گیا ہے کہ:''الخدان اللذان يكتنفان الانف عن يمين

Marfat.com

وشمال ''یعنی (دونوں (گالیں) ناک کے دائیں اور بائیں دونوں طرف پھیلی ہوتی ہیں)۔

معلوم ہوا کہ: ''خد'' ناک کے دونوں طرف جبڑوں اور آنکھوں کی درمیانی جگہ ہے جسے ہماری زبان میں گال کہا جاتا ہے۔

(العارض) کی وضاحت:

''عارض'' کی وضاحت میں ائمہ لغت کا ''لسان العرب، تاج العروس اور المفردات'' وغیرہا میں متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ: ''ما ولی الشدقین من الاسنان ''یعنی (جبڑوں کے دانتوں والے حصے پر موجود گوشت کو ''عارض'' کہتے ہیں) جسے ہماری زبان میں ''رخسار'' کہا جاتا ہے۔

گال اور رخسار میں بھی فرق ہوتا ہے:

تعجب ہے کہ اردو کی کتب ہائے لغت لکھنے والوں نے اکثر وبیشتر اس غلطی کا ارتکاب کیا ہے کہ انہوں نے ''گال'' اور ''رخسار'' میں تمیز نہیں کی بلکہ ان دونوں کو ایک ہی قرار دے دیا ہے حالانکہ ''خد'' کو اردو زبان میں ''گال'' اور ''عارض'' کو ''رخسار'' کہا جانا چاہیے یہی صحیح ہے، کیونکہ گال رخسار سے بلند ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بہر حال ''العارض'' کی لغوی وضاحت کے بعد اب مزید تین امور ثبوتی وضاحت طلب ہیں مثلاً!

Marfat.com

امرِ اول:

''عارض'' پر اگنے والے بالوں کو ہی داڑھی کہا جائے گا، جسکی دلیل یہ ہے کہ: لسان العرب لفظ ''العارض'' کی وضاحت میں یوں کہا گیا ہے کہ: ''وعارضة الانسان : صفحتا خديه ؛ قولهم : فلان خفيف العارضين يراد به خفة شعر عارضيه، وفي الحديث: من سعادة المرء خفة عارضيه؛ قال ابن الاثير : العارض من اللحية ماينبت على عرض اللحى فوق الذقن۔۔۔۔ وقيل : اراد بخفة العارضين خفة اللحية''۔

یعنی (انسان کے ''عارض'' اس کی گالوں کے نچلے حصوں کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ عرب جب کسی کو ''خفيف العارضين'' کہتے ہیں تو اس سے اس کی داڑھی کے بالوں کا غیر طویل ہونا مراد لیا جاتا ہے، اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ: آدمی کی سعادت اسی میں ہے کہ: اس کی داڑھی کے بال (ایک مشت تک) ہلکے ہوں، ابن اثیر کہتے ہیں کہ: ''عارض'' داڑھی کو کہتے ہے جو ٹھوڑی اور جبڑوں کی چوڑائی پر اُگتی ہے۔۔۔۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ''عارضین'' کے ہلکا ہونے سے داڑھی کا (ایک مشت تک) ہلکا ہونا مراد ہوتا ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہماری نظر کتب ہائے لغت کے ساتھ ساتھ روایاتِ متداولہ پر بھی پڑتی ہے تو وہاں بھی ''عارض'' پر اگنے والے بالوں کو ہی ''داڑھی'' کے معنیٰ میں لیا گیا ہے جیسا کہ!

(i)۔ابن ابی شیبہ حضرت ابراہیم نخعی کا حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں قول روایت کرتے ہیں جو سابق میں بھی گزر چکا کہ: ''كانوا يطيبون

Marfat.com

لحاهم ويأخذون من عوارضها ''یعنی (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی داڑھیوں کوسنوار کر رکھا کرتے تھے اور اپنی داڑھیوں کے ''عوارض ''کو تراش لیا کرتے تھے)۔

(ii)۔نیز ابن ابی شیبہ ''منصور'' کا قول بھی روایت کرتے ہیں کہ:''وکان ابراهيم يأخذ من عارض لحيته ''یعنی (ابراہیم نخعی خود بھی اپنی داڑھی کے ''عارض'' کو تراشا کرتے تھے)۔

ثابت ہوا کہ:''عارض'' یعنی رخسار کے بالوں کو داڑھی کہنا ہی عربوں کی عادت ہے.

امرِ ثانی:

داڑھی کا اطلاق ''خد'' یعنی گال پر اُگے ہوئے بالوں پر نہیں ہوگا کیونکہ اعتراض میں موجود علماءِ لغت کا ''خد'' کے بالوں کو داڑھی قرار دینا دراصل دو وجہوں سے ظاہر کے خلاف ہے! پہلی یہ کہ: اگر ائمہ لغت کی عبارات میں لفظِ ''خد'' سے مراد ''بشمولِ خد'' ہو تو دریں اثناء گالوں پر بالوں کی کثرت وجہِ قباحت و کراہت اور سببِ نقصِ جمال و کمال ہوگی، اور شرع شریف ہرگز بھی یہ نہیں چاہتی، جسکی وضاحت سابق میں خوب تفصیل سے گزر چکی ،لہٰذا بایں طور ''خد'' پر اگنے والے بالوں کو داڑھی میں شمار کرنا بالکل بھی مناسب نہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ: اگر لفظ ''خد'' کو یہاں ''انتهاء غايت'' کے طور پر مراد لیا جائے جس کا مطلب یہ ہو کہ: گالوں تک یعنی اس سے نچلے بالوں کو ہی داڑھی کہا جائے گا تو کسی حد تک درست تو ہے لیکن یہ ''عطفِ ذقن'' کی وجہ سے ظاہر کے

Marfat.com

خلاف ہے، یعنی اس صورت میں ٹھوڑی کے نیچے اگنے والے بالوں پر داڑھی کا اطلاق نہ ہوگا اور یہ صحیح نہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ داڑھی کی ایسی تعریفی وضاحتیں جامع و مانع اور تسلی بخش نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس لفظی "ہیر پھیر" سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے علامہ ابن منظور "لسان العرب" جلد 8 صفحہ نمبر 673 میں بعد ازاں خود داڑھی کی ایسی جاندار تعریف کرنے پر مجبور ہوئے جو تحقیق پسند طبائع کی پریشانی کو دور کر سکے چنانچہ فرمایا: "واللحی : الذی ینبت علیه العارض" یعنی ("لحی" سے مراد وہ جبڑے لئے جائیں گے جن پر "عارض" کا گوشت ہوتا ہے)۔

پھر اسی قول کے حق میں امام اجل علامہ الشیخ بدر الدین عینی "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" جلد 22 صفحہ نمبر 46 رقم 108 میں یوں فرماتے ہیں کہ:

"(اللحیة) : وهی اسم لما نبت علی الخدین والذقن قال بعضهم ، قلت: علی الخدین لیس بشیء ولو قال: علی العارضین لکان صوابا" یعنی (لحیہ : (داڑھی) "خد" اور ٹھوڑی پر اُگے ہوئے بالوں کو کہا جاتا ہے جیسا کہ بعض حضرات کا قول ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ: "خد" پر کچھ بھی نہیں ہوتا اگر اس کی بجائے "العارض" کہتے تو درست تھا)۔

ثابت ہوا کہ: "خد" یعنی گالوں پر اگنے والے بال داڑھی میں شامل ہی نہیں ہیں۔

امرِ ثالث:

جب ثابت ہو چکا کہ "خد" نہیں بلکہ "عارض" کے بالوں کو ہی داڑھی کہا جائے گا تو چونکہ عارض "جبڑے" کو کہتے ہیں لہٰذا اب یہ تخصیص کرنا باقی ہے کہ کیا اوپر اور

Marfat.com

نیچے والے دونوں جبڑوں پر اگے ہوئے بالوں کو ہی ''داڑھی'' کہا جائے گا یا فقط نچلے جبڑے پر اگنے والے بالوں کو، تو قولِ محقق و مسلم یہی ہے کہ فقط نچلے جبڑے پر اگنے والے بالوں کو ہی داڑھی کہا جائے گا چنانچہ کتبہائے لغت میں بیان کردہ ''عارض'' کی وجہ تسمیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ: اسے ''عریض'' یعنی چوڑا ہونے کی وجہ سے بھی ''عارض'' کہا جاتا ہے اور چونکہ دونوں جبڑوں میں سے نچلا جبڑا زیادہ چوڑا ہوتا ہے اس لئے نچلے جبڑے پر ''عارض'' کا اطلاق کرنا ہی ''اصوب واصح'' ہوگا اور یہی راجح ہے۔

پھر اسی کی مزید تائید علامہ طحطاوی کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ: ''واللحیان بفتح اللام علی المشهور: العظمان اللذان تنبت علیهما الاسنان السفلی'' اور لحیہ کے اطلاق کا باعث وہ دو ہڈیاں ہیں جن پر نچلے دانت جڑے ہوتے ہیں۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح جلد1 صفحہ93)

ثابت ہوا کہ: ''عارض'' نچلا جبڑا ہوتا ہے، اسی وجہ سے ''العارض'' پر اگنے والے بالوں کو ہی ''لحیہ'' کہا جانا درست ہے لہٰذا ''خد'' اور اوپری جبڑے کے بالوں کو داڑھی نہیں کہا جائے گا، کیونکہ جب وہ بال لغوی طور پر داڑھی میں شامل ہی نہیں تو پھر انہیں کاٹ دینے میں حکمِ اعفاء پر اثر ہی کیسا؟

ثبوتی وضاحت:

مذکورہ بالا لغوی وضاحت کو پیش کرنے کا مقصد ''لحیہ'' یعنی داڑھی کی حد کو واضح کرنا تھا، الحمدللہ! ثابت ہوگیا کہ: نچلے جبڑے پر اگنے والے بالوں کو ہی

Marfat.com

''لحیہ'' (داڑھی) کہا جائے گا، پھر یہ بھی ظاہر و باہر ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اللحی'' (داڑھیاں) بڑھانے کا ہی حکم دیا ہے، تو جب ''خد'' کے بال داڑھی میں داخل ہی نہیں تو ''اعفوا'' کی عمومیت میں انہیں شامل کرنے کا مطلب ہی کیا ہوا؟ چنانچہ جب ''شعرِ خد'' کا تعلق ''تعمیمِ اعفاء'' سے ثابت ہی نہیں ہوسکتا تو انہیں کاٹ دینے اور صاف کردینے میں حرج ہی کیوں؟ بلکہ بسا اوقات ان غیر ضروری بالوں کی نشو و نما ''بدّھے پن، بدصورتی اور دوسرے لوگوں کے تنافرِ مزاج'' کا باعث بن جاتی ہے جو شرعاً ہرگز بھی پسندیدہ نہیں، چنانچہ اسی وجہ سے ''العطایا النبوية في الفتاوى الرضويه'' جلد 22 صفحہ نمبر 596 میں ''غرائب'' کے حوالے سے نقل فرمایا گیا کہ: ''كان ابن عمر رضي الله عنهما يقول للحلاق بلغ العاظمين فانهما منتهى اللحية يعني حدها ولذالك سميت لحية لان حدها اللحى ''یعنی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجام سے فرمایا کرتے تھے کہ: چہرے کی دو ہڈیوں تک پہنچ جا، کیونکہ وہ دونوں داڑھی کی انتہاء یعنی حدیں ہیں چنانچہ اسی لئے داڑھی کو ''لحیہ'' کہتے ہیں کیونکہ اس کی حدود ''جبڑے'' ہیں)۔

☆۔ نیز علامہ امام ابن عابدین الشامی ''رد المحتار على الدر المختار'' جلد 3 صفحہ نمبر 456 میں فرماتے ہیں کہ: ''ولا (حرج) بالاخذ من حاجبه وشعر وجهه ما لم يشبه فعل المخنثين ''یعنی (کسی شخص کا اپنے ابروؤں اور اپنے چہرے کے زائد بال اتارنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ: ''ہیجڑوں'' سے مشابہت نہ ہو)

☆۔ اسی طرح ''فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیری'' کتاب الکراہۃ باب

Marfat.com

19 میں ہے کہ: ''لابأس باخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث كذا في الينابيع '' یعنی (دونوں ابروؤں اور چہرے کے زائد بال اتارنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ: ''ہیجڑوں'' سے مشابہت نہ ہو، اسی طرح ''الینابیع'' میں بھی لکھا ہے)۔

☆۔ نیز سابق میں ہم حضرت ابوسعیم الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث شریف بھی پیش کر چکے ہیں جس کا مضمون یوں ہے کہ: ''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یأخذن احدکم من طول لحیتہ ولکن من الصدغین'' یعنی (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنی داڑھی کے طول سے نہ تراشے لیکن کنپٹیوں کی طرف سے تراش لے)۔

(کنز العمال للعلی الہندی جلد 6 صفحہ 281 رقم 17277)

(مسند الفردوس للدیلمی جلد 5 صفحہ 165 رقم 7835)

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم جلد 3 صفحہ 94)

چنانچہ اس روایت کا ایک مفہوم تو ہم سابق میں پیش کر چکے اور دوسرا مفہوم تم اپنے گھر سے ملاحظہ کر لو!

چنانچہ تمہارے معتبر ''فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری'' جلد 2 صفحہ نمبر 505، 506 میں بھی ایک سوال کے جواب میں یوں کہا گیا ہے کہ!

''دونوں رخساروں اور ٹھوڑی کے بالوں کو ''لحیہ'' کہتے ہیں جس کی حد دائیں اور بائیں سے ''صدغ'' (ما بین العین والاذن) یعنی کنپٹی تک ہے، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حجام سے فرمایا تھا کہ: ''ابلغ العظمین؛ فانھما منتھی اللحیۃ'' (غرائب) اور نیچے کے لب سے حلق تک ہے، خلاصہ یہ کہ: ان حدود اربعہ

Marfat.com

کے درمیان داڑھی ہے۔۔۔۔۔اس تفصیل سے واضح ہوگیا ہوگا کہ: گلے (حلق) کا بال داڑھی میں داخل نہیں ہے بنا بریں اس کا منڈانا جائز ہے۔ اور صدغ (کنپٹی) اور اس سے نیچے کا بال داڑھی میں داخل ہے پس خط بنوانے میں کنپٹی اور اس سے نیچے کے کسی حصے کے بال سے تعرض نہیں کرنا چاہیے۔۔۔۔۔داڑھی کی تشریح میں علماء کے بارہ اقوال ہیں۔ اور صدغ سے اوپر اس طرح خط بنوایا جاسکتا ہے کہ: غیر مسلم قوموں کے شعار اور ان کے مخصوص طریقے کے مشابہ نہ ہو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' (ابوداؤد)''

قولِ فیصل:

لہٰذا اس ساری بحث سے ثابت ہوا کہ: چہرے اور گلے کے وہ بال جو داڑھی میں شامل نہیں انہیں کاٹنے اور خط بنانے میں کوئی حرج نہیں، بالخصوص جب ان بالوں کا بڑھنا قباحت و تنافر کا باعث ہو، مگر عورتوں اور ہیجڑوں کی مشابہت سے بچنا لازم ہے۔

نیز جن فقہاء نے چہرے کے بال کاٹنے سے منع کیا ہے تو ان کے قول میں تطبیق یوں ہے کہ: اگر وہ چہرے کے بالوں سے داڑھی کے بال مراد لیتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہوگی کہ: داڑھی کے مسنون بال کاٹنے جائز نہیں۔

اور اگر وہ واقعی داڑھی کے علاوہ چہرے کے زائد بالوں کے بارے میں یہ حکم لگاتے ہیں تو ان کی مراد محض ایسی آرائش جس سے عورتوں اور ہیجڑوں سے تشبیہ یا انہیں اپنی جانب مائل کرنے کے لئے چہرے کے زائد بالوں کی صفائی کو ناجائز ٹھہرانا ہی ہوگا جو کہ بالاتفاق ناجائز ہے، لہٰذا کسی بھی صورت فقہاء کی ایسی عبارات ہمارے خلاف پیش نہیں کی جاسکتیں۔

Marfat.com

بہر حال ان تمام مباحثِ جلیلہ کے باوجود در اصل ہمیں تم سے اس تحقیقِ انیق کے ارجاح کی تو کوئی توقع ہی نہیں اور اعراض کی توقع تو توقع سے بھی کہیں زیادہ ہے، نتیجتاً یہ تصریحات وعبارات بحمدہ تعالیٰ سلیم طبیعتوں کے لئے اس مسئلہ پر ایک بے مثال تحفہ قرار پائیں جس سے ان شاء اللہ العزیز افادہ واستفادہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

ـــــفللہ الحمد والعزۃـــــ

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وهو الموفق والمستعان

وهو الصمد العلیم القادر الحکیم۔

بحرمة سید الابرار احمد المختار امام المرسلین

وهو النبی الکریم الرؤوف الرحیم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیه ووالدیه وآله واصحابه وازواجه

واولیائه وعلماء ملته اجمعین۔

الحمد للہ علی ذٰلك!

یہ تحقیقِ انیق بنام ''اللحية الشرعية'' مؤرخہ 23 ستمبر 2016ء

بمطابق ۲۲ ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ بروز جمعة المبارک بعد از نماز عشاء

پایۂ تکمیل واتمام کو پہنچی۔

غفر اللہ لنا ولوالدینا ولسائر المؤمنین والمؤمنات وهو

ربّ الارض والسمٰوٰت

Marfat.com

مآخذ ومراجع

Marfat.com
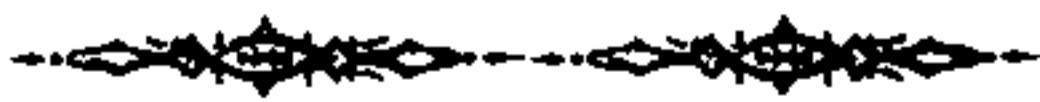
فہرست کتب

☆ القرآن الکریم المنزل علی الرسول الرحیم

تفسیر

☆ تفسیر الدر المنثور للسیوطی مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ

☆ تفسیر ابن جریر الطبری مکتبة الطارق کابل افغانستان

☆ تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

☆ تفسیر مجاھد دارالکتب العلمیہ بیروت

حدیث

☆ الجامع الصحیح للبخاری دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض

☆ الجامع السنن للترمذی دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض

☆ مشکوۃ المصابیح قدیمی کتبخانہ آرام باغ کراچی

☆ مصنف ابن ابی شیبہ مکتبہ امدادیہ ملتان

☆ المعجم الکبیر للطبرانی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ مجمع الزوائد للھیثمی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ جامع المسانید للخوارزمی مکتبة حنفیہ کوئٹہ

☆ کنوز الحقائق للمناوی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ دلائل النبوۃ لابی نعیم مکتبہ النوریة الرضویہ لاھور

☆ دلائل النبوۃ للبیہقی دارالحدیث قاھرہ

☆ مسند امام اعظم ابی حنیفة للحصکفی مکتبہ رحمانیہ لاھور

☆ جامع المسانید والسنن لابن کثیر دارالکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

☆ الجامع الصغیر للسیوطی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ کنز العمال لعلی ھندی مکتبہ رحمانیہ لاھور

☆ شعب الایمان للبیہقی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ اتحاف الخیرۃ للبوصیری دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ مسند الفردوس للدیلمی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ کتاب الآثار للامام ابو یوسف مکتبہ دارالعلوم کراچی

☆ کتاب الآثار للامام محمد کتب خانہ مجیدیہ ملتان

☆ مسند امام اعظم ابی حنیفہ للحارثی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ الصحیح لابن حبان دارالمعرفۃ بیروت

☆ السنن للدار قطنی المکتبۃ العصریۃ بیروت

☆ المسند للامام احمد بیت الافکار الدولیۃ بیروت

☆ کتاب الآداب للبیہقی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ البدر المنیر للشعرانی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ السنن لابی داؤد دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض

☆ الموطا للامام مالک قدیمی کتب خانہ کراچی

☆ الموطا للامام محمد مکتبۃ رحمانیہ لاھور

شروح حدیث و اصول

☆ فتح الباری شرح البخاری لابن حجر دارالحدیث قاھرہ

☆ التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن ملقن وزارۃ الاوقاف قطر

☆ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح لملا علی مکتبہ رشیدیہ

☆ شرح مسند امام اعظم لملا علی القاری قدیمی کتب خانہ کراچی

☆ فیض القدیر للمناوی دارالحدیث قاھرہ

☆ عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

Marfat.com

☆ ارشاد الساری شرح البخاری للقسطلانی مصر

☆ عارضة الاحوذی لابن العربی المالکی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ مظاہر حق للدهلوی مکتبة العلم لاهور

☆ حاشیة المشکوة للسهانپوری قدیمی کتب خانه کراچی

☆ المفهم لما اشکل من تلخیص مسلم للقرطبی دارالکتب العلمیه

☆ المنہاج شرح المسلم بن حجاج للنووی مکتبه رحمانیه لاهور

☆ منحة الباری شرح بخاری للنووی مکتبة الرشد الریاض

☆ المقاصد الحسنة للسخاوی مکتبة النوریة الرضویه لاهور

☆ کشف الخفاء للعجلونی دارالکتب العلمیه بیروت

☆ الموضوعات الکبیر لملا علی القاری نعمانی کتب خانه لاهور

☆ العلل المتناهیة لابن الجوزی دارالکتب العلمیة بیروت

☆ شرح شرح نخبة الفکر لملا علی القاری قدیمی کتب خانه کراچی

سیرت

☆ الوفاء باحوال المصطفی صلی اللہ علیه وسلم لابن الجوزی دارالکتب العلمیه

☆ اشرف الوسائل شرح الشمائل لابن حجر المکی دارالکتب العلمیه

☆ نسیم الریاض للخفاجی ادارہ تالیفات اشرفیه ملتان

☆ جامع الآثار لابن ناصر دارالکتب العلمیه بیروت

☆ مواهب اللدنیة (بالزرقانی) النوریة الرضویه لاهور

☆ زرقانی علی المواهب النوریة الرضویه لاهور

☆ الانوار المحمدیة للنبهانی دارالکتب العلمیه بیروت

☆ جمع الوسائل شرح الشمائل لملا علی ادارہ تالیفات اشرفیه

☆ مدارج النبوة للشیخ المحقق نوریه رضویه لاهور

☆ کتاب الشفاء للقاضی عیاض مکتبه شان اسلام پشاور

Marfat.com

☆ سبل الهدیٰ والرشاد للصالحی مکتبہ نعمانیہ پشاور

☆ شرح الشفاء لملا علی القاری النوریة الرضویة لاهور

☆ السیرة الحلبیة للحلبی المکتبة المعروفیة کوئٹہ

☆ تاریخ الخمیس للدیاربکری دارالکتب العلمیہ بیروت

کتب فقه و تصوّف

☆ فتاویٰ حدیثیه لابن الحجر المکی قدیمی کتب خانه کراچی

☆ حجة الله البالغة للشاه ولی الله قدیمی کتب خانه کراچی

☆ قوت القلوب لابی طالب المکی دارالکتب العلمیه بیروت

☆ مفاتیح الجنان للبروسوی کتاب ناشرون بیروت

☆ در مختار (مع رد المحتار) مکتبه رحمانیه لاهور

☆ رد المحتار علی الدر المختار مکتبه رحمانیه لاهور

☆ الفتاوٰی الرضویة رضاء فاؤنڈیشن جامعه نظامیه لاهور

☆ شرعة الاسلام لامام زاده الحنفی کتاب ناشرون بیروت

☆ کشف الغمة للشعرانی دارالفکر بیروت

☆ لوامع الانوار للقسطلانی دار ابن حزم بیروت

☆ کتاب الاذکار للنووی دار ابن کثیر بیروت

☆ اعانة الطالبین للشطا دمیاطی دارالاسلام قاهره

☆ غنیة الطالبین(مترجم) نعمانی کتب خانه لاهور

☆ طحطاوی علی المراقی المکتبة الغوثیة کراچی

☆ المیزان الکبریٰ للشعرانی (مترجم) اداره پیغام القرآن لاهور

☆ الرسالة فی فقه الامام مالك للقیروانی دارالکتب العلمیه بیروت

☆ احیاء العلوم للغزالی دارالسلام للطباعة والنشر والتوزیع مصر

☆ المبسوط للسرخسی مکتبه رشیدیه کوئٹه

Marfat.com

☆ بدائع الصنائع للکاسانی مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

تاریخ و رجال

☆ تاریخ طبری دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان

☆ الکامل فی الضعفاء لابن عدی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال للمزی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ سیر اعلام النبلاء للذہبی دارالحدیث القاہرہ

☆ میزان الاعتدال للذہبی مکتبہ رحمانیہ لاہور

☆ تہذیب التہذیب لابن حجر دارالکتب العمیہ بیروت

☆ تاریخ مدینۃ دمشق دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ تنسیق النظام مکتبہ رحمانیہ لاہور

☆ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم دارالحدیث قاہرہ

☆ الطبقات الکبریٰ لابن سعد مکتبہ عمریہ کوئٹہ

☆ تاریخ بغدادللخطیب بغدادی دارالکتب العلمیہ بیروت

لغت

☆ المفردات فی غریب القرآن للاصفہانی قدیمی کتب خانہ کراچی

☆ لسان العرب لابن منظور دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ مشارق الانوار للقاضی عیاض دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ تاج العروس للزبیدی دارالکتب العلمیہ بیروت

☆ المعجم الوسیط مکتبہ رحمانیہ لاہور

☆ المنجد دارالاشاعت کراچی

☆ فیروز اللغات فیروز سنز لاہور

☆ مقاییس اللغۃ لاحمد بن زکریا دارالحدیث قاہرہ

Marfat.com

☆ فقه اللغة قدیمی للثعالبی کتب خانه کراچی

☆ لغات الحدیث للنواب وحید الزمان نعمانی کتب خانه لاهور

☆ المحکم والمحیط الاعظم لابن سیدة جامعة الدول العربیة قاهره

☆ القاموس للفیروز آبادی مؤسسة الرسالة بیروت

کتب فقه غیر مقلدین

☆ فتاوٰی نذیریه مکتبه اصحاب الحدیث لاهور

☆ فتاوٰی ثنائیه مکتبه اصحاب الحدیث لاهور

☆ فقه محمدیه کلاں مطبوعه مطبع محمدی لاهور

☆ فتاوٰی شیخ الحدیث مبارکپوری دارالابلاغ لاهور

Marfat.com

طلباء و طالبات کیلئے نماز سے متعلق سوالاً جواباً دلچسپ تحریر
صلوٰۃ المصطفیٰ ﷺ
سوالاً جواباً
جمالِ بلال
تصنیف لطیف
ابو الرضا محمد علی رضا القادری الاشرفی
ناشر
اکبر بک سیلرز

Marfat.com

طلباء و طالبات کیلئے نماز سے متعلق سوالاً جواباً لاجواب تحریر
صلوٰۃ المصطفیٰ ﷺ
سوالاً جواباً
جمالِ بلال
تصنیف لطیف
ابو الاسعد محمد علی رضا القادری الاشرفی
اکبر بک سیلرز
ناشر
اکبر بک سیلرز

Marfat.com